



**A CRITICAL EDITION OF DUSTOOR AL-MUFASSSIRIN
BY EMADUDDIN ABDUL AL-NABI SHATTARI WITH
INTRODUCTION AND ANNOTATION**

ABSTRACT

THESIS

SUBMITTED FOR THE AWARD OF THE DEGREE OF

Doctor of Philosophy

IN

ARABIC LITERATURE

BY

ZAKIR HUSSAIN

Under the Supervision of

DR. MASOOD ANWAR ALAVI

**DEPARTMENT OF ARABIC
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH (INDIA)**

2005



شیخ عموالدین عبدالنبی شطاری کی دستورالمفسرین (تحقیق و تعلیق)

خلاصہ

مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی۔

نگراں

ڈاکٹر مسعود انور علوی
ریڈر شعبہ عربی

پیش کردہ

ذاکر حسین

شعبہ عربی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله

واصحابه اجمعين

اما بعد:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی کے زمانے سے ہندوستان کی سرزمین علوم دینیہ کے ماہرین، علماء، صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی بڑی تعداد سے معمور رہی ہے، حضرت عمر فاروقؓ ہی کی زمانے سے مسلمان اس سرزمین کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور متعدد علماء انفرادی و اجتماعی شکل میں ہندوستان کا رخ کرتے رہے۔

تبع تابعین میں مختلف شخصیتیں ایسی ہیں کہ جنہوں نے اپنی علم و زہد کی شمع کے ذریعہ اس ظلمت کدہ کو منور کیا، اسرائیل بن موسیٰ تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے تھے، ربیع ابن صبیح، ایک اسلامی فوج کے ہمراہ مجاہد کی حیثیت سے وارد ہوتے تھے۔ اور ایک بیماری کے سبب یہیں ان کا انتقال ہوا اور یہیں مدفون ہوئے۔ ابو معشر نجج، سندھی الاصل تھے۔ لیکن سندھیوں اور مسلمانوں کی جنگ میں گرفتار ہو کر حجاز چلے گئے تھے، اور وہیں کے ہو کر رہ گئے سندھ عربوں کے عہد میں علم و ادب کا مرکز بن گیا، یہاں جگہ جگہ مساجد تعمیر ہوئیں، جنہوں نے درس و تدریس کے مراکز کی حیثیت اختیار کر لی، اور ان مساجد نے ایسے صاحب بصیرت علماء دیئے، جنہوں نے عالم اسلام میں اپنی عظمت کا سکہ جمایا،

عربوں کے عہد حکومت میں، دیہیل کا شمار بھی اسلام کے عظیم مراکز میں ہوتا تھا، یہاں عظیم علماء حفاظ، قراء محدثین اور مفسرین مقیم تھے۔ یہاں کے مشہور علماء میں احمد بن محمد ہارون المقرئ الدیہلی، علی بن موسیٰ محدث، خلف بن محمد ابو عبد اللہ بن عبید اللہ، ابو العباس احمد بن منصور الحسینی القاضی، وغیرہم۔

دیہیل کی طرح منصورہ بھی علماء کا مسکن رہا ہے، یہاں کے علماء میں ابو جعفر عبد اللہ بن اسماعیل بن ابراہیم ابو محمد عبد اللہ بن جعفر اور ابو بکر احمد بن محمد منصور و غیرہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ الغرض، ہندوستان میں عربوں کی آمد کے بعد ہی سے اسلامی علوم و فنون اور عربی زبان و ادب کی ترویج و اشاعت شروع ہو گئی تھی، چنانچہ ہندوستان کے مختلف گوشوں میں ایسے بڑے بڑے نامور اربابغہ روزگار علماء و فقہا ادا با اور شعراء پیدا ہوئے، جنہوں نے نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ بیرون ملک خصوصاً عرب دنیا میں اپنے تبحر اور علمی فضیلت کا سکہ جمایا، اور خراج تحسین حاصل کیا۔

علامہ حسن صفانی لاہوری، صاحب مشارق الأنوار النبویہ، اور العباب الزاخر، علماء الدین علی بن احمد صاحب تبصیر الرحمان و تیسیر المنان، شیخ مبارک ناگوری صاحب منہج عیون المعانی، شیخ ابو الفیض فیضی صاحب سواطع الالہام، شیخ احمد بن ابوسعید صاحب التفسیرات الاحمدیہ سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی، صاحب تاج العروض، مولانا غلام علی آزاد بلگرامی، صاحب سبحة المرجان فی آثار ہندوستان، سید سلیمان ندوی، صاحب سیرۃ النبی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ظفر احمد تھانوی اور مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی الندوی جیسے متبحر علماء نے اس سرزمین کو رونق بخشی، اور یہاں پر علم دین کو پھیلا دیا، اور ہزار ہا لوگوں کی اصلاح کی، موجودہ

ہندوستان کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس خیال کو ذہن نشین کر لیں کہ آج دنیا بھر میں مسلمانوں کو اگریاد کیا جاتا ہے تو وہ انہی اسلاف کی کاوشوں کا نتیجہ ہے، جو کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے وہ پیش بہا قیمتی علم کا خزانہ چھوڑ کر گئے ہیں کہ اگر صرف ان ہی پر کام کیا جائے تو پوری ایک صدی ان کے کارناموں کو اجاگر کرنے کے لئے ناکافی ہوگئی، ہمیں جب بھی اپنے حال و مستقبل کو بہتر بنانے کی فکر ہوگی، ہم اپنے ماضی کی تابناکیوں کا کس حد تک علم رکھیں گے، چنانچہ یہ وقت کا اہم تقاضہ ہے، کہ ایسی مایہ ناز ہستیاں جو اب تک گوشہ گمنامی میں ہیں، اور لوگ ان کے کارناموں کو تو کیا ناموں سے بھی بس یونہی واقف ہیں۔ ان پر تحقیقی کام کر کے ان کی شخصیت اور ان کے کارناموں کو اجاگر کیا جائے، تاکہ لوگ ان کے علمی و ادبی سرمایے سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں، اور اس سے آگے اس علم کے سلسلے میں بحث و تحقیق کے افق روشن کریں۔ ہندوستان کے فارسی کے کاموں پر تو کچھ کام ہوا ہے لیکن علمائے ہند کے عربی میں لکھے گئے کام ابھی بھی گوشہ گم نامی میں ہیں۔

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا بانی ظہیر الدین محمد بابر اور اس کا جانشین محمد ہمایوں دونوں معارف پروری اور علماء نوازی میں نمایاں مقام لکھتے تھے، اس دور کے جس مقتدر علماء نے ہندوستان کے علمی افق کو تابناک بنائے رکھا، ان میں ملا حسین واعظ کاشفی، شیخ الاسلام سیف الدین، تفتازانی، میر جمال الدین محدث شیخ زین الدین خوانی، شیخ عبدالقادر گنگوہی، اور شیخ محمد غوث گوالیاری کے اسماء مشہور ہیں عہد اکبری کی علمی سرگرمیاں بھی کچھ کم نہیں، اس دور میں جو سلسلہ پہلے سے چلا آ رہا تھا وہ نہ صرف یہ کہ جاری رہا بلکہ اکبر نے علماء نوازی کی بہترین مثالیں قائم کیں۔ اس کے دور میں بڑے بڑے ماہرین فن اور علوم اسلامیہ پر دسترس رکھنے

والے پیدا ہوئے، اور ہر سطح پر علوم دینیہ کی خدمت انجام دیتے رہے، مثلاً شیخ عبدالنبی گنگوہی، شیخ الاسلام عبداللہ سلطانپوری، ابوالفضل فیضی، شیخ احمد سرہندی اور ملا عبدالنبی الشطاری وغیرہ۔

عہد مغلیہ میں سترھویں صدی کو عربی زبان و ادب اور علوم اسلامیہ کی ترقی کا زریں دور کہا جاتا ہے اس صدی میں ہندوستان کے تحت طاؤس پر جہاں گیر، شاہ جہاں، اور عالم گیر جیسے جلیل القدر شہنشاہ جلوہ افکن ہوئے،

جہاں گیر نے چونکہ تعلیم و تربیت اچھی پائی تھی، اس لئے اس کے گرد علماء و فضلاء کا اجتماع رہتا تھا، شیخ عبدالحق محدث دہلوی شیخ احمد سرہندی اور عماد الدین عبدالنبی الشطاری اس دور کے اہم علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ عماد الدین عبدالنبی الشطاری کی تعلیمی زندگی کا بیش تر وقت جہاں گیر کے دور میں گزرا ہے، اس لئے ان کو ہم اس کے دور کی طرف منسوب کرتے ہیں، ورنہ ان کی پیدائش تو اکبر کے دور میں ہوئی۔

ان علماء کے اثرات ہندوستان کے ذہن و دماغ پر بہت دور رس پڑے، جہاں گیر کے بعد جس علم پرورد شاہ نے زمام حکومت سنبھالی وہ شاہ جہاں ہے، جس نے خاندان مغلیہ کی روایات کو نہ صرف یہ کہ برقرار رکھا، بلکہ ان میں تنوع بھی پیدا کیا، اس دور کے ممتاز علماء میں عبدالحکیم سیالکوٹی، ملا محمود جونپوری، محبت اللہ الہ آبادی، اور مفتی عبدالسلام دیوی قابل ذکر ہیں

عہد عالمگیر اپنی علمی جدوجہد اور معارف پروری کے سلسلے میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ عہد عالمگیری نے دنیا کو وہ جلیل القدر، فقیہ، محدث، مفسر، اور ماہرین علم و فن علماء کیسے دیئے ہیں، جو اپنے تبحر علمی اور دینی بصیرت کے لئے منفرد ہیں، ان میں احمد ابوسعید امیٹھوی، محبت اللہ بہاری، بہت مشہور ہوئے۔

اس مقالے میں شیخ عبدالنبی الشطاری کے رسالہ دستور المفسرین پر کام کیا گیا ہے، جو کہ مخطوطہ کی شکل میں مولانا آزاد لائبریری میں ۱۴/۱۸ کے تحت فرنگی محل کلکشن میں موجود ہے۔ شیخ عبدالنبی اگر وہی شطاری، بہت مشہور عالم دین ہیں، اور علوم اسلامیہ دینیہ پر تذکروں کی کتابوں سے ان کی پچاس سے زائد تصانیف کا پتہ چلتا ہے، جن میں کچھ شروح و حواشی بھی ہیں، لیکن ان کی اکثر کتابیں غیر مطبوعہ ہیں اور نایاب ہیں۔ شیخ عبدالنبی الشطاری نے نسخ قرآنی کے موضوع پر دستور المفسرین نامی ایک رسالہ تحریر فرمایا، چونکہ یہ ان کی آخر عمر کی تصنیف ہے، میرے خیال میں اس موضوع پر عربی زبان میں نہ تو ان سے پہلے کسی ہندوستانی عالم نے اتنی تفصیل سے لکھا ہے اور نہ ہی ان کے بعد کسی تحریر کا پتہ چلتا ہے، تحریر میں بے انتہا بختگی ہے، اور نسخ کا بہت تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے، اس مقالے کو پانچ ابواب پر منقسم کیا گیا ہے۔

پہلے باب میں صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کے زمانے سے لیکر آج تک کچھ علماء کا تذکرہ ہے، جو ہندوستان میں آئے یا پیدا ہوئے اور پھر حجاز مقدس کو اپنا موطن بنالیا۔ جن کا ذکر مقالہ میں الگ الگ عناوین کے تحت کیا گیا ہے، مثلاً صادرین علماء و مشائخ اور وار دین علماء و مشائخ۔

اس کے بعد اس باب میں سترھویں اور اٹھارھویں صدی عیسوی کے علماء اور مختلف مغلیہ فرمانرواؤں کے عہد میں ہندوستان کے علمی و ادبی اور معاشرتی حالات کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے، اور یہ جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ علوم اسلامیہ کا قافلہ ہندوستان میں اٹھارھویں صدی تک کہاں پہنچا۔ اور علوم اسلامیہ اور عربی زبان و ادب کو کس حد تک فروغ ہوا۔

دوسرے باب میں عماد الدین ملا عبدالنبی الشطاری کے معاصرین علماء کی حیات

اور کارناموں کا مفصل ذکر ہے۔ جن میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، ملا محمود جوہپوری، ملا عبد السلام دیوی کے اسماء قابل ذکر ہیں اس باب میں ان کی تصانیف کا بھی ذکر کیا گیا ہے، اور ان کی طباعت و عدم طباعت کے سلسلے میں بھی معلومات علی قدر المستطاع فراہم کی گئی ہیں۔

تیسرے باب میں ملا عبد النبی الشطاری کی زندگی اور ان کے علمی کارناموں کو اجاگر کیا گیا ہے، چونکہ عبد النبی شطاری کا تعلق سلسلہ شطاریہ سے اس لئے مشرب شطار اور ان کے ریاضت و مجاہدوں کا تفصیلی ذکر ہے۔ ملا عبد النبی کی تقریباً پچاس سے زائد کتابوں کا تذکرہ، تذکرہ کی کتابوں میں ملتا ہے، لیکن ان کی پانچ چھ کتابوں کے علاوہ کوئی بھی کتاب مطبوعہ نہیں ہو سکی، دو مخطوطوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو راقم نے حافظ اسحاق سہارنپوری کے ذاتی کتب خانہ اور خدا بخش لاہری پٹنہ میں دیکھے، اور ان سے استفادہ کیا۔ اس باب میں ملا عبد النبی شطاری کے اسلوب نگارش کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

چوتھے باب میں نسخ قرآنی کے موضوع پر عبد النبی شطاری کے رسالہ دستور المفسرین کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور تمام مباحث کتاب پر وہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور انہوں نے جن مباحث کا تذکرہ کیا ہے ان مباحث کے سلسلے میں دوسرے علماء کی آراء بھی نقل کی گئی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ اقسام نسخ اور وقوع و جواز نسخ کے عقلی و نقلی دلائل کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور بترتیب سور قرآن کریم وقوع نسخ کا بھی تذکرہ ہے، اور سورت میں ناسخ و منسوخ آیات کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کونسی آیت کس آیت سے منسوخ ہے۔ اس رسالہ میں مصنف نے ۲۵ فصلیں قائم کی ہیں ہر فصل کے شروع میں وہ لفظ ”تنبیہ“ لال قلم سے لکھتے

ہیں، اور نئے مسئلے کو ذکر کرتے ہیں، اس مقالے میں ان تمام مباحث پر مکمل تبصرہ کیا گیا ہے۔

پانچویں باب میں، مخطوطے کا تنقیدی جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ اس مخطوطے کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں مثلاً شیخ عبدالنبی کی عربی دانی کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کی کئی عبارتیں نقل کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ جس وقت عرب دنیا میں عربی زبان غیر ضروری محسنات لفظیہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی، اس وقت ہندوستان میں ایسی شستہ عربی لکھنے والے موجود تھے۔ جن کی زبان میں کہیں سے کہیں تک بھی رکاکت کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ یہ رسالہ خود عربیت کا شاہکار ہے۔ جن کا اسلوب علمی ہونے کے ساتھ ساتھ ادبیت کا رنگ لیے ہوئے ہے۔

ذاکر حسین

ریسرچ اسکالر

شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ



شیخ عماد الدین عبدالنبی شطاری کی دستورالمفسرین (تحقیق و تعلیق)

مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی۔

نگراں

ڈاکٹر مسعود انور علوی
ریڈر شعبہ عربی

پیش کردہ

ذاکر حسین

شعبہ عربی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲۰۰۵ء



Department of Arabic A.M.U., Aligarh

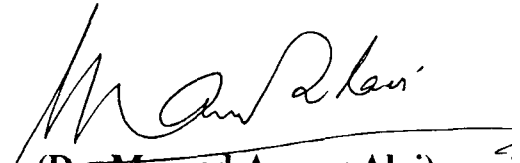
Dr. M. A. Alvi
Reader

☎ (0571) 2709062 - Off
1300/1301 - Int.

19.12.2005

TO WHOM IT MAY CONCERN

This is to certify that Mr. Zakir Husain, Admission No. 148424, date of admission 30.09.1991 and Enrolment No. V-7798 has completed his Ph.D. work entitled **“A Critical Edition of Dastoor al-Mufasssirin by Emaduddin Abdul al-Nabi Shattari with Introduction and Annotation”**. The thesis embodies the findings and results of investigations conducted under my supervision. The work is an original contribution and entirely his own. It is now forwarded for necessary formalities for the award of Ph.D. Degree in Arabic.


(Dr. Masood Anwar Alvi)

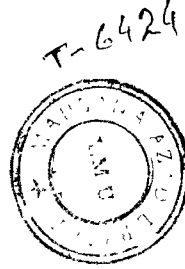
Supervisor



T6424

T-6424

فہرست مضامین



مقدمہ

پہلا باب :-

- | | |
|----|--|
| ۱ | سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں ہندوستان کے علمی و ادبی
اور معاشرتی حالات |
| ۴ | واردین اولیاء و مشائخ |
| ۹ | صادرین اولیاء و مشائخ |
| ۲۳ | سترہویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی |
| ۲۴ | تاریخی پس منظر |
| ۲۸ | سیاسی پس منظر |
| ۲۹ | مذہبی پس منظر |
| ۳۱ | ادبی پس منظر |
| ۳۲ | عہد جہانگیری |
| ۳۳ | انگریز کا پہلا قدم |
| ۳۴ | ثقافتی و سماجی حالات |
-

۳۵ مذہبی حالات

۳۷ تعلیمی حالات

۳۸ عہدِ عالمگیری اور ہندوستان کے حالات

۴۰ ثقافتی و سماجی حالات

۴۱ مذہبی حالات

۴۱ تعلیم حالات

دوسرا باب :-

۵۲ شیخ عبدالنبی شطاریؒ کے معاصر علماء

۵۲ حضرت مجدد الف ثانیؒ

۶۰ تصانیف

۶۳ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

۶۶ تصانیف

۷۱ ابوالفیض فیضی

۷۳ تصانیف

۷۷ شیخ محمد طاہر پٹنی

۷۹ شیخ وجیہ الدین احمد آبادی

۸۰ افغان مشائخ و علماء

۸۰ شیخ عبداللہ نیازی سرہندی

۸۱	شیخ احمد سون قدس سرہ
۸۵	قصور کے افغان مشائخ
۸۸	اخوند بابر و زیہ پشاوری قدس سرہ
۸۹	اخوند بابر و زیہ
۹۱	عبد الحکیم سال کوٹی
۹۳	تصانیف
۱۰۰	ملا محمود جوہپوری
۱۰۳	عبدالسلام اعظمی دیوی
۱۱۸	تصانیف
۱۲۱	محبت اللہ آبادی
۱۲۷	تصانیف
۱۳۴	احمد بن ابوسعید
۱۳۸	تصانیف
۱۴۵	قاضی محبت اللہ بہاری
۱۴۵	تصنیفی کارنامے
	تیسرا باب :-
۱۵۵	شیخ عبدالنبی الشطاری حیات اور کارنامے
۱۵۵	شطاری سلسلہ

۱۵۷	شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری
۱۶۲	شطاری سلسلے کی تعلیمات
۱۷۰	روحانی تعلیمات
۱۷۴	دعوت اسماء
۱۸۴	اخلاقی تعلیمات
۱۸۸	شیخ عبدالنبی الشطاری
۱۸۸	ابتدائی حالات
۱۸۸	ولادت
۱۹۰	تصانیف
۱۹۳	ذریعہ النجاة شرح المشکوٰۃ
۱۹۳	رسالہ کنوز الاسرار فی اشعار الشطار
۱۹۴	الرسالہ فی اسماء الذات
۱۹۴	الرسالہ فی تعریف الفقر
۱۹۵	لطائف العشر فی حقیقۃ البشر

چوتھا باب :-

۲۰۱	دستور المفسرین ایک جائزہ
۲۰۶	نسخ کے اصطلاحی معنی کا بیان
۲۰۷	نسخ کے جواز اور وقوع پر عقلی دلیلیں

۲۱۴	اقسام نسخ
۲۱۵	نسخ الکتاب بالکتاب
۲۱۶	نسخ الکتاب بالسنة
۲۱۷	نسخ السنة بالسنة
۲۱۸	نسخ السنة بالکتاب
۲۲۰	الضرب الاول نسخ الحکم والنخط
۲۲۱	الضرب الثاني للمنسوخ
۲۲۲	الضرب الثالث ما بقى خطه ونسخ حکمه
	پانچواں باب :-
۲۷۱	دستور المفسرين ايك تنقيدى جائزه
۲۷۴	مخطوطه كى خصوصيات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله الهادي إلى الصواب، وأشهد أن لا إله إلا الله الكريم الوهاب، وأشهد أن سيدنا محمداً رسول الله من أتاه الحكمة وفصل الخطاب - اللهم صل وبارك عليه وعلى آله واصحابه ومن أحيا سننه إلى يوم الدين:

اما بعد:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی کے زمانے سے ہندوستان کی سرزمین علوم دینیہ کے ماہرین، علماء، صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی بڑی تعداد سے معمور رہی ہے، حضرت عمر فاروقؓ ہی کی زمانے سے مسلمان اس سرزمین کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور متعدد علماء انفرادی و اجتماعی شکل میں ہندوستان کا رخ کرتے رہے۔

تبع تابعین میں مختلف شخصیتیں ایسی ہیں کہ جنہوں نے اپنی علم و زہد کی شمع کے ذریعہ اس ظلمت کدہ کو منور کیا، اسرائیل بن موسی تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے تھے، ربیع ابن صبیح، ایک اسلامی فوج کے ہمراہ مجاہد کی حیثیت سے وارد ہوتے تھے۔ اور ایک بیماری کے سبب یہیں ان کا انتقال ہوا اور یہیں مدفون ہوئے۔ ابو معشر نخج، سندھی الاصل تھے۔ لیکن سندھیوں اور مسلمانوں کی جنگ میں گرفتار ہو کر حجاز چلے گئے تھے، اور وہیں کے ہو کر رہ گئے سندھ عربوں کے عہد میں علم و ادب کا مرکز بن گیا، یہاں جگہ جگہ مساجد تعمیر ہوئیں، جنہوں نے درس و تدریس کے مراکز کی حیثیت اختیار کر لی، اور ان مساجد نے ایسے صاحب بصیرت علماء دیئے، جنہوں نے عالم اسلام میں اپنی عظمت کا سکہ جمایا،

عربوں کے عہد حکومت میں، دیبل کا شمار بھی اسلام کے عظیم مراکز میں ہوتا تھا، یہاں عظیم علماء حفاظ، قراء محدثین اور مفسرین مقیم تھے۔ یہاں کے مشہور علماء میں احمد بن محمد ہارون المقرئ الدیلمی، علی بن موسیٰ محدث، خلف بن محمد ابو عبد اللہ بن عبید اللہ، ابو العباس احمد بن منصور الحسینی القاضی، وغیرہم۔

دیبل کی طرح منصورہ بھی علماء کا مسکن رہا ہے، یہاں کے علماء میں ابو جعفر عبد اللہ بن اسماعیل بن ابراہیم ابو محمد عبد اللہ بن جعفر اور ابو بکر احمد بن محمد منصوری وغیرہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ الغرض، ہندوستان میں عربوں کی آمد کے بعد ہی سے اسلامی علوم و فنون اور عربی زبان و ادب کی ترویج و اشاعت شروع ہو گئی تھی، چنانچہ ہندوستان کے مختلف گوشوں میں ایسے بڑے بڑے نامور اربابِ روزگار علماء و فقہا ادا اور شعراء پیدا ہوئے، جنہوں نے نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ بیرون ملک خصوصاً عرب دنیا میں اپنے تبحر اور علمی فضیلت کا سکھ جمایا، اور خراج تحسین حاصل کیا۔

علامہ حسن صفائی لاہوری، صاحب مشارق الأنوار النبویہ، اور العباب الزاخر، علماء الدین علی بن احمد صاحب تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، شیخ مبارک ناگوری صاحب منہج عیون المعانی، شیخ ابو الفیض فیضی صاحب سواطع الالہام، شیخ احمد بن ابوسعید صاحب التفسیرات الاحمدیہ سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی، صاحب تاج العروض، مولانا غلام علی آزاد بلگرامی، صاحب سبحة المرجان فی آثار ہندوستان، سید سلیمان ندوی، صاحب سیرۃ النبی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ظفر احمد تھانوی اور مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی الندوی جیسے متبحر علماء نے اس سرزمین کو رونق بخشی، اور یہاں پر علم دین کو پھیلا دیا، اور ہزار ہا لوگوں کی اصلاح کی، موجودہ

ہندوستان کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس خیال کو ذہن نشین کر لیں کہ آج دنیا بھر میں مسلمانوں کو اگر یاد کیا جاتا ہے تو وہ انہی اسلاف کی کاوشوں کا نتیجہ ہے، جو کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے وہ پیش بہا قیمتی علم کا خزانہ چھوڑ کر گئے ہیں کہ اگر صرف ان ہی پر کام کیا جائے تو پوری ایک صدی ان کے کارناموں کو اجاگر کرنے کے لئے ناکافی ہوگئی، ہمیں جب بھی اپنے حال و مستقبل کو بہتر بنانے کی فکر ہوگی، ہم اپنے ماضی کی تابناکیوں کا کس حد تک علم رکھیں گے، چنانچہ یہ وقت کا اہم تقاضہ ہے، کہ ایسی مایہ ناز ہستیاں جو اب تک گوشہ گمنامی میں ہیں، اور لوگ ان کے کارناموں کو تو کیا ناموں سے بھی بس یونہی واقف ہیں۔ ان پر تحقیقی کام کر کے ان کی شخصیت اور ان کے کارناموں کو اجاگر کیا جائے، تاکہ لوگ ان کے علمی و ادبی سرمایے سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں، اور اس سے آگے اس علم کے سلسلے میں بحث و تحقیق کے افق روشن کریں۔ ہندوستان کے فارسی کے کاموں پر تو کچھ کام ہوا ہے لیکن علمائے ہند کے عربی میں لکھے گئے کام ابھی بھی گوشہ گم نامی میں ہیں۔

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا بانی ظہیر الدین محمد بابر اور اس کا جانشین محمد ہمایوں دونوں معارف پروری اور علماء نوازی میں نمایاں مقام لکھتے تھے، اس دور کے جس مقتدر علماء نے ہندوستان کے علمی افق کو تابناک بنائے رکھا، ان میں ملا حسین واعظ کاشفی، شیخ الاسلام سیف الدین، تفتازانی، میر جمال الدین محدث شیخ زین الدین خوانی، شیخ عبدالقادر گنگوہی، اور شیخ محمد غوث گوالیاری کے اسماء مشہور ہیں عہد اکبری کی علمی سرگرمیاں بھی کچھ کم نہیں، اس دور میں جو سلسلہ پہلے سے چلا آ رہا تھا وہ نہ صرف یہ کہ جاری رہا بلکہ اکبر نے علماء نوازی کی بہترین مثالیں قائم کیں۔ اس کے دور میں بڑے بڑے ماہرین فن اور علوم اسلامیہ پر دسترس رکھنے

والے پیدا ہوئے، اور ہر سطح پر علوم دینیہ کی خدمت انجام دیتے رہے، مثلاً شیخ عبدالنبی گنگوہی، شیخ الاسلام عبداللہ سلطانپوری، ابوالفضل فیضی، شیخ احمد سرہندی اور ملا عبدالنبی الشطاری وغیرہ۔

عہد مغلیہ میں سترھویں صدی کو عربی زبان و ادب اور علوم اسلامیہ کی ترقی کا زریں دور کہا جاتا ہے اس صدی میں ہندوستان کے تخت طاؤس پر جہاں گیر، شاہ جہاں، اور عالم گیر جیسے جلیل القدر شہنشاہ جلوہ افکن ہوئے،

جہاں گیر نے چونکہ تعلیم و تربیت اچھی پائی تھی، اس لئے اس کے گرد علماء و فضلاء کا اجتماع رہتا تھا، شیخ عبدالحق محدث دہلوی شیخ احمد سرہندی اور عماد الدین عبدالنبی الشطاری اس دور کے اہم علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ عماد الدین عہد النبی الشطاری کی تعلیمی زندگی کا بیش تر وقت جہاں گیر کے دور میں گزرا ہے، اس لئے ان کو ہم اس کے دور کی طرف منسوب کرتے ہیں، ورنہ ان کی پیدائش تو اکبر کے دور میں ہوئی۔

ان علماء کے اثرات ہندوستان کے ذہن و دماغ پر بہت دور رس پڑے، جہاں گیر کے بعد جس علم پرورد شاہ نے زمام حکومت سنبھالی وہ شاہ جہاں ہے، جس نے خاندان مغلیہ کی روایات کو نہ صرف یہ کہ برقرار رکھا، بلکہ ان میں تنوع بھی پیدا کیا، اس دور کے ممتاز علماء میں عبدالحکیم سیالکوٹی، ملا محمود جوہنپوری، محبت اللہ الہ آبادی، اور مفتی عبدالسلام دیوی قابل ذکر ہیں

عہد عالمگیری اپنی علمی جدوجہد اور معارف پروری کے سلسلے میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ عہد عالمگیری نے دنیا کو وہ جلیل القدر، فقیہ، محدث، مفسر، اور ماہرین علم و فن علماء کیسے دیئے ہیں، جو اپنے تبحر علمی اور دینی بصیرت کے لئے منفرد ہیں، ان میں احمد ابوسعید امیٹھوی، محبت اللہ بہاری، بہت مشہور ہوئے۔

اس مقالے میں شیخ عبدالنبی الشطاری کے رسالہ دستور المفسرین پر کام کیا گیا ہے، جو کہ مخطوطہ کی شکل میں مولانا آزاد لائبریری میں ۱۴/۱۸ کے تحت فرنگی محل کلکشن میں موجود ہے۔ شیخ عبدالنبی اگر وہی شطاری، بہت مشہور عالم دین ہیں، اور علوم اسلامیہ دینیہ پر تذکروں کی کتابوں سے ان کی پچاس سے زائد تصانیف کا پتہ چلتا ہے، جن میں کچھ شروح و حواشی بھی ہیں، لیکن ان کی اکثر کتابیں غیر مطبوعہ ہیں اور نایاب ہیں۔ شیخ عبدالنبی الشطاری نے نسخ قرآنی کے موضوع پر دستور المفسرین نامی ایک رسالہ تحریر فرمایا، چونکہ یہ ان کی آخر عمر کی تصنیف ہے، میرے خیال میں اس موضوع پر عربی زبان میں نہ تو ان سے پہلے کسی ہندوستانی عالم نے اتنی تفصیل سے لکھا ہے اور نہ ہی ان کے بعد کسی تحریر کا پتہ چلتا ہے، تحریر میں بے انتہا پختگی ہے، اور نسخ کا بہت تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے، جیسا کہ آپ چوتھے باب میں ملاحظہ فرمائیں گے، اس مقالے کو پانچ ابواب پر منقسم کیا گیا ہے۔

باب اول:- اس باب میں ہندوستان میں سترھویں، اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان کے علمی، ادبی، ثقافتی حالات کا جائزہ لیا گیا ہے، اور ہندوستان میں پیدا ہونے والے علماء کا جائزہ لیا گیا ہے۔

باب دوم:- اس باب میں شیخ عبدالنبی الشطاری کے معاصرین علماء کا تذکرہ کیا ہے، اور ان کی تصانیف اور علمی کاوشوں کو قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

باب سوم:- اس باب میں شیخ عبدالنبی الشطاری کے حیات اور ان کے علمی کارناموں کا تفصیلی جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ مشرب شطاری پر ذرا تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

باب چہارم:- اس میں مخطوطہ کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، اور مخطوطہ کی ایک ایک لائن پڑھنے کے بعد اس کے مضامین کو اپنی زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی، اور ان مسائل

کو واضح کیا گیا ہے جو شیخ عبدالنبی نے اس رسالہ میں بیان فرمائے۔

باب پنجم:- اس باب میں مخطوطے کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے، اور اس مخطوطے کی خصوصیات اجاگر کی گئی ہیں۔ انداز بیان، اسلوب، اور زبان کے سلسلے میں گفتگو کی گئی ہے۔ مستقبل میں اس موضوع پر مزید تحقیقی آرزو دل میں لیے ہوئے ان ہی پانچ ابواب پر اس مقالہ کو مکمل کر دیا گیا ہے۔

میں سابق صدر شعبہ عربی جناب پروفیسر عبدالباری صاحب کا بے حد ممنون و مشکور ہوں کہ جنہوں نے میرے لئے اس موضوع پر کام کرنے کے لئے منظوری دی اور صدر شعبہ عربی جناب پروفیسر کفیل احمد قاسمی کا ممنون ہوں جنہوں نے اس مقالے کو جمع کرانے کی اجازت مرحمت فرمائی میرے نگراں اور محسن جناب ڈاکٹر مسعود انور علوی ریڈر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے قدم قدم پر میری راہ نمائی فرمائی اور حوصلہ افزائی کی کہ جس کے بغیر یہ کام مکمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور شعبے کے تمام اساتذہ کا بھی بے حد ممنون و مشکور ہوں

اخیر میں جملہ معاونین حضرات لائبریرین کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں خصوصاً ڈاکٹر عبدالجبار قاسمی لیکچرر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ جناب محمد اویس القاسمی کا جنہوں نے اس مقالہ کی تکمیل میں میری ہر ممکن معاونت کی۔ اور جگہ جگہ سے مواد فراہم کیا ہے۔ فللہ الحمد والمنة

ذاکر حسین

ریسرچ اسکالر

شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

﴿باب اول﴾

سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں ہندوستان کے
علمی و ادبی اور معاشرتی حالات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں ہندوستان کے علمی و ادبی اور معاشرتی حالات

ہندوستان میں عربی زبان و ادب کا پس منظر:

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين - وبعد

زیر نظر مقالہ چوں کہ سترھویں صدی عیسوی کے ایک نامور عالم شیخ عبدالنبی اور ان کے اہم رسالہ سے متعلق ہے اس لئے مناسب ہے کہ پہلے کچھ حالات سترھویں صدی عیسوی کے بیان کیے جائیں۔ ہندوستان میں صحابہ کرام ہی کے دور سے مستقل علوم اسلامیہ پر کام ہوتا آیا ہے اور یہاں بڑے بڑے محدث و علما پیدا ہوئے۔ اس لئے قدرے تفصیل سے ان علماء کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ان علماء کو تین طبقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا طبقہ ان علماء کا ہے جو فتوحات جہاد، امارت اور مختلف وجوہ کے سلسلہ میں یہاں آئے ان میں اکثریت عرب اور اس سے ملحق علاقوں کے رہنے والوں کی ہے، دوسرا طبقہ ان بزرگوں کا ہے جو ہندوستان سے باہر گئے ان میں بھی اکثریت عرب ممالک میں جانے والوں کی ہے، یہ دونوں طبقے کتاب و سنت فقہ و فتاویٰ اور دینی علوم سے وافر حصہ رکھتے تھے، اور فقہاء، و محدثین میں شمار ہوتے تھے مگر چونکہ ان پر زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کا رنگ غالب تھا اس لئے ان کو اولیاء مشائخ اور عباد زہاد کے طبقہ میں شمار کیا گیا اور طبقات و تراجم کی کتابوں میں ان کا تذکرہ اس طرح کیا گیا کہ ان کے احوال باطنی اور کشف و کرامات کے مقابلہ میں ان کی علمی حیثیت دب گئی۔ تیسرا طبقہ ان

مشائخ و صوفیہ کا ہے جو ہندوستان میں مقیم رہ کر اپنے فیوض و برکات عام کرتے رہے، اس میں اکثریت بلاد ماوراء النہر اور عجم کے بزرگوں کی ہے جو پانچویں صدی کے حدود میں سلطان محمود غزنوی اور سلطان شہاب الدین غوری کی فتوحات کے بعد یہاں آئے چوں کہ، مذکورہ بالا دونوں طبقوں کے حالات عام طور پر دستیاب نہیں اس لئے ان کا مختصر تعارف کرایا جا رہا ہے، اور تیسرے طبقہ کے حالات یہاں تفصیل سے لکھے گئے۔ اور ان پر خصوصی توجہ دی گئی خلافت راشدہ اور اموی حکومت کا پورا دور اسلامی فتوحات کا زریں دور ہے اسی زمانہ میں ہندوستان میں بھی شاندار فتوحات ہوئیں، اس دور کے غازیوں اور مجاہدوں میں صحابہ تابعین اور تبع تابعین کی اکثریت تھی جن میں بڑے بڑے عباد و زہاد و اہل اللہ اور اصفیاء و اتقیاء کی اچھی خاصی تعداد ہوا کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ ان کے وجود کی برکت سے مسلمانوں کو فتح و کامرانی سے نوازتا تھا۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے۔

و کان فی عسا کرہم و جیوشہم فی	ان کے لشکروں میں کبار تابعین کے صلحاء
الغزو الصالحون والاولیاء والعلماء	اولیاء اور علماء کی ایک بڑی جماعت ہر فوجی
من کبار التابعین فی کل جیش منهم	دستہ میں رہا کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ اس کے
شر ذمة عظيمة ينصر الله بهم دينه	ذریعہ اپنے دین کی نصرت فرماتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۸۷)

خلافت راشدہ میں ہندوستان کی فتوحات کے شرکاء و امراء میں صحابہ کی ایک جماعت تھی چند حضرات کے نام یہ ہیں۔ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی، حضرت حکم بن ابی العاص ثقفی، حضرت مغیرہ بن ابی العاص ثقفی، حضرت حکم بن عمرو ثعلبی غفاری، حضرت خریث بن راشد سامی، حضرت ربیع بن زیادہ حارثی، حضرت سہل بن عدی عتبان انصاری، حضرت عبداللہ بن عمیر اشجعی، حضرت عبدالرحمن

بن سمرہ قرشی، حضرت عبید اللہ بن معمر تمیمی قرشی، حضرت عمیر بن عثمان بن سعد، حضرت مجاشع بن مسعود سلمی، حضرت منذر بن جارد عبدی رضی اللہ عنہم۔

بنو امیہ کا پورا دور اس ملک میں تابعین اور تبع تابعین کی آمد کا ہے جن میں سنان بن سلمہ بن مخبوق ہذلی، ابوالیمان معطی بن راشد ہذلی بصری، ابوالحسن معطی بن زیادہ قردوسی بصری، کرز بن ابوکرز و برہ حارث کوفی، کہمس بن حسن بصری صاحب الحسن ابو موسی اسرائیل بن موسی بصری صاحب الحسن، ربیع بن صبیح سعدی صاحب الحسن رحمہم اللہ جیسے صالحین شامل ہیں ان بزرگوں میں امیر شہر، مجاہد، رضا کار اور داعی و مبلغ سب ہی شامل ہیں، جو اپنی مفوضہ خدمات دینی نقطہ نظر سے نہایت اخلاص و ایثار اور امانت و دیانت کے ساتھ انجام دیتے تھے۔

عباسی دور خلافت میں ان کے فیض یافتہ حضرات ان کے جانشین بن کر یہاں آئے اور یہ سلسلہ عرب حکومتوں کے دور تک جاری رہا حتیٰ کہ ۴۴۷ھ میں سلطان محمود غزنوی کی فتوحات کے بعد مستحکم سلطنت کا قیام ہوا اور ملک عرب کے مقابلہ میں بلاد ماوراء النہر اور عجم کے اہل علم اور ارباب فضل و کمال جوق در جوق یہاں آنے لگے، جو دوسرے دینی علوم کے مقابلہ میں فقہ تصوف اور معقولات سے زیادہ شغف رکھتے تھے، ان حضرات میں حضرت شیخ علی بن عثمان ہجویری لاہوریؒ اپنے دینی و علمی اور روحانی فیض رسانی میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

ہندوستان سے باہر جانے والے قدیم اولیاء و مشائخ میں حضرت شیخ عبدالرحیم بن حماد ثقفی دیلمی ہمارے علم میں پہلے بزرگ ہیں جن کی مشیخت کا شہرہ ہندوستان سے عرب تک پہنچا وہ حضرت حارث بن اسد محاسبی، حضرت حاتم اصم اور حضرت شقیق بلخی کے ہم پلہ بزرگ تھے، ان بزرگوں کے احسانی و روحانی تعلقات بیرونی مشائخ سے نہایت گہرے تھے ان میں حضرت بایزید بسطامی کے استاذ

و شیخ ابوعلی سندی، ان کے بھانجے ابو موسیٰ دیلمی، حضرت جنید بغدادی کے مرید ابو الحسن منصوری، حضرت بشر حافی کے مرید اسمعیل سندی، حضرت ابو العباس بن سرتج کے مرید شیخ عثمان سندی اور ابو بکر احمد مستجاب الدعوات جیسے اکابر اولیاء و مشائخ کے نام پائے جاتے ہیں، یہ تمام اولیاء و مشائخ فقہاء و محدثین کے زمرے میں ہیں مگر چونکہ ان پر زہد و تصوف کا رنگ غالب رہا اس لئے ان کو صوفیہ و مشائخ کی حیثیت سے شامل کیا گیا ہے ان میں ان علماء و محدثین کا ذکر نہیں ہے جو اس دور میں ہندوستان اور تعلیم و تدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے، ان اولیاء و مشائخ کے ذکر میں حروف تہجی کا خیال رکھا گیا ہے۔

واردین اولیاء و مشائخ:

شیخ احمد بن حسین دماوندی: شیخ احمد بن حسین بن علی دماوندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ رے اور طبرستان کے درمیان مقام دماوند میں ۴۹۰ھ کے حدود میں پیدا ہوئے، ایک قول کے مطابق وہ قاضی ابو یوسف کی اولاد ہیں۔ تقی الدین عبدالقادر تمیمی مصری نے ان کے حال میں لکھا ہے۔

کان فقیہاً، عالماً، زاهداً ورعاً،	وہ فقیہ، عالم، زاہد، پرہیزگار متواضع تھے
کثیر المحفوظ متواضعاً له بیت	انھیں احادیث و مسائل بہت زیادہ یاد تھے
مشہور بالعراق و سافر الی بلاد	ان کا خاندان عراق میں علم و فضل میں مشہور
غزنة والهند و اقام بها مدة و صحب	ہے غزنیوں اور ہندوستان کا سفر کیا اور وہاں
الکبار	ایک مدت تک قیام کر کے اکابر علماء و مشائخ

کی صحبت اٹھائی

شیخ ابوالعباس احمد بن عثمان تونسلی ملتانی:-

شیخ احمد بن عثمان بن عبد الجبار تونسلی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا حال نیل الالبہاج میں تونسلی کے ساتھ ملتانی نسبت سے ملتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تونس (افریقہ) کے رہنے والے تھے ملتان میں زیادہ اقامت کی اور اس کی طرف منسوب ہوئے۔

رحل الی المشرق ولقی فضلاء انھوں نے مشرقی ممالک کا سفر کر کے جلیل
اجلة ثم رجع فسكن بجابة واقربها القدر علماء وفضلاء سے ملاقات کی اور واپس
واسمع، له علم بالعربية والفقه آ کر افریقہ کے شہر بجایہ میں سکونت اختیار
واصوله، واصل الدين وحظ من کر لی وہیں تعلیم دی، وہ عربی زبان
التصوف ونصيب من العبادة ۲ وادب، فقہ اصول فقہ اصول دین کے عالم
(نیل الالبہاج بطریز الدبیاج) تھے، ساتھ ہی تصوف اور عبادت و ریاضت

سے وافر حصہ رکھتے تھے

وہ جلیل القدر فاضل، کامل، مستند اور عابد و زاہد، مالکی مسلک کے عالم تھے۔ افریقہ کے بعض حکمرانوں نے ان کو اپنے دار السلطنت میں بلا کر ان سے استفادہ کیا۔

شیخ ابواسحاق ابراہیم بن مالک بغدادی:-

شیخ ابواسحاق ابراہیم بن مالک بن بہود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے روح بن عبادہ، ابواسامہ، محمد بن عبید، زید بن حباب وغیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے، ابن ابوحاتم رازی اور امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبد اللہ نے ان سے حدیث پڑھی ہے نہایت صالح اور بزرگ عالم تھے ان کا محبوب مشغلہ یہ تھا کہ سندھ آ کر کھجور کے پودے لے جاتے اور بغداد میں لگاتے اور ہر پودے

پر قرآن ختم کرتے تھے۔

وكان من الصالحين وكان يغرس النخيل الصغار فاذا غرس نخلة لم يبرح حتى يختم القرآن وكان يحمل النخيل من السند ۳

وہ صلحاء میں تھے، کھجور کے چھوٹے چھوٹے پودے بوتے تھے اس کے بعد ایک ختم قرآن کی تلاوت کرتے تھے یہ پودے سندھ سے لاتے تھے

اسی سال کی عمر میں رجب ۲۶۴ھ میں انتقال کیا۔ (کتاب الجرح والتعديل، تارخ بغداد، المنتظم)

ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری ہندی:-

ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری رحمۃ اللہ علیہ امام حسن بصری کے تلمیذ خاص اور صاحب الحسن کی نسبت سے مشہور ہیں، انھوں نے حسن بصری ابو حازم الشیخ، محمد بن سیرین، وہب بن معبہ وغیرہ سے حدیث کی روایت کی، اور ان سے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ نے روایت کی ہے، ان کے حال میں لکھا ہے۔

وهو بصری كان يسافر في التجارة الى الهند واقامه بها مدة ۴

وہ بصری ہیں تجارتی سلسلہ میں ہندوستان کا سفر کر کے وہاں زیادہ دنوں تک قیام کرتے تھے

اس لئے ان کو نزیل الہند اور ہندی نسبت سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ دوسری صدی کے طبقہ عبادوز ہاد میں بڑے مقام و مرتبہ کے مالک ہیں،۔

شیخ الاسلام ابو عثمان صابونی:-

شیخ الاسلام ابو عثمان اسمعیل بن عبد الرحمن صابونی رحمۃ اللہ خطیب، واعظ، مفسر، محدث اور اپنے زمانہ میں جامعیت میں بے مثل تھے، ورع و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بلند مقام رکھتے

تھے، انھوں نے نیشاپور، خراسان، غزنہ، بلاد ہند، زمل، طبرستان شام، بیت المقدس اور حجاز میں حدیث کی تعلیم دی اور ستر سال تک مسلسل وعظ بیان کیا ہے، ہندوستان کے بادشاہ کی دعوت پر یہاں آئے اور واپسی کے بعد ہرات میں کئی دن تک روایت حدیث اور وعظ کی مجالس منعقد کیں، محرم ۴۴۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ۵

شیخ حسین بن منصور حلاجؒ:-

شیخ حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ تھے وہ ہندوستان میں آئے اور یہاں کے معتقدین ان کو مغیث کے لقب سے یاد کرتے تھے اور ان سے خط و کتابت رکھتے تھے، ان کے بارے میں طبقہ صوفیاء و مشائخ میں اختلاف ہے۔ ذی قعدہ ۳۹۰ھ میں قتل کئے گئے (طبقات کبریٰ، شعرانی وغیرہ)۔

شیخ حسین زنجانی لاہوریؒ:-

شیخ حسین زنجانی، لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مشہور مشائخ میں تھے، زہد و تقویٰ کے ساتھ فقہ میں مہارت رکھتے تھے انھوں نے طریقت کی تعلیم و تربیت شیخ ابوالفضل خلی سے پائی تھی اور ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہ کر لاہور آ گئے اور جس دن شیخ علی ہجویری لاہور تشریف لائے اس دن ان کا انتقال ہوا۔ ۶

جیش بصریؒ:-

جیش بصری رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ راہب الامت حضرت عامر بن عبد القیس عنبریؒ کے بھتیجے ہیں۔ سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے ایک مرتبہ محمد بن قاسم نے ان سے کہا کہ راجہ داہر کہیں چھپا ہوا ہے تم اپنے قبیلہ بنی عامر کے سپاہیوں سے کہو کہ اس کی طرف سے غافل نہ رہیں،

اس پر عیش نے کہا کہ میرا دل کہہ رہا ہے کہ داہر مارا گیا، چنانچہ ایسا ہی تھا۔
ابو حفص ربیع بن صبیح بصری:-

ابو حفص ربیع بن صبیح سعدی بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن بصری کے خاص تلمیذ اور صاحب احسن کی نسبت سے مشہور ہیں، عابد و زاہد اور مجاہد و محدث و فقیہ ہیں ان کے تلامذہ حدیث میں سفیان ثوری، وکیع بن جراح، عبد الرحمن بن مہدی، ابوداؤد طیالسی جیسے اساطین علم و فضل پائے جاتے ہیں، بصرہ کے عباد و زہاد میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، ۱۶۰ھ میں بزمانہ خلیفہ مہدی ہندوستان کے جہاد پر آئے اور گجرات کے مقام باربد (بھاڑ بھوت) کی فتح میں شریک رہے واپسی پر یہیں ۱۶۰ھ میں انتقال کر گئے اور یہیں دفن ہوئے، ایک روایت کے مطابق وہ اسلام میں حدیث کے پہلے مصنف ہیں، راقم نے ان کے مفصل حالات جمع کئے ہیں جو ’اسلامی ہند کی عظمت رفتہ میں شامل ہیں۔
شیخ ابو عثمان سعید بن محمد ملقبادی:-

ابو عثمان سعید بن محمد بن احمد بخیری ملقبادی رحمۃ اللہ علیہ کا گھرانہ ’بیت التزکیہ والعدالۃ‘ تھا، حلیل القدر، کبیر الشان، اور ثقہ محدث ہیں، تصوف میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، ملقباد میں ان کی مستقل خانقاہ، کتب خانہ اور مسجد تھے وہ شجاعت و مرادنگی اور ہمت و حوصلہ میں مشہور تھے، عراق اور خراسان میں حدیث کی تعلیم حاصل کی تھی، ان کی اولاد میں صوفیہ و مشائخ گذرے ہیں، شیخ ابو عثمان ملقبادی سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان کے جہاد میں شریک رہے اور شاندار خدمات انجام دی ہیں، ربیع الآخر ۴۵۷ھ میں انتقال کیا۔ ۷
شیخ علی بن عثمان ہجویری لاہوری:-

شیخ ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے اولیاء کبار میں ہیں بہت

بڑے عالم و فقیہ تھے طریقت و معرفت کی تعلیم و تلقین شیخ ابوالفضل ختلی سے حاصل کی نیز شیخ ابوالقاسم عبدالکریم قشیری اور دوسرے مشائخ و محدثین سے کسب فیض کیا، بہت زیادہ سیر و سیاحت کی آخر میں لاہور آکر یہیں مقیم ہو گئے۔ اور ۵۶۱ھ میں انتقال کیا، ان کی کتاب کشف المحجوب تصوف کی مشہور کتاب ہے۔ ۸۔

شیخ ابوعلی شقیق بلخی:-

شیخ ابوعلی شقیق بن ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ خراسان کے مشہور اور اجلہ مشائخ میں ہیں، قزوینی نے آثار البلاد میں لکھا ہے کہ ابتداء حال میں وہ بسلسلہ تجارت ہندوستان گئے اور ایک بت خانہ میں جا کر دیکھا کہ ایک آدمی سر اور ڈاڑھی کے بال منڈوائے ہوئے کہہ رہے کہ بت پرستی چھوڑ دو، یہ بت نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا، یہ سن کر اس آدمی نے کہا کہ اگر یہی بات ہے تو تم اپنے گھر میں کیوں نہیں بیٹھے رہے بلا وجہ تجارت میں تکلیف اٹھاتے ہو، وہ تم کو گھر میں روزی دے دیگا، اس کی یہ بات شقیق کے دل کو لگ گئی اور اس کے بعد زہد و تقویٰ کی زندگی اختیار کر لی، بعض لوگوں نے اس واقعہ کا تعلق بلاد روم یا دوسرے ملک سے بتایا ہے حضرت شفیق ۱۹۴ھ جنگ کولان میں شہید ہوئے۔ ۹۔

صادرین اولیاء و مشائخ:

شیخ ابو العباس احمد بن محمد دیلمی مصری:-

شیخ ابو العباس احمد بن محمد دیلمی مصری رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے شہر دیلم کے رہنے والے تھے مصر جا کر وہیں مستقل قیام کیا اور وہیں فوت ہوئے، امام سبکی نے ان کو الحافظ الزاہد لکھا ہے اور تصریح کی ہے کہ:

وكان رحلاً صالحاً من أرباب
 الاحوال والمكاشفات له كرامات
 وہ بزرگ آدمی اہل کرامات و مکاشفات
 میں ہیں ان کی کھلی کھلی کرامتیں ہیں اور ان
 کے حالات زہد و تقویٰ کے اعتبار سے بہت
 ظاہرۃ و احوال سنۃ ۱۰
 بلند ہیں

اور شیخ عبداللہ بن حجازی شرمادی نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔

كان حید المعرفة بالمذهب
 كثير المظرفى العلم زاهداً كثير
 شافعی مذهب کے زبردست عالم تھے،
 کتاب الامام بہت زیادہ دیکھتے تھے، زاہد
 تھے قرآن کی تلاوت بہت زیادہ کرتے تھے
 التلاوة والصيام سليم القلب صاحب
 کرامات
 روزہ بہت زیادہ رکھتے تھے، سليم القلب
 صاحب کرامات بزرگ تھے

ان کا ذریعہ معاش خیاطت یعنی سلائی تھا، جمعہ کے دن ایک کرتہ ایک درم، دو یا تین دانق
 میں سلتے تھے اور اسی سے گرانی ہو یا ارزانی اپنے کھانے پہننے کا انتظام کرتے تھے شافعی المسلک
 اور شافعی فقہ کے زبردست فقیہ تھے۔ ان کا وصال قابل رشک انداز میں ہوا، ابو العباس نسوی
 اور ابو سعید مالینی بیان کرتے ہیں کہ ہم دونوں ان کے انتقال کے وقت موجود تھے انھوں نے بیماری
 کی وجہ سے مغرب اور عشاء کی نماز مغرب کے وقت ادا کی اور سحر کے وقت کہا کہ مجھے قبلہ رخ کرو،
 اس کے بعد تلاوت قرآن شروع کی اور اسی حال میں انتقال کر گئے، یہ رمضان ۳۷۳ھ کا واقعہ ہے،
 ان کی مقبولیت کا یہ حال تھا کہ مصر میں کوئی قابل ذکر انسان ایسا نہ رہا جو ان کے جنازہ میں شریک نہ
 ہوا ہو۔ ۱۱

شیخ ابوبکر احمد بن سندی بغدادی :-

امام ابوبکر احمد بن سندی بن بحر حداد سندی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اولیائے کبار اور علمائے عظام میں تھے خطیب بغدادی نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔

وكان ثقة صادقاً، خيراً، فاضلاً ثقة، صادق، نیک اور فاضل بزرگ تھے،
یسکن قطیعة بن حداد بغداد کے محلہ قطیعة حداد میں قیام کرتے تھے

حافظ ابو نعیم نے ان کو مستجاب الدعوات ابدال میں بتایا ہے

وكان يعد من الابدال وكان يقال ان کا شمار ابدال میں تھا مستجاب الدعاء
انه مستجاب الدعوات ۱۲ بزرگ تھے

انھوں نے حدیث کا سماع محمد بن عباس مودب، حسن بن علویہ قطان، اور حافظ موسیٰ بن ہارون سے کیا تھا، اور ان سے ابن رزقویہ نے ابو حذیفہ بخاری کی تصنیف کتاب المبتداء کی روایت کی نیز ابو علی بن شادان، ابو نعیم اصفہانی وغیرہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔

ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں ان کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے اور حدیث تفسیر اور زہد و رقائق سے متعلق بہت سی روایت ان سے نقل کی ہیں جو حضرت علی، عبد اللہ بن عباس، حضرت مقداد بن اسود، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، ابو جعاء عطاردی، مالک بن دینار، ابو عمران جوئی، سعید بن جبیر شعفی، وہب بن منبہ میمون بن مہران وغیرہ رحمہم اللہ کے بیان میں موجود ہیں، امام ابوبکر احمد بن سندی کا وصال ۳۵۹ھ میں بغداد میں ہوا۔ (تاریخ بغداد، انساب سمعانی، شذرات الذہب، حلیۃ الاولیاء)

شیخ ابوالعباس احمد بن عبد اللہ دیہلی، نیشاپوری:-

شیخ ابوالعباس احمد بن عبد اللہ بن سعید دیہلی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سمعانی کا بیان ہے۔

من الغرباء المتقدمين في طلب العلم ومن الفقراء الزهاد يسكن نيسابور أيام أبي بكر محمد بن اسحاق بن خزيمة^۳۔
وہ طلب علم میں پیش پیش رہنے والے غریب الدیار طالب علموں اور فقراء زہاد میں سے تھے، امام ابو بکر بن خزیمہ کے زمانہ میں نیشاپور میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

خود حسن بن یعقوب حدادی کی خانقاہ میں مقیم تھے اور اندرون شہران کے بال بچے رہتے تھے، خانقاہ میں ایک کمرہ ان کے لئے مخصوص تھا، جامع مسجد میں نمازیں ادا کرتے تھے اور وہاں سے اندرون شہر بال بچوں میں آتے تھے، صوف کے کپڑے پہنتے تھے اور اکثر پیدل چلتے تھے۔

حدیث کے بہت بڑے عالم تھے بصرہ میں قاضی ابو خلیفہ سے، بغداد میں جعفر بن محمد فریابی سے مکہ میں مفصل بن محمد جندی اور اپنے ہم وطن محمد بن ابراہیم دیہلی سے، مصر میں علی بن عبد الرحمن اور محمد بن زیان سے، دمشق میں ابوالحسن احمد بن عمیر بن جوسا سے، بیروت میں ابو عبد الرحمن مکحول، ابو عمرو بہ بحران، اور حسین بن ابو معشر سے، تستر میں احمد بن زہیر تستری سے عسکر میں حافظ مکرم بن عبدان بن احمد سے اور نیشاپور میں ابو بکر محمد بن خزیمہ اور ان کے معاصرین سے حدیث کی روایت کی اور ان سے حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری وغیرہ نے حدیث کی روایت کی تھی ان کا انتقال نیشاپور میں رجب ۳۴۳ھ میں ہوا اور مقبرہ حیرہ میں دفن کئے گئے۔

شیخ ابوالعباس احمد بن نصر دیلمی موصلیؒ:-

بغداد میں قاضی القضاۃ نے ان کو اپنا نائب بنایا تھا، قاضی القضاۃ کے معزول ہو جانے کے بعد خود علیحدہ ہو گئے اور موصل میں اقامت اختیار کر لی یہاں تک کہ یہیں ۵۹۸ھ میں انتقال کیا ۱۴۱۔

شیخ ابوالبراہیم اسمعیل بن سندی بغدادیؒ:-

شیخ ابوالبراہیم اسمعیل بن سندی بغدادی خلال رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ اور شیخ بشر بن حارث حافی بغدادیؒ کے صحبت و تربیت یافتہ اور ان کے اقوال و احوال کے ناقل ہیں انھوں نے مسلم بن ابراہیم وراق سے حدیث کی روایت کی ہے اور ان سے محمد بن مخلد نے روایت کی ہے۔

بغداد کے محلے باب الشام میں رہتے تھے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بشر حافی سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ تم اللہ سے ڈرو، اگر حدیث سے دنیا کا ارادہ کرتے ہو تو ایسا مت کرو اور اگر آخرت کا ارادہ کرتے ہو تو تم نے اس کو حاصل کر لیا ہے، امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے سلسلے سے روایت کی ہے۔ ۱۵۱۔

شیخ ابو محمد بختیار بن عبد اللہ ہندی مروزیؒ:-

شیخ ابو محمد بختیار بن عبد اللہ ہندی مروزی رحمۃ اللہ علیہ کے نیک بندوں میں نہایت بزرگ عالم تھے، امام سمعی کے والد کے آزاد کردہ غلام ہیں، فصد کھولنے میں ماہر تھے اسی لئے فصّاد مشہور ہیں، انھوں نے اپنے آقا کے ساتھ عراق و حجاز کا تعلیمی سفر کیا اور آقا نے ان کو احادیث کثیرہ کا سماع کرایا، بغداد میں ابو محمد جعفر بن احمد بن حسن السراج، ابو الفضل محمد بن عبد السلام بن احمد انصاری اور ابو الحسن مبارک بن عبد الجبار طبری سے ہمدان میں ابو محمد عبد الرحمن بن احمد بن حسن دونی سے، اصفہان میں ابو الفتح محمد بن حداد وغیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے سمعی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے چند

احادیث کا سماع کیا ہے، ان کا انتقال مرو میں صفر ۵۴۱ھ میں ہوا۔ ۱۶

شیخ ابوالحسن بختیار بن عبداللہ ہندی الشنجدی:-

شیخ ابوالحسن بختیار بن عبداللہ ہندی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ امام سمعانی نے اس طرح شروع کیا ہے۔ الصوفی، الزاهد، الہندی عتیق محمد بن اسمعیل الیعقوبی القاضی من اہل بوشنج، شیخ صالح سدید السیرۃ۔

صوفی زاہد، ہندی قاضی محمد بن اسمعیل یعقوبی کے آزاد کردہ غلام تھے، بوشنج کے رہنے والے شیخ صالح نیک سیرت بزرگ تھے۔

انہوں نے اپنے آقا کے ساتھ عراق حجاز اورا ہواز کا تعلیمی سفر کیا، اور بغداد میں شریف ابونصر محمد، ابوالفوارس طراد بن محمد بن علی زینی اور ابو محمد رزق اللہ بن عبدالوہاب تمیمی سے بصرہ میں ابوعلی احمد بن علی تستری، ابوالقاسم، عبدالملک بن خلف بن شعبہ، ابویعلیٰ احمد بن محمد بن حسن عبدی کے علاوہ اصفہان، خوزستان اور بلاد جبل کی جماعت کثیرہ سے حدیث کی روایت کی سمعانی نے ان سے بوشنج اور ہرات میں حدیث پڑھی، ان کی وفات ۵۴۲ھ یا ۵۴۳ھ میں ہوئی۔ ۱۷

شیخ ابو محمد جعفر بن خطاب قصداری بلخی:-

شیخ ابو محمد جعفر بن خطاب قصداری رحمۃ اللہ علیہ بلوچستان کے شہر قصدار کے رہنے والے تھے، بلخ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی، سمعانی نے ان کو فقیہ، زاہد لکھا ہے۔ کان فقیہاً زاہداً، سکن بلخ و هو من قصدار۔

انہوں نے حدیث کی تعلیم ابوالفضل عبدالصمد نصیر عاصمی سے کی ہے اور ان سے حافظ

ابوالفتوح عبدالغافر بن علی کا شغری نے روایت کی ہے، ۱۸۔

شیخ ابوداؤد سیبویہ بن اسمعیل قزواری کلمیٰ:-

شیخ ابوداؤد سیبویہ بن اسمعیل قزواری رحمۃ اللہ علیہ بلوچستان کے شہر قصدار کے رہنے والے تھے جس کو قصدار اور قزواری بھی لکھتے ہیں، اپنے زمانہ کے مشہور بزرگ تھے، یہاں سے مکہ مکرمہ گئے اور وہیں مجاورت کر کے عبادت و ریاضت میں زندگی بسر کی اور وہیں حدیث کی تعلیم بھی دی انھوں نے ابوالقاسم علی بن محمد بن عبد اللہ حسینی ابوالفتح، رجاء بن عبد الواحد اصفہانی حافظ ابوالحسین یحییٰ بن ابوالحسن قزوینی سے حدیث کی روایت کی، ۲۰ھ یا اس کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ ۱۹۔

شیخ عبد اللہ بن حسن بن سندھی اندلسی:-

شیخ عبد اللہ بن حسن بن سندھی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے مشہور مشائخ و محدثین میں تھے، انھوں نے زہد کے موضوع پر ایک بہت ضخیم کتاب تصنیف کی تھی، حافظ ابن حجر نے اس کی بیسویں جلد دیکھی تھی مولف نے علماء و مشائخ کی ایک جماعت سے اس کتاب میں روایت کی تھی انھوں نے سندھ سے منتقل ہو کر اندلس میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں ۳۳۵ھ ان کی وفات ہوئی۔ ۲۰۔

شیخ عبد الرحیم بن حماد دیلمی مصری:-

شیخ عبد الرحیم بن حماد ثقفی دیلمی بصری رحمۃ اللہ علیہ طبقہ تبع تابعین میں ہیں، محمد بن قاسم کے ساتھ قبیلہ بنو ثقیف کے جو لوگ سندھ آئے تھے ان میں علمائے کرام و مشائخ عظام پیدا ہوئے ان ہی میں شیخ عبد الرحیم بھی ہیں، ابن حجر نے لسان المیزان میں امام عقیلی کے دادا کا بیان نقل کیا ہے۔

قدم علينا من السند شيخ كبير وهو
 الشيخ عبدالرحيم بن حماد رحمه
 ہمارے یہاں سندھ سے ایک بہت بڑے
 بزرگ آئے جو اعمش اور عمرو بن عبید سے
 اللہ ۲۱ روایت کرتے تھے۔

انہوں نے بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی، ان سے علمائے عراق نے حدیث کی روایت کی تھی، ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، معجم ابن جمیع میں سند عالی سے ان کی حدیث مروی ہے، ذہبی نے ان کو شیخ واہی یعنی غیر ثقہ بتایا ہے، شیخ عبدالرحیم زہد و تقویٰ اور احسان و تصوف میں حارث محاسبی، حاتم اصم اور شقیق بلخی جیسے مشائخ عظام کی صف کے بزرگ تھے، ایک واقعہ سے ان کے علوئے مرتبت کا پتہ چلتا ہے، خطیب بغدادی نے سعید بن عمرو یزدعی سے روایت کی ہے کہ میری موجودگی میں امام ابو زرعد رازی سے حارث محاسبی اور ان کی کتابوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ خبردار ان کتابوں کو ہاتھ نہ لگانا، ان میں بدعات اور گمراہی کی باتیں ہیں، تم حدیث پر عمل کرو اس میں ایسی باتیں پاؤ گے جو تم کو ان کتابوں سے بے نیاز کر دیں گی، جو شخص کتاب اللہ سے سبق حاصل نہیں کر سکتا وہ ان کتابوں سے کیا حاصل کرے گا؟ مالک بن انس، سفیان ثوری اور اوزاعی وغیرہ نے کتابیں لکھیں جن میں سب کچھ ہے، اس کے بعد امام ابو زرعد نے کہا۔

فأتونا مرة بالحارث المحاسبی ومرة
 بعبد الرحيم الديبلی ومرة بحاتم
 الاصم ومرة بشقيق، ثم قال ما اسرع
 الناس الى البدع ۲۲
 تم لوگ ہمارے پاس کبھی حارث بن اسد
 محاسبی کو کبھی عبدالرحیم دیبلی کو، کبھی حاتم اصم
 کو، کبھی شقیق بلخی کو لاتے ہو، کس قدر
 جلد لوگ بدعات کی طرف مائل ہو گئے۔

حضرات محدثین حدیث کی روایت میں شدت احتیاط کی وجہ سے صوفیہ و مشائخ کی روایات

پراکثر ان کی بزرگی اور نیک نفسی کے باوجود اعتماد نہیں کرتے تھے، اور ان کے احوال و اقوال کو حدیث کے روایتی اور درایتی معیار سے کم سمجھتے تھے، اس لئے لوگوں کو ان کے بارے میں باخبر رکھتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کتاب و سنت کو چھوڑ کر لوگ بزرگوں کے احوال و ملفوظات ہی کو سب کچھ نہ سمجھ لیں، بہر حال اس واقعہ سے شیخ عبدالرحیم دیہلی کی شخصیت و بزرگی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ۲۳

شیخ عثمان سندی بغدادیؒ:-

شیخ عثمان سندی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ چوتھی صدی میں بغداد کے مشائخ کبار میں تھے، ابن جوزی نے المنتظم میں شیخ ابوالعباس احمد بن عمر بن سرتج متوفی ۳۰۶ھ کے حال میں شیخ عثمان کا بیان نقل کیا ہے کہ شیخ ابوالعباس بن سرتج نے مرض الموت میں مجھ سے کہا کہ رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تیرا رب تبارک و تعالیٰ تجھ کو خطاب کر رہا ہے اس کے بعد میں نے سنا بما اجمتم المرسلین (تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا) اس کے جواب میں میرے دل میں آیا کہ ایمان اور تصدیق سے جواب دیا۔ اس کے بعد بھی مجھ سے پھر کہا گیا کہ بما اجمتم المرسلین تو میرے دل میں خیال آیا کہ جواب میں مزید کچھ مطلوب ہے اور میں نے کہا بالایمان والتصدیق غیر اننا قد اصبنا من هذه الذنوب (ایمان اور تصدیق سے جواب دیا البتہ ہم نے گناہ کئے ہیں، تو کہا گیا کہ اما انی قد غفرت لکم (ہم نے تمہاری مغفرت کر دی) اس واقعہ سے شیخ عثمان کی مشیخت و بزرگی کا پتہ چلتا ہے۔

شیخ عمر ہندی مصریؒ اور شیخ محمد ہندیؒ:-

شیخ عمر ہندی، شیخ محمد ہندی، اور ہندوستان کے دوسرے مشائخ مصر کی خانقاہوں، زاویوں

اور رُباطوں میں مستقل طور سے رہتے تھے اور مقبرۃ الہند کے نام سے ان کا قبرستان مشہور تھا، ان ہندی مشائخ کے حالات معلوم نہیں، صرف ان میں سے دو حضرات کے نام معلوم ہو سکے۔

”الکواکب السائرة فی ترتیب الزیارة“ میں شیخ شمس الدین محمد بن ناصر الدین ابن زیات مصری نے لکھا ہے کہ مصر کے بڑے قبرستان میں مشرقی جانب مقبرہ الہند کی جانب تم کچھ چلو گے تو ایک سنگی قبر ملے گی جس کے سر بانے اور پائیں پتھر نصب ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کسی ہندی شیخ کی قبر ہے، یہ صحیح نہیں ہے، مقبرۃ الہند سیدی عبداللہ رومی کی تربت کے قریب ہے، یہ جگہ ”زقاق الہند“ کے نام سے مشہور ہے، میں نے یہاں ایک قبر پر شیخ عمر الہندی اور دوسری قبر پر شیخ محمد الہندی لکھا ہوا دیکھا ہے، یہاں ہندی مشائخ کی ایک جماعت دفن ہے جن کا نشان مٹ چکا ہے۔

شیخ ابونصر فتح بن عبداللہ سندھی:-

شیخ ابونصر فتح بن عبداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار امام شافعیؒ کے تلامذہ کے دوسرے طبقہ میں ہے، آل حسن بن حکم کے آزاد کردہ غلام ہیں، آزادی کے بعد فقہ اور علم کلام کی تعلیم امیر علی محمد بن عبد الوہاب ثقفی سے حاصل کی، شافعی فقہ اور علم کلام میں مہارت رکھتے تھے اسی کے ساتھ طبقہ مشائخ میں ان کا شمار تھا اور زہد و تقویٰ میں بلند مقام و مرتبہ رکھتے تھے، عبداللہ بن حسین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ابونصر سندھی کے ساتھ چل رہے تھے، ان کے پیچھے چلنے والے بہت زیادہ لوگ تھے راستہ میں ہم کو ایک شریف (آل رسول سے) ملا، جو بدست کیچڑ میں پڑا تھا، اس نے ہم لوگوں کو دیکھ کر ابونصر کو گالی دی اور کہا کہ اے غلام! ہم تو اس حال میں پڑے ہیں اور تمہارے پیچھے پیچھے یہ لوگ چل رہے ہیں، ابونصر نے اس سے کہا

ایہا الشریف: اتدری لہم هذا لانی
 اے شریف! تم سمجھتے ہو یہ بات کیوں ہے؟
 متبع آثار جددک وانت متبع آثار
 بات یہ ہے کہ میں تمہارے نانا کے نقش قدم
 حدی ۲۴
 پر چلتا ہوں اور تم میرے نانا کے نقش قدم پر
 چلتے ہو

ابونصر مشیخت کے ساتھ حدیث وفقہ کے عالم تھے، انہوں نے محدثین سے حدیث کی روایت کی
 اور اہل علم نے ان سے روایت کی۔ ۲۵
 شیخ ابو عبد اللہ محمد بن آدم لاہوری غزنویؒ:-

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن آدم لاہوری غزنوی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ عبد الکریم بن محمد رافعی
 نے اپنی کتاب ”التدوین فی اخبار قزوین“ میں تفصیل سے کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

محمد بن آدم الغزنوی ابو عبد اللہ
 ابو عبد اللہ محمد بن آدم غزنوی مقری لاہوری
 المقری المعروف بالاہوری، شیخ
 (لاہوری) کی نسبت سے مشہور ہیں وہ شیخ
 متقن فی القراءة بارع فی الورع
 فن قرأت میں ماہر، تقویٰ میں بہت آگے
 وحسن السمیت و متانہ الديانة
 نیک سیرت اور دیانت میں بلند مرتبہ ہیں،
 وحسن السمیت و متانہ الديانة مداوم
 عبادت پر مداومت اور تہجد پر مواظبت
 علی العبادۃ مواظب علی التہجد ۲۶
 کرنے والے ہیں۔

وہ نماز پڑھ رہے تھے اور طلبہ کی ایک جماعت ان کے یہاں قرآن پڑھ رہی تھی اسی دوران
 بحالت نماز گر گئے، اور طلبہ طرح طرح کا گمان کرنے لگے۔ ان کے خادم خاص نے جا کر دیکھا
 اور بتایا کہ اس کی وجہ میرے نزدیک صرف یہ ہے کہ شیخ رات بھر نماز پڑھتے ہیں اور کھانا بہت کم

کھاتے ہیں اسی لئے غشی چھا گئی ہے، وہ ہر معاملہ میں شدت احتیاط سے کام لیتے تھے، میرے خیال میں وہ اپنے کو محمد ابن آدم کہتے تھے اور اس سے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف نسبت مراد لیتے تھے، نسبت کے بارے میں یہ ان کی شدت احتیاط تھی۔

وہ قزوین آ کر پہلے جوہر خاتون کی خانقاہ میں اترے جس کا دروازہ جامع مسجد کی طرف کھلتا ہے، پھر مدرسہ عنبریہ میں منتقل ہو گئے، جہاں ان کے علم و عمل سے استفادہ اور ان کی سیرت سے برکت حاصل کی جاتی رہی، یہاں تک ۵۴۵ھ میں انتقال کیا اور باب المشبک میں دفن کئے گئے، ان کی قبر زیارت گاہِ خلّاق ہے، ان سے قزوین میں علماء کی ایک جماعت نے تحصیل علم کی میرے والد نے بھی اُن سے امام ابو بکر بن مہر ابانی کی کتاب الغایۃ پڑھی تھی۔ ۲۷

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ دیبلی شامی:-

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ دیبلی شامی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں سندھ کے شہر دیبل کے برگزیدہ اولیاء میں کیا ہے، اور ان کے طے الارض کی کرامت بیان کی ہے، خود ان کا بیان ہے کہ میرے بعض دوستوں نے مجھے مشورہ دیا کہ اپنے اہل و عیال کے لئے مکان خرید لوں، چنانچہ میں نے مکان خرید لیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے طے الارض کی جو نعمت دی تھی ختم ہو گئی، ان ہی ایام میں میرے بعض دوستوں نے کہلا بھیجا کہ آج رات فلاں فلاں مقام پر ہم سے ملاقات کرو، یہ مقامات لمبی مسافت پر تھے، میں نے کہلا بھیجا کہ میری طے الارض کی کرامت جاتی رہی، اس کے بعد ان کی توجہ سے مجھے یہ کرامت حاصل ہو گئی۔

شیخ ابو عبد اللہ دیبلی تجوید و قراءت کے مشہور عالم بھی تھے، جعفر بن محمد بن سقیط سے یہ فن حاصل کیا تھا، اور ان سے عبد الرزاق بن حسن اور سکن بن بکرو یہ نے قرأت سیکھی۔ ۲۸

شیخ ابوالعباس محمد بن محمد دیلمیؒ:-

شیخ ابوالعباس محمد بن محمد بن عبد اللہ دیلمی وراق رحمۃ اللہ علیہ عابد وزاہد ونہایت نیک عالم تھے، کتابت کر کے روزی کماتے تھے، سمعانی نے لکھا ہے:

الورّاق، الزاهد وکان صالحاً عالماً وہ وراق (کاتب) زاہد اور نہایت بزرگ

عالم تھے

۲۹

انہوں نے ابوخلیفہ فضل بن حباب جمحی، جعفر بن محمد بن حسن فریابی، عبدان بن احمد بن موسیٰ سکری، محمد بن عثمان بن ابوسوید بصری، اوران کے معاصرین سے حدیث کی روایت کی، اوران سے حاکم ابو عبد اللہ وغیرہ نے روایت کی، رمضان ۳۵۴ھ میں انتقال کیا، نماز جنازہ ابو عمرو بن نجید نے پڑھائی۔ ۳۰

شیخ مبارک ہندی حلاوی مصریؒ:-

شیخ مبارک ہندی حلاوی مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر مقریزی نے کتاب الخطط والآثار میں یوں کیا ہے کہ جوزاویہ قاہرہ میں جامع ازہر کے قریب واقع ہے اس کے بانی وہی ہیں۔

انشأها الشيخ مبارك الهندي اس زاویہ (خانقاہ) کو شیخ ابوالسعود بن

السعودی الحلاوی احد الفقراء من ابوالعشائر بارینی واسطی کے مرید و خلیفہ

ایک مرد فقیر شیخ مبارک ہندی سعودی حلاوی اصحاب الشیخ ابی السعود بن ابی

العشائر البارینی الواسطی فی سنة

ثمان وثمانین ومائة واقام بها الى

ان مات ودفن فیہا۔ ۳۱

کئے گئے

ان کے بعد ان کے پوتے شیخ عمر بن علی بن مبارک جانشین ہوئے وہ عالم تھے اور احادیث کی روایت کی تھی، ان کے بعد ہمارے شیخ جمال الدین عبد اللہ بن شیخ عمر بن علی بن شیخ مبارک ہندی جانشین ہوئے، انھوں نے حدیث کا درس دیا، میں نے اسی خانقاہ میں ان سے حدیث پڑھی ہے، ان کا انتقال صفر ۸۰۸ھ میں ہوا، ان کی اولاد اسی میں رہتی ہے۔ یہ قاہرہ کی مشہور خانقاہوں میں ہے۔ ۳۲

شیخ ابو محمد ہارون بن محمد بروجی اسکندریؒ:-

شیخ ابو محمد ہارون بن مہلب بروجی ہندی رحمۃ اللہ علیہ گجرات کے شہر بھروچ کے رہنے والے تھے، حج کے بعد مصر کے شہر اسکندریہ میں مستقل قیام کر لیا تھا نہایت نیک اور عابد و زاہد بزرگ تھے، اسکندریہ کی ایک مسجد میں اذان دیتے تھے، ان کو عربی اور فارسی زبان پر قدرت نہیں تھی، بڑی مشکل سے اپنا مطلب بیان کرتے تھے، ساتویں صدی کے بزرگ تھے۔

شیخ ابو الحسن یوسف سندی مصریؒ:-

شیخ ابو الحسن یوسف سندی مصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ابن زیات نے الکواکب السائرة میں صرف اتنا لکھا ہے کہ قاہرہ میں باب الشافعی کے قریب ایک مختصر سا قبرستان ہے جس میں شیخ ابو الحسن یوسف سندی کی قبر ہے جو صاحب الرمانہ کے لقب سے مشہور ہیں اور اس کے پہلو میں شیخ حمزہ تقدوسی خیاط کی قبر ہے۔ ۳۳

شیخ ابو الحسن منصور بن بغدادیؒ:-

شیخ ابو الحسن منصور بن بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے قدیم شہر منصورہ کے رہنے والے تھے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے اصحاب کبار میں ہیں، سبکی نے طبقات الشافعیہ میں حضرت جنید

بغدادی کے تذکرہ میں ان سے روایت کی ہے میں نے حضرت جنیدؒ سے پوچھا کہ بندہ کو کس وقت عاقل کہا جاسکتا ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ میں نے سری قسطنطیٰ سے سنا ہے کہ جب بندہ کے جوارح سے کوئی ایسی حرکت صادر نہ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے برا بتایا ہے تو وہ عاقل ہو جاتا ہے۔

سترھویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی :-

ہندوستان میں تقریباً ہزار سال تک مسلمانوں کا اقتدار رہا اس طویل عرصہ میں عربی زبان کو ترقی کرنے کے بہترین اور زریں مواقع میسر ہوئے اگرچہ ہندوستان میں مسلم حکمرانوں کی مادری زبان فارسی تھی لیکن سبھی ادوار میں عربی زبان کو مذہبی مقام حاصل رہا مسلم حکمرانوں نے عربی زبان کی اشاعت و ترویج کے لئے حتی المقدور کوشش کی۔ علاوہ ازیں عربی زبان ایک وسیع اور ہمہ گیر زبان ہے، بیان و معانی اور ابلاغ و ترسیل کی بے پناہ خوبیاں اس کے دامن میں بھری ہوئی ہیں اس کے اثر و نفوذ کا یہ عالم ہے کہ ایک بار دنیا کے جس خطہ میں پہنچ گئی وہاں اپنے قدم جمائے۔ ہندوستان میں چونکہ عوام قومیت کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ اور تاریخی نقطہ نظر سے یہ امر ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کسی ملک میں دو قوموں کا آپسی اختلاط وجود میں آتا ہے تو ہر قوم اپنے کو دوسری قوم کی تہذیب اور اس کے اثرات سے محفوظ رکھنے اور اپنے تہذیبی و اخلاقی اور سماجی اثرات ڈالنے اور اپنی زبان کی بالادستی تسلیم کرانے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے لیکن جوں جوں دونوں قوموں میں اختلاط و امتزاج کا رشتہ مضبوط ہوتا جاتا ہے اسی قدر تاثر و تاثر کا عمل تیزی کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ جب بھی دو قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اس وقت ان کے مشترک امور آپسی اختلافات اور بیگانگی دور کرنے کے لئے ذریعہ اور وسیلہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور جس قدر آپسی تعلقات کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے اسی قدر زندگی کے تمام شعبوں

میں غیر شعوری طور پر دونوں قومیں ایک دوسرے کی زبان اور تہذیب سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتیں اور یہ اثرات بتدریج بڑھتے جاتے ہیں اور بیشتر یہی ہوتا ہے کہ مفتوح قوم اپنی فاتح قوم کی زبان و تہذیب سے زیادہ متاثر نظر آتی ہے۔ اگر ایک قوم دوسری قوم پر صدیوں سے مسلسل حکومت کرتی چلی آ رہی ہو تو ان میں آپسی اختلاط اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ بعض مرتبہ اس کا پتہ چلانا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ہندوستان میں بھی عربی زبان و ادب کی ترقی کے یہی اسباب رہے۔ مسلمان اس ملک میں ایک فاتح قوم کی حیثیت سے داخل ہوئے اور ہندوستانی قوم اپنے فاتح کی تہذیب۔ زبان و ادب سے زیادہ متاثر ہوئی اور ان کے اثرات قبول کیے۔

تاریخی پس منظر

اہل عرب کے دعوے کے مطابق ہندوستان سے ان کا رشتہ پیدائشی ہے حدیثوں اور تفسیروں میں جہاں حضرت آدم کا قصہ ہے وہاں متعدد روایتوں سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت آدم کو جب جنت سے اتارا گیا تو ان کو زمین کی جنت جس کا نام ”ہندوستان جنت نشاں“ ہے اتارا گیا۔ اور انہوں نے سراندیب (لنکا) میں پہلا قدم رکھا جس کا نشاں وہاں کے ایک پہاڑ پر موجود ہے ”ابن جریر“ ”ابن ابی حاتم“ اور ”حاکم“ میں ہے کہ ہندوستان کی اس سرزمین کا نام جس میں حضرت آدم کو اتارا گیا ”دجنا“ ہے۔ کیا یہ جاسکتا ہے کہ یہ ”دجنا“ ہندی کا ”دکھنا“ ہے۔ جو ہندوستان کے جنوبی حصہ کا مشہور نام ہے۔

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے بھی اپنی تصنیف شمامۃ العنبر فی ماورد فی الہند من سید البشر میں ہندوستان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چونکہ حضرت آدم سب سے پہلے

ہندوستان میں اترے اور ان پر یہاں وحی نازل ہوئی اس لئے ہندوستان وہ پہلا ملک ہے جہاں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوئی اور چونکہ ان کی پیشانی میں نور محمد ﷺ تھا اس لئے ان کا ابتدائی ظہور بھی اسی سرزمین پر ہوا۔ اگرچہ یہ روایتیں فنِ حدیث کے لحاظ سے بہت کم درجہ کی ہیں تاہم ان سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا تعلق ہندوستان سے محمود غزنوی کے فتوحات کے سلسلہ میں ہوا اور وہ اس کے بعد یہاں آ کر آباد ہوئے یہ کس قدر غلط ہے۔ خیر یہ تو تاریخ کی یاد سے پہلے کی باتیں ہیں اگر تاریخی نظر سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ وہ محمود سے سینکڑوں برس پہلے ہندوستان آ چکے تھے اور جگہ جگہ ان کی نوآبادیاں قائم تھیں۔ ۳۴

ہندوستان میں عربی ادب کی تعلیم کا رواج صدیوں سے ہے آٹھویں صدی عیسوی میں عربوں نے سندھ پر قبضہ کیا اور جنوبی پنجاب تک اپنی حکومت قائم کی عربی زبان کا اثر براہِ راست اسی علاقہ تک محدود رہا اس لئے کہ جب دوبارہ شمالی مغربی سرحد کی طرف سے مسلمانوں کا اس ملک میں داخلہ ہوا تو اس وقت ان کی زبان عربی نہ تھی۔

عربوں کی آمد کا سلسلہ اسلام کے عروج سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا عربی کے بعض الفاظ بالخصوص تجارتی مصطلحات ہندوستان کے ساحلی علاقوں کی زبان میں داخل ہو گئیں تھیں۔

بزرگ بن شیریار (۳۰۰ھ) ایک جہاز راں تھا جو اپنے جہازوں کو عراقی بندرگاہ سے ہندوستان اور ہندوستان کے ساحلوں اور جزیروں سے لیکر چین اور جاپان تک لے جاتا تھا اس نے ”عجائب الہند“ کے نام سے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے دریائی مشاہدات عربی زبان میں قلمبند کئے ہیں اس کتاب میں جنوبی ہند اور گجرات کے متفرق واقعات ملتے ہیں۔ اس نے ہندوستان کے مختلف شہروں کا دورہ بھی کیا تھا اور اپنی کتاب میں جا بجا سوداگروں اور تاجروں کے لئے ”بنیانہ“ لفظ

استعمال کیا ہے جو ہندوستان میں آج بھی سوداگروں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے دراصل یہ لفظ ”بنیا ہے“ جو صریحاً ہندی لفظ ہے۔ اس کے علاوہ اس نے ایک ہندو راجا کا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ اس نے قرآن کریم کا ترجمہ سنا اور اسلام قبول کیا اس واقعہ سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ہندوستان میں محمود غزنوی سے قبل بھی عرب مسلمان موجود تھے۔

بزرگ بن شہریار اس بادشاہ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

چھوٹی کشتی کو عرب ملاح ”بارجہ“ کہتے تھے یہ لفظ ہندی لفظ ”بیڑا“ ہے اس کی عربی میں جمع ”بوارج“ ہے مگر اس کتاب میں بوارج کا لفظ دریائی ڈاکوؤں کے لئے بھی بار بار استعمال ہوا ہے اس کے علاوہ بزرگ بن شہریار نے چھوت چھات کا بھی ذکر کیا ہے۔

اسی طرح سامان تجارت (۲۳۷ھ) سب سے پہلا عرب سیاح ہے جس کا سفر نامہ ہم تک پہنچا ہے یہ ۱۸۱۱ء میں پیرس سے ”سلسلۃ التواریخ“ کے نام سے چھپا ہے۔ اس نے بھی اپنے سفر نامہ میں ہندوستان کے مختصر حالات بیان کئے ہیں جن سے ہندوستان میں عربوں کی آمد و رفت اور تعلقات کی قدامت کا پتہ چلتا ہے سید سلیمان ندوی نے اپنی تصنیف ”عرب و ہند کے تعلقات“ میں لکھا ہے کہ مہابھارت کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ تھے جو عربی زبان سے واقف تھے۔ گو بمشکل اس کا یقین آ سکتا ہے چونکہ ایک بڑے پنڈت نے اس کو مانا ہے اس لئے مجھے اس کے انکار کی جرأت نہیں ”سیتا رتھ پرکاش“ کے مصنف سوامی دیانند جی نے گیارہویں سوال اس (پہلا پرو اور بھیا لہ ۱۴۷) میں لکھا ہے ”مہابھارت میں جب کوروں نے لاکھ کا گھربنا کر پانڈو کو اس کے اندر جلا کر پھونک دینا چاہا تو ”ودرجی“ نے ”یدہشٹر“ کو عربی زبان میں بتایا اور یدہشٹر جی نے اسی عربی زبان میں اس کو جواب دیا“ اگر یہ بیان صحیح ہے تو عربوں اور ہندوؤں کا رشتہ پرانا ثابت ہوتا ہے۔ ۳۵

عرب و ہند کے درمیان تجارتی تعلقات کے علاوہ بھی دوسرے اغراض و مقاصد کے لئے آمد و رفت پہلی صدی ہجری کے آخر سے شروع ہو چکی تھی۔ چنانچہ محمد بن قاسم ۹۶ھ میں سندھ کے حملہ میں ایک قصبہ میں پہونچا تو معلوم ہوا کہ وہاں کے باشندے عراق کے گورنر حجاج بن یوسف سے پہلے ہی سند مصالحت حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے بعد جب خلافت کا مرکز شام سے عراق منتقل ہو گیا تو سندھ اور عراق کے قرب نے فارس کی خلیج میں ان دونوں قوموں کے درمیان اتحاد کو اور مضبوط کر دیا عباسی خانوادہ کا دوسرا خلیفہ منصور (۱۳۶ھ) میں بادشاہ ہوا اور (۱۴۶ھ) میں پایہ تخت کی تعمیر ہوئی اور بغداد آباد ہوا اس کے بعد ۱۵۴ھ سے عرب و ہند کے درمیان باقاعدہ علمی تعلقات کا آغاز ہوا۔ آٹھویں صدی عیسوی سے گیارہویں صدی تک جنوبی ہند کے مغربی اور مشرقی ساحلوں پر عربوں کی چند بستیوں کا وجود بھی ملتا ہے لیکن غالباً ان کا مقصد صرف تجارت تھا اور وہاں علم و ادب کا چرچا کچھ زیادہ نہ تھا کم از کم کسی بڑے علمی مرکز کا پتہ نہیں چلتا۔ سندھ اور ملتان کے بارے میں پوری طرح یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہندوستانی نسل کے لوگوں نے کسی حد تک عربی زبان کو استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اور بنی عباس کی عظیم الشان علمی ترقی کا کچھ پر تو اس علاقہ پر بھی پڑا تھا یا نہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اس دور میں عربوں نے ہندوستانی علوم سے جو کچھ استفادہ کیا اس کے مآخذ زیادہ تر سندھ اور ملتان ہی رہے ہوں گے جن کی مدد سے مامون کے زمانہ میں سنسکرت کی بعض اہم کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ خود اس ملک میں کوئی ایسا مرکز تھا جہاں عرب ہندوستانی علوم کو یا ہندوستانی عربی علوم کو حاصل کرتے ہوں۔

یہ کہنا غالباً درست ہوگا کہ گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی کے بعد ہند اور عرب کے براہ راست تعلقات بہت کم ہو گئے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی بہت اہم ہے کہ وسط ایشیا،

ایران، اور افغانستان کے راستے سے عربی علوم کا ایک نیا چشمہ اس ملک میں داخل ہوا اور اس نے بہت جلد ایک بڑے دریا کی صورت اختیار کر لی۔ جیسے جیسے اس ملک میں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی عربی ادب اور اسلامی علوم کی اہمیت میں اضافہ ہوتا گیا اور ملک کے طول و عرض میں سینکڑوں علمی اور تعلیمی مرکز قائم ہو گئے۔ البتہ عربی زبان کو ہندوستان میں ایسا ماحول نہ مل سکا جو مشرقی ممالک میں ایران اور ماوراء النہر کو اور مغرب میں افریقہ کے ممالک کو میسر ہوا۔ بلوچستان، سندھ اور ملتان کے علاوہ بھی مسلمانوں نے جن ممالک پر حکومت کی ہے ان میں ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس پر عربوں یا عربی بولنے والوں کا اقتدار کبھی نہیں رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ مسلمان ہندوستان میں ہمیشہ اقلیت میں رہے اور حریف ادبیات کے قومی اثرات بھی ہمیشہ کار فرما رہے۔ ہندوستان میں اگرچہ سیاسی و جغرافیائی ماحول بیشتر عربی کے مخالف رہا لیکن ان تمام دشواریوں کے باوجود ہندوستان میں مسلمان عربی زبان کو نظر انداز نہ کر سکے۔

سیاسی پس منظر

عرب و ہند کے سیاسی تعلقات کا آغاز بہت دیر سے یعنی ساتویں صدی عیسویں میں ہوا تاہم یہ ممالک جو نسل اور زبان کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں ساتویں صدی قبل مسیح کے آغاز سے تجارت کے ذریعہ باہم مربوط تھے اور ممکن ہے کہ یہ روابط ماقبل تاریخ زمانہ سے ہوں۔ ۳۶

۹۳ھ میں محمد بن قاسم نے سندھ فتح کر کے عربوں کی حکومت کا سنگ بنیاد رکھا اور اموی خلیفہ نے حکومت کے مختلف صوبوں کی طرح سندھ میں بھی اپنے حکام مقرر کئے ہوں۔

۱۳۲ھ میں جب عباسی خاندان برسرِ اقتدار آیا تو سندھ میں عمال کی تقرری کا یہ سلسلہ

بدستور جاری رہا عبا سیوں نے بغداد کو جب اپنا دار السلطنت بنایا تو ہندوستان اسلامی مرکز سے زیادہ قریب ہو گیا لیکن معصم باللہ کے بعد بغداد سے ہندوستان کا تعلق کمزور پڑ گیا اور بعد میں یہ تعلق مزید کمزور ہوتا گیا۔

ہند اور عرب کے سیاسی تعلقات کے بارے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہند کے ساحلی علاقہ پر عربوں نے پہلا حملہ بہت پہلے یعنی خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد (۱۳ھ تا ۲۳ھ) میں کیا تھا لیکن اندرونی علاقوں میں عرب ۱۰۰ھء تک داخل نہیں ہوئے تھے اس سال محمد بن قاسم نے سندھ اور ملتان تک کا علاقہ فتح کر لیا یہ ولید بن عبد الملک کا عہد تھا (۸۶ھ تا ۹۶ھ - ۷۰۵ء تا ۷۱۵ء) عربوں سے ہندوستان کے تعلقات کا ایک بڑا وسیلہ حج بھی تھا اگرچہ حج ایک مذہبی فریضہ ہے لیکن اس کے سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی فوائد سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے ذریعہ مسلمانوں کو آپسی میل جول اور سیاسی تعلقات استوار کرنے کا بہترین موقع فراہم ہوا اور غالب گمان یہی ہے کہ شاہان ہند نے بھی اس مبارک فریضہ سے لازمی طور پر فائدہ حاصل کیا ہوگا اور امیر حج کی تقرری میں اس امر کا خاص طور پر خیال رکھا ہوگا کہ امیر حج علوم و فضل کے ساتھ ساتھ سیاسی بصیرت بھی رکھتا ہو۔” محمد بن عبد العزیز کالی کٹی کے پانچ سو اشعار پر مشتمل ارجوزے کے بعض اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ پرتگالیوں کے مظالم کے سد باب کے لئے مالا بار کے مسلمانوں نے اسلامی ملکوں سے مدد طلب کی تھی، الغرض عربوں کے تجارتی قافلوں اور عوامی اختلاط کے سبب ہندوستانی، عربی زبان کے بہت سے الفاظ سے واقف ہو گئے تھے اور بعض الفاظ کا استعمال بھی شروع کر دیا تھا۔

مذہبی پس منظر

دراصل ہندوستان میں عربی زبان کی حیثیت مذہبی ہی رہی ہے اس لئے کہ قرآن و حدیث

اور ان سے متعلقہ تمام علوم کی زبان عربی تھی اور ان علوم کو سمجھنے نیز ان کی تحصیل کے لئے عربی زبان کا جاننا ضروری تھا۔ علوم قرآنی میں فنِ تجوید کی ایک مسلمہ حیثیت ہے ہندوستانی مسلمانوں نے فنِ تجوید کے ساتھ ساتھ قرأتِ سبعہ میں مہارت پیدا کی، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، جمال الدین شاطبی، علاء الدین مقرئ، قاری عبدالمالک، شیخ محمد شہاب الدین، وغیرہ قراءۃ کے ائمہ شمار کئے جاتے ہیں۔ پانی پت، لکھنؤ، بنارس، دہلی وغیرہ نے اس فن کی مرکزی حیثیت حاصل کر لی تھی۔

عرب دورِ حکومت میں ہندوستان میں علمِ حدیث تیزی کے ساتھ پھیلا عربوں کے بعد علمِ حدیث کی ترویج میں کمی آنے لگی اور تیموریوں کے ابتدائی عہد تک علمِ حدیث کی طرف کم ہی توجہ رہی اس کے بعد شیخ عبدالحق نے اپنی پوری زندگی اشاعتِ حدیث کے لئے وقف کر دی اور تقریباً نصف صدی تک تدریسِ حدیث میں مشغول رہے اس کے بعد شاہ ولی اللہ اور ان کے ارشد تلامذہ نے علومِ حدیث کی اشاعت میں پوری تندہی کے ساتھ کوشش کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے اندر مسلمانوں میں علمِ حدیث پوری طرح متعارف ہو گیا۔ عرب حکومت کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کی توجہ کا مرکز علمِ فقہ، اور اصولِ فقہ بن گیا تھا انہوں نے اس فن میں اتنی مہارت حاصل کر لی تھی کہ، برہان الدین مرغنیانی، کی تصنیف ”ہدایہ“ بھی نقد و تبصرہ سے محفوظ نہ رہ سکی۔

ہندوستان میں بعض اسلامی قوانین کا اجراء عمل میں آیا اور اہل کتاب کی طرح ہندوؤں پر بھی اکبر کے زمانہ تک جزیہ قائم رہا۔ کاشت اور زمین کے محاصل میں فقہی مسائل پر عمل ہوتا تھا۔ عدلیہ میں بھی بہت سے اسلامی احکام رائج تھے۔ ان مختلف وجوہات کی بناء پر ہندوستان کی ہندو عوام کی اپنے حکمرانوں کے مذہب کے متعلق معلومات فراہم کرنا ضروری تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے غیر مسلم عربی علوم و فنون میں اعلیٰ استعداد پیدا کرتے تھے۔

عبدالقادربدایونی نے ”منتخب التواریخ“ میں لکھا ہے کہ لودی عہد حکومت میں ایک ہندو جس کا تخلص ”برہمن“ تھا وہ مسلمانوں کے مدرسہ میں ایک اعلیٰ استاد تھا۔ ۷۳

عربی زبان سے چونکہ مسلمانوں کا مذہبی تعلق رہا ہے اور مسلمانوں کے دینی، علمی، اور ثقافتی رشتے بھی عربی زبان سے جڑے ہوئے تھے اس وجہ سے عربی زبان کو ہندوستان میں امتیازی مقام حاصل ہوا اور یہی سبب ہندوستان میں عربی ادب کے فروغ میں زیادہ موثر ثابت ہوا اور نہ ہندوستان میں عربوں کی فتوحات بہت محدود تھیں اور ان کا عہد اقتدار بھی محدود تھا نیز عربی زبان کو ہندوستان میں کبھی بھی عامی زبان کی حیثیت حاصل نہیں ہوئی۔

ادبی پس منظر

ادبی نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو ہندوستان میں عربی ادب کی بنیاد وہ الفاظ اور تلمیحات نیز فقرے اور کہاوتیں ہیں جو ہندوستان کی عامی زبانوں میں اپنی جگہ بنا چکے ہیں عربی کے یہ الفاظ خصوصاً ان زبانوں میں بکثرت استعمال ہوئے جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح عربی زبان سے تھا چاہے وہ تجارتی تعلق ہو یا مذہبی۔

عربوں کے تجارتی قافلے سندھ، گجرات، اور مالابار سے ہو کر گزرتے تھے اور ان کے ملاحوں کی زبان چونکہ عربی تھی اس وجہ سے لازمی طور پر جس جگہ سے ان کا گذر ہوتا ان کی زبان کے کچھ نہ کچھ الفاظ وہاں استعمال ہوتے۔ ہندوستان میں کھڑی بولی پر عربی اور فارسی زبان کا زیادہ اثر پڑا اور اس کے نتیجے میں ایک نئی زبان اردو کا وجود ہوا۔ اسلامی تہذیب و تمدن، رسم و رواج اور علوم و فنون اخلاق و عادات کے اثرات اردو میں جس قدر دستیاب ہیں اس قدر ہندوستان کی کسی دوسری زبان میں نظر نہیں آتے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اردو کے حروف تہجی کا وجود عربی زبان کی بدولت عمل

میں آیا اور ۹۰ فی صد حروف تہجی عربی زبان سے ہی لئے گئے ہیں۔ اسی طرح اگر حساب اور الجبرا، جیومیٹری، عروض، بدیع، معانی اور بیان پر نظر ڈالی جائے تو عربی اثرات کے انبار سامنے آتے ہیں۔ عربی زبان کی گونا گوں خوبیوں نے فارسی اور اردو والوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مفہوم ادا کرنے کی جو صلاحیت عربی زبان میں ہے وہ نہ فارسی میں ہے نہ بھاشا میں فارسی کے بالمقابل اردو کو زیادہ تر مواد عربی زبان سے ہی دستیاب ہوا اور اس کی خاص وجہ یہ رہی کہ زیادہ تر اردو کے مصنفین مسلم طبقہ میں ہوئے ہیں ان کا جذباتی و روحانی تعلق سرزمین عرب سے تھا۔ یہ بات صاف طریقہ پر ظاہر ہو جاتی ہے کہ اردو کی ساخت اور اس کی ترقی کے لئے عربی لغت سے بیشتر مواد فراہم کیا گیا اور دونوں کا آپسی اختلاط اس قدر گہرا ہے کہ عربی زبان کے الفاظ و قواعد وغیرہ کو قطع نظر کرتے ہوئے اردو لغت کی تالیف اور اردو زبان کی افہام و تفہیم کی کوشش ناممکن ہوگی۔

عہد جہانگیری :-

سیاسی حالات

جہاں گیر کو اکبر سے عظیم سلطنت ورثہ میں ملی تھی اگرچہ اکبر نے اپنی موت سے تھوڑی دیر قبل ہی اس کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا لیکن اس کی باقاعدہ تخت نشینی ۸ جمادی الآخر ۱۰۹۴ھ - ۱۶۰۵ء کو عمل میں آئی۔ تخت نشینی کے بعد جہاں گیر نے اکبری عہد کے تمام عہدیداروں اور امیروں کو برقرار رکھا اور کچھ کے منصبوں میں توسیع بھی کی اکبر سے عظیم سلطنت کا وارث ہونے کی وجہ سے جہاں گیر کو فاتحانہ سرگرمیوں کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوئی جہاں گیر میں اپنے آبا و اجداد کے مقابلہ سپاہیانہ صلاحیت بھی بہت کم تھی جس کی وجہ سے اکبر سے وراثت میں جو عظیم سلطنت اس کو ملی تھی اس کی

وسعت میں اضافہ کے بجائے کمی ہوئی اور دکن کے بیشتر علاقے مغلیہ سلطنت سے باہر ہو گئے۔

جہاں گیری عہد میں شاہ جہاں کی بغاوت کے علاوہ کوئی اہم سیاسی سانحہ پیش نہیں آیا اور یہ سانحہ بھی اس کی بیوی نور جہاں کے اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے پیش نظر رونما ہوا تھا۔

جہاں گیر نے ملک کے اندرونی نظام کو مضبوط اور مستحکم کرنے میں نہایت ہوش مندی اور توجہ سے کام لیا اور بہت سے مفید قوانین رائج کئے۔ وہ مجرموں کو سخت سے سخت سزا دیتا تھا تاکہ اس کے بعد کوئی دوسرا شخص اس جرم کا ارتکاب نہ کر سکے۔ اس نے اپنی تخت نشینی کے فوراً بعد اپنی رعایا سے براہ راست تعلق پیدا کرنے کے لئے زنجیر عدل لگوانے کا حکم صادر کیا۔ اس کے علاوہ محکمہ خفیہ نویسی کو مزید متحرک کیا جس سے خاص فائدہ یہ ہوا کہ ظلم و ستم ملک سے کافی حد تک ختم ہو گیا۔ جہاں گیری کی سیاسی پالیسی بیشتر وہی تھی جو اکبر کی تھی ہندوؤں اور غیر مسلموں کو بہت زیادہ نوازا تھا اور ملکی مفاد کے لئے اس کو نہایت ضروری سمجھتا تھا۔

جہاں گیر کا عہد فرقہ پرستی سے بہت الگ رہا ہے وہ غیر مسلموں کو دل کھول کر نوازتا ان کے مذہبی رسومات کا خاص خیال رکھتا اور ہندوؤں کے خاص تہوار مثلاً۔ ہولی، دیوالی، شیورا تری، اور دسہرہ کے جشن محل کے اندر شاندار طریقہ سے منائے جاتے تھے۔

انگریز کا پہلا قدم

انگریزوں نے جو مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے بعد ہندوستان کے وارث بنے جہاں گیری عہد ہی میں سب سے پہلے اپنی سیاسی سرگرمیاں شروع کی تھیں۔ جہاں گیر نے ان کو تجارت کے لئے اجازت دے کر ایک ایسی غلطی کی تھی جس کا نقصان اتنا متعدد ہوا کہ بعد میں وہ ایک سیلاب کی شکل اختیار کر گیا جس نے پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

انگریزوں نے پرتگالیوں کی طرح غیر آئینی طریقہ پر تو پہلے ہی سے ہندوستان کے ساحلی مقامات پر آباد ہونا شروع کر دیا تھا لیکن آئینی طور پر سفیر انگلستان ”سرتھامس رو“ نے جہاں گیر کے دربار میں آنے کے بعد انگریزوں کے ہندوستان میں قدم جمادیئے۔

شاہ انگلستان ”جیمز اول“ نے اسے خاص طور پر ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے یا بہ الفاظ دیگر برطانوی حکومت کے لئے میدان تیار کرنے کے لئے ہندوستان کا سفیر مقرر کر کے ۱۰۲۴ء/۱۶۱۵ء میں جہاں گیر کے دربار میں بھیجا تھا وہ تین سال ۱۰۲۷ء/۱۶۱۸ء تک ہندوستان میں انگریزوں کے سفیر کی حیثیت سے رہا۔ اگر غور کیا جائے تو ”سرتھامس رو“ ہندوستان میں برطانوی سلطنت کا معمار اول تھا جس نے ہندوستان میں تجارت کے نام سے انگریزوں کے ایسے قدم جمائے کہ مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے بعد انگریز ہی مغلوں کے جانشین بن گئے۔

ثقافتی و سماجی حالات :

جہاں گیر نے ہندوستانی سماج کی اصلاح کے لئے اپنی تخت نشینی کے فوراً بعد بارہ احکامات جاری کئے وہ مجرموں کو اتنی سخت سزا دیتا تھا کہ پھر کسی دوسرے شخص کو اس جرم کا ارتکاب کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اس کے علاوہ اس نے تمام بڑے شہروں میں شفا خانے تعمیر کرائے تھے۔

جہاں گیر کو مصوری اور باغات سے خاص دل چسپی تھی، ویری ناگ، چشمہ شاہی چشموں، اور چشمہ مصور بنائے گئے اور ان کا حسن صرف ان کی اپنی نہروں اور پھولوں ہی میں نہیں ہے بلکہ اس منظر اور طلوع و غروب کی کیفیتوں میں ہے جس کا لطف وہاں بیٹھ کر اٹھایا جاسکتا ہے۔

تعمیرات میں اکبر کے مقبرہ کے علاوہ صرف اعتماد الدولہ کا مقبرہ قابل ذکر ہے اس نفیس گھٹی گھٹی عمارت کے پتے کاری کے کام اور جالیوں کی بہت تعریف کی گئی ہے مگر اس میں یہ بھی محسوس ہوتا ہے

کہ تعمیر کے فن پر تہذیب عمارت کا فن غالب آ گیا ہے۔

اعتماد الدولہ کی طرح جہاں گیر کے اپنے مقبرہ میں بھی خاص چیز آرائش اور تہذیب کا کام ہے۔

جہاں گیر کے عہد میں جب شہزادہ خسرو نے بغاوت کی اور شیخ بخاری نے اس کو پرگنہ پھر دال میں شکست دی تو اس فتح کے صلہ میں جہاں گیر نے ان کو مرتضیٰ خانی کا خطاب دیا اور جس مقام پر انہوں نے فتح حاصل کی تھی وہاں ایک شہر آباد کر کے اس کا نام فتح آباد رکھا اور اس پر گنہ کو ان کی جاگیر میں دیدیا۔ یہ صاحب ”خلاصۃ التواریخ“ کی روایت ہے لیکن خان خاناں نے لکھا ہے کہ جہاں گیر نے اس مقام پر جو قصبہ آباد کرایا تھا اس کا نام فرید آباد رکھا تھا۔ ۳۸

جہاں گیر نے اپنے دور حکومت میں اگرچہ اکبر کی طرح کارآمد جانوروں کی نسل کو کوئی خاص ترقی نہیں دی تاہم اس نے اس سلسلہ میں اکبر کے ادھورے کاموں کو مکمل کیا۔ جانوروں کی نئی نسلیں تیار کرانا عجیب عجیب جانوروں کو اکٹھا کرنا اس کی خاص دلچسپی تھی اس نے ہندوستان میں جانوروں کی مختلف قسموں کو جمع کیا اور بہت سی نئی نسلیں تیار کرائیں۔

مذہبی حالات

اس نے جس وقت عنانِ حکومت سنبھالی اس وقت ہندوستان مذہبی اعتبار سے اکبر کے پیدا کردہ ملحدانہ طریقے پر گامزن تھا۔ اکبر نے ملکی سالمیت آپسی اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے لئے اس ملحدانہ روش کو اختیار کیا تھا جس کی وجہ سے عوام کے اندر مذہب سے ایک بیزاری کی حالت پیدا ہو گئی تھی۔ فرائضِ اسلامی تک میں لوگ کوتاہیاں برتنے لگے تھے۔ ہندوؤں کی رسومِ مسلم عوام میں رائج ہونے لگی تھیں۔ ہندوستان مذہبی اعتبار سے انتہائی نازک مرحلہ پر پہنچ گیا تھا جس کی اصلاح کے

لئے طویل وقت درکار تھا۔ جہاں گیر کا عہد قلیل المدت ہونے کے باوجود اس نے کافی حد تک مذہبی اصلاح کی کوشش کی البتہ اکبر کی طرح اس کے عہد میں بھی غیر مسلموں کو دل کھول کر نواز اگیا۔ ملکی نظام میں زیادہ تر جو لوگ دخیل تھے ان میں یا تو مسلمان تھے یا پھر ہندو راجپوت۔ سلطنت کے عظیم منصوبوں پر غیر مسلموں کا قبضہ تھا غیر مسلموں کے تہواروں کو شاہی دربار میں منایا جاتا۔ قربانی گاؤں اور جانوروں کے ذبح کرنے کے سلسلے میں اکبر کی عائد کردہ پابندیوں کو غیر مسلموں کی خوش نودی حاصل کرنے کے لئے برقرار رکھا گیا۔ البتہ جہاں گیر بذاتِ خود ایک وسیع النظر سنی عقیدہ کا مسلمان تھا اس نے باپ کی طرح کبھی بھی الحاد اور بے دینی کو پسند نہیں کیا۔ وہ ارکانِ اسلام پر اگرچہ پوری طرح عامل نہ تھا لیکن ان کو درست خیال کیا کرتا تھا اور جو لوگ ارکانِ اسلام پر عمل کیا کرتے تھے ان کو دیکھ کر خوش ہوا کرتا تھا۔ جہاں گیر مرتے دم تک شراب پیتا رہا مگر اس نے ہمیشہ شراب نوشی کو ایک عیب سمجھا اور ایسے قوانین بنائے جن کے ذریعہ رعایا شراب نوشی کی لعنت سے محفوظ رہ سکے۔ مذہبی افکار کے لحاظ سے وہ بابر اور ہمایوں کے دور سے دور پڑ گیا تھا تاہم اس میں اکبر کی سی بے راہ روی نہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ نواب فرید خاں نے جو حکمت عملی اختیار کی تھی اس کی بدولت شہنشاہ اکبر کی انتہا پسندی میں بھی کمی آگئی تھی اور عہد اکبری کے آخری دور میں دربارِ شاہی میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی جہاں گیری دربار میں رہ کر نواب فرید خاں نے جہاں گیر کے خیالات پر گہرا اثر ڈالا جہاں گیر ان سے بہت زیادہ متاثر ہوا اس کے اسباب کچھ بھی رہے ہوں لیکن اس نے ایک دین سے برگشتہ دربار اور دین کے دلدادہ عوام کے ملے جلے ماحول میں نشوونما پائی تھی یہی وجہ ہے کہ اس کے خیالات میں یک گونہ اعتدال پایا جاتا ہے۔ ۳۹

تعلیمی حالات

جہاں گیر نے علم و ادب سے شیفتگی اور مطالعہ سے دل چسپی ورثہ میں پائی تھی۔ باپ کے کتب خانہ کے علمی نوادر نے ان صلاحیتوں کو مزید اجاگر کر دیا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ علم و ادب اور سخن کے آسمان پر ماہ تاب بن کر چمکا ایک تنقید نگار کی حیثیت سے اس کی نگاہ جس قدر باریک ہیں اور درست تھی اس کا اندازہ لگانا محال ہے۔

جہاں گیر کو جو کتب خانہ وراثت میں ملا تھا اس نے اس کی امتیازی شان کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس میں قابل قدر اضافے بھی کئے۔ وہ کتابوں کی فراہمی اور نگہداشت میں اکبر کے مثل تھا۔ اسے سفر میں بھی کتابوں کی جدائی گوارہ نہ تھی۔ اور کتب خانہ کا ایک حصہ سفر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ جب وہ گجرات پہونچا تو وہاں کے علماء کو اپنے کتب خانہ سے کچھ کتابیں ہدیہ کیں اور ان پر گجرات پہونچنے اور کتاب دینے کی تاریخ اپنے قلم سے تحریر کی۔ وہ اکثر کتابوں پر اپنے ہاتھ سے نوٹ لکھا کرتا تھا مرزا کامران کے دیوان کا پہلا ورق جو دستیاب ہوا اس پر جہاں گیر کے قلم کے کچھ نوٹ درج ہیں آزاد لائبریری علی گڑھ میں بھی ترکی دیوان کا ایک صفحہ موجود ہے جس پر جہاں گیر کے دست خاص سے یہ عبارت لکھی ہوئی۔ ”اللہ اکبر پنجم آذر سہ داخلہ کتاب خانہ ایں نیاز مند درگاہ الہی نور الدین جہاں گیر اکبر بادشاہ ۱۰۱۰ھ“ ۳۰

اس نے عربی مدرسوں پر خصوصی توجہ کی اور ہندوستان میں بکثرت ویران مدارس کو از سر نو آباد کرنے کا حکم صادر کیا اور تعلیمی ترقی کے لئے یا قانون بنایا کہ جو تاجر کسی دیار غیر میں فوت ہو جائے اور اس کے ورثا کا علم نہ ہو سکے تو اس کی تمام جائداد سے مدارس اور مفید عمارتیں تعمیر کرائی جائیں خانی خاناں نے اس فرماں کو نقل کیا ہے۔

حکم شد کہ ہر جا کہ مسافر تاجر و مقیم مال دار فوت شود و وارث او حاضر نہ باشد مال او امانت نگاہ دارند در صوت مفقود وارث بودن وارث مال ترکہ میت را صرف تعمیر و احداث مساجد و میل و مدرسہ و سرائے نمایند“ ۴۱

اکبر کے زمانہ میں ہندوستان کے اندر جو تعلیمی اہمیت تھی جہاں گیری عہد میں بھی وہ باقی رہی۔ شیخ عبدالحق دہلوی (۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء) مجدد الف ثانی (۹۷۱ھ/۱۵۶۳ء) شیخ عبدالنبی شطاری (بعہد ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء) جیسے مایہ ناز علماء جہاںگیری عہد میں موجود تھے۔

عہدِ عالمگیری اور ہندوستان کے حالات سیاسی حالات

اور رنگ زیب کی تخت نشینی کی رسم ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء میں ادا ہوئی اور تخت نشینی کے فوراً بعد دار شکوہ سے برسرِ پیکار ہو گیا۔ عالمگیر کے تقریباً ۲۵ سال شمالی ہند میں گزرے اس دوران دہلی کو اس نے اپنا دارالسلطنت بنالیا لیکن اس کے آخری ۲۵ سال جنگی مصروفیات میں گزرے۔ اس جنگی دور میں اس نے اپنا دارالحکومت اورنگ آباد بنایا اور اسی کو مرکزی حیثیت حاصل رہی۔

عالمگیر نے اپنے عہد میں ملکی نظام کو بہتر بنانے کی بہت کوشش کی تاریخ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سخت آزمائشوں اور متعصبین کی ریشہ دوانیوں کے باوجود اس کو خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوتی اس نے اپنے عہد حکومت میں رعایا کی بہتری، مادی سہولیات اور معیشت کو پاکیزہ بنانے میں نمایاں کارنامے انجام دیئے اپنے عمال کی تقرری میں بڑی سمجھ داری سے کام لیا اور فرض شناس حکام کو ملک کے مختلف حصوں کا نظم و نسق سونپ کر خود ان کی نگرانی کی۔ اصلاحات میں نمایاں چیزیں وہ شمار کی جاتی ہیں جو اس نے زرعی نظام میں قائم کیں وہ کاشت کاری کو ملک کی ریڑھ کی ہڈی سمجھتا تھا۔

اور رنگ زیب جب دکن کا صوبہ دار تھا اسی وقت سے اس کو کاشت کاری سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے اس مظلوم طبقہ کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے دکن کے پورے زرعی نظام کے اندر بہتر اصلاحیں کیں اور کاشت کاروں سے ٹیکس کو ختم کر دیا۔ سب سے بڑا کارنامہ عوامی معیشت و اقتصادی اصلاح اور عوام کو سرکاری واجبات سے مستثنیٰ کرنے کی تدابیر اختیار کرنا اور غیر مشروع خراج کو ختم کرنا تھا۔ اس نے عوام سے تقریباً ۸۰ محصول معاف کئے تھے۔ مال گذاری کے علاوہ تمام ناجائز محصول مثلاً۔ جنگی محصول۔ ہاؤس ٹیکس۔ جرمانہ، شکرانہ۔ وغیرہ سب کو موقوف کر دیا تھا۔

اورنگ زیب کے عہد میں محاصل سلطنت میں کافی اضافہ ہو گیا تھا جن کی تعداد چار کروڑ یونٹ (۸۰ کروڑ روپے) تک پہنچ گئی تھی۔

تمام اضلاع میں سرکاری وکلاء مقرر کر دئے گئے تھے جس کسی کو بادشاہ کے خلاف دعویٰ پیش کرنا ہوتا وہ اس وکیل کے سامنے دعویٰ پیش کرتا وہ اس کا جواب دینا اور دعویٰ ثابت ہونے کی صورت میں سرکاری وکیل سے اپنا مطالبہ وصول کرتا۔ رعایا اور ملک کی حالت دریافت کرنے کے لئے پرچہ نویسی اور واقعہ نگاری کو کافی حد تک وسعت دیدی گئی تھی۔

ملک کو سیاسی اعتبار سے مستحکم کرنے کے لئے اور رنگ زیب تقریباً ۲۵ سال باغیوں کے ساتھ مصروف جنگ رہا تا کہ ملک کے اندر امن عام پیدا کیا جاسکے۔ اگرچہ وہ ایک مطلق العنان بادشاہ تھا لیکن اپنی رعایا کی خیر خواہی اور اس کی معاشی حالت کو بہتر بنانا اس کا اولیں مطمع نظر تھا۔ ظالموں کو سزا دینا مظلوموں کی اعانت کرنا اس کی عادت بن چکی تھی اس معاملہ میں وہ اپنے اور غیر کے درمیان کوئی تمیز نہیں کرتا تھا۔ وہ ہندو، مسلمان دونوں کو حقوق کے معاملات میں ایک ہی نظر سے دیکھتا اور دونوں کے مذہبی جذبات کی قدر کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔

ثقافتی و سماجی حالات

عہد اورنگ زیب کے ابتدائی دنوں میں ہندوستانی تہذیب میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی سوائے اس کے تخت طاؤس پر ایک نیا حکمران متمکن تھا اور چند نئے امرانے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی تھی اور پرانے حکمران اچانک غائب ہو گئے تھے۔ دراصل شاہ جہاں نے مغلی فن اور ثقافت کا جو عظیم ورثہ چھوڑا تھا اس میں اتنی آسانی سے اتنی کم مدت میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آ سکتی تھی۔

اورنگ زیب موسیقی کو شرعاً ناجائز سمجھتا رہا لیکن تقریبات کے موقع پر وہ اس پر پابندی عائد کرنے سے مجبور رہا۔ اس کے عہد میں فن مصوری کو فروغ نہیں ہوا کیونکہ وہ موسیقی کی طرح ہی مصوری کو بھی شرعاً ناجائز تصور کرتا تھا پھر بھی اس کی بہت سی تصاویر ملتی ہیں اس کی بیٹی شہزادی زیب النساء کو مصوری سے خاصی دلچسپی تھی چنانچہ اس نے کئی مرقع تیار کرائے۔ ۴۲

اورنگ زیب کا عہد دراصل کفایت شعاری اور سادگی کا دور تھا اس لئے اس عہد میں جدید عمارتیں بہت کم تعمیر ہوئیں صرف ضروری عمارتوں کی تعمیر اور مرمت کی گئی۔

اس نے ہندوستانی سماج کو پاکیزہ بنانے کے لئے مناسب اقدام کئے۔ مثلاً۔ بھنگ کی کاشت۔ شراب نوشی۔ قمار بازی۔ اور بدکاری پر مکمل طور سے پابندی عائد کر دی گئی اور اس کی روک تھام کے لئے سخت ترین احکامات جاری کئے۔ نیز بازاری عورتوں کی اصلاح کے لئے مناسب اقدام کئے تاکہ ان کو سماج میں باعزت زندگی گزارنے کا موقع ملے اس زندگی کو ناپسند کرنے کی صورت میں ان کو ملک بدر کرنے کا حکم صادر کیا۔

اس نے ۱۶۶۴ء میں کی اس کے خلاف حکم جاری کیا جو ایسی قبیح رسم تھی کہ اس کا وجود انسانیت

کے لئے شرمناک اور بدنماداغ ہے۔

مذہبی حالات

اورنگ زیب نے اپنی انفرادی زندگی ہی میں مذہب کو نہیں اپنایا بلکہ ملک کے اجتماعی نظام میں اس کو رائج کیا خاص کر مسلم عوام جو اسلامی احکام کو نظر انداز کرنے لگے تھے ان کو سختی کے ساتھ اسلامی احکام کا پابند بنانے کی کوشش کی اور غیر مسلموں کی اس جماعت کو جس نے اسلام کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا خاموش کیا۔ نئی مساجد کی تعمیر اور ویرانی مساجد کو آباد کرانے کی ہر ممکن کوشش کی اس کے عہد میں ہندوستان کی تقریباً سبھی مساجد کے ائمہ کرام اور موزنین کو سرکاری خزانہ سے تنخواہ دی جاتی تھی۔ اس نے ان مساجد کو اسلامی معاشرہ اور مسلمانوں کے اندر اچھے اخلاق رواج دینے کے لئے استعمال کیا۔ چنانچہ یہ اسکیم مذہبی بیداری پیدا کرنے کے لئے بہت کارگر ثابت ہوئی۔ وہ چونکہ بذات خود مذہبی احکام کی سختی کے ساتھ پابندی کرنے کا عادی تھا۔ اس وجہ سے اس نے ہندوستانی مسلمانوں میں اسلامی احکامات کو رائج کرنا ضروری سمجھا۔

تعلیمی حالات

اسلامی ہندوستان کی تاریخ میں اورنگ زیب عالم گیر کا زمانہ ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس عہد میں ہندوستان مختلف ریاستوں کے بجائے ایک مضبوط اور مستحکم اقتدار کے ساتھ منظم اور متحد ہو کر ترقی کی راہوں پر تیزی کے ساتھ گامزن تھا اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس زمانہ میں اسلامی علوم و فنون۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ علم کلام اور ادب کے ممتاز ماہرین نے جنم لیا اور ماضی سے کئی گنا زیادہ سے زیادہ ان علوم کو فروغ ہوا۔ ملا جیون امیٹھوی جو اپنے علمی تبحر اور فقہی نیز غیر معمولی قوت حافظہ۔ اخلاص و سادگی کی بنا پر اپنے ہم عصر علماء میں امتیازی شان رکھتے ہیں اسی دور کے ہیں۔ اس کے عہد

میں مذہبی تعلیم کا مفت انتظام کیا گیا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ابتدائی تعلیم پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اسی کے پیش نظر اس نے ابتدائی تعلیم کو خاص طور سے اپنی توجہ کا مرکز بنایا، ملک کا کوئی گاؤں یا مسجد ایسی نہیں تھی جس سے متصل کسی مکتب کا انتظام نہ کیا گیا ہو مساجد اور صوفیائے کرام کی خانقاہیں ملک بھر میں پھیلی ہوئی تھیں جن کے اندر عبادت و ریاضت کے علاوہ روحانی اور دینی و دنیوی تعلیم بھی دی جاتی تھی بڑے مدارس میں ذریعہ تعلیم عربی و فارسی تھا۔ حساب، زراعت، ہندسہ، تشریح اعضاء، تاریخ، ریاضیات، طبعیات، وغیرہ علوم فارسی میں بڑھائے جاتے تھے۔ مدارس میں عربی کی تعلیم لازمی تھی جس کے ذریعہ، صرف، نحو، بلاغت، ادب، منطق، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، حدیث، تصوف، اور فلسفہ وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ قاضیوں اور مفتیوں کا انتخاب بھی اعلیٰ درجہ کے معلمین کے ذریعہ ہی کیا جاتا تھا۔ ۴۳

کتب خانہ

اورنگ زیب چونکہ بچپن ہی سے علماء و فضلاء کی صحبت میں رہتا تھا اس وجہ سے اس کو کتابوں کے جمع کرنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا حکمرانی کے مشاغل کے باوجود کتب بینی کا والہانہ ذوق رکھتا تھا دینی علوم سے خصوصی رغبت کی وجہ سے اس نے شاہی کتب خانہ کی نوعیت ہی بدل دی تھی اور کتب خانہ مذہبی کتابوں کے لئے مخصوص ہو گیا تھا۔ جس کے لئے اطرافِ عالم سے کتابیں حاصل کرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔

کتب خانہ میں کتابوں کی تعداد معاصر تاریخوں میں نہیں ملتی لیکن اس کی وسعت کا اندازہ فتاویٰ عالمگیری کی تالیف سے لگایا جاسکتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کے لئے ہندوستان کے مختلف علاقوں سے صاحب علم اور ذی استعداد

علماء کو منتخب کر کے ان کا ایک بورڈ مقرر کر دیا تھا ان علمائے ربانین کی دن رات کی محنت کی وجہ سے اس عظیم فقہی مسودہ کی آٹھ سال کی مدت میں تکمیل ہو سکی اور لاکھوں روپیہ اس کے اوپر صرف کیا گیا۔

عالمگیر کو اس نادر تصنیف سے بہت زیادہ دل چسپی تھی وہ اس کا ہر صفحہ خود پڑھوا کر سنا کرتا تھا اور کتاب میں جن حوالوں کا تذکرہ کیا جاتا ان کے اصل مأخذ کو دیکھ کر اس سے مقابلہ کرتا تھا اس کی تدوین کی سلسلہ میں کتب فقہ و حدیث کی متعدد کتابوں سے استفادہ کیا گیا۔ اور یہ سب کتابیں عالمگیر کے کتب خانہ میں موجود تھیں۔ اس کا کتب خانہ درحقیقت مذہبی علوم و فنون کے ذخیروں سے بھرا ہوا تھا۔ ”عالم گیر مہمات کے دوران میں کتابوں کا خاص خیال رکھتا تھا اور نادر کتابوں کو اپنے کتب خانہ میں منتقل کر لیا کرتا تھا۔

نواب حبیب اللہ شیروانی کے کتب خانہ میں ”مثنوی گوئے چوگاں“ کا ایک نسخہ موجود ہے جو عالم گیر نے فتح گول کنڈھ کے مالِ غنیمت میں حاصل کیا تھا۔ ۴۴

فتاویٰ ہندیہ

عالم گیر کے تمام علمی کارناموں میں سب سے نمایاں کارنامہ فتاویٰ ہندیہ (فتاویٰ عالم گیری) کی تدوین ہے۔

یہ عربی زبان میں ہے اور چھ جلدوں پر مشتمل ہے ہر جلد میں تقریباً ۵۰۰ صفحات ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری فقہ حنفی کی ایک جلیل القدر کتاب ہے اس سے قبل حنفی فقہ پر اس طرح کی کوئی جامع کتاب نہیں تھی جس میں تقریباً تمام مسائل کو بیان کیا گیا ہو۔

یہ کتاب مختلف اوقات میں مختلف سازوں میں طبع ہو چکی ہے مطبع نول کشور لکھنؤ، مطبع مجیدی کانپور وغیرہ سے طبع ہو چکی ہے۔ جلد اول کتاب الطہار، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم،

کتاب المناسک پر مشتمل ہے۔

ابتدا اس طرح ہے۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد سيد المرسلين
وعلى آله واصحابه اجمعين۔ الباب الاول في الوضوء، وفيه خمسة فصول الفصل الاول في
فرائض الوضوء۔ قال الله تعالى۔ ”يا ايها الذين آمنوا اذا قمتم الى الصلوة فاغسلوا
وجوهكم وايديكم الى المرافق“ الى آخر الآية۔ وهي اربع الاول غسل الوجه۔ الغسل
هو الاسالة۔ والمسح هو الاصابة۔ ۴۵

فتاویٰ ہندیہ عربی زبان میں ہے لیکن اس کی عبارت اتنی سہل ہے کہ ہر وہ شخص جو عربی زبان
سے واقفیت رکھتا ہو۔ مسائل کا استخراج آسانی کر سکتا ہے۔

ابواب کی ترتیب ہدایہ کے انداز پر ہے اور ظاہر الروایۃ سے جو مسائل ثابت ہیں صرف ان ہی
پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اگر کسی کتاب سے کوئی عبارت نقل کی گئی ہے تو ماخذ کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ بغیر کسی
شدید ضرورت کے تغیر نہیں کیا گیا ہے۔ اورنگ زیب نے اپنی سلطنت کے اوائل ہی میں فقہ حنفی کی تدوین
کے لئے شیخ نظام الدین برہان پوری، کو مقرر کیا تھا اس کتاب کی تدوین میں دولاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔
چار اہل علم اور اہل تقویٰ بزرگوں کو شیخ نظام الدین برہان پوری کی ماتحتی میں فتاویٰ عالم گیری
کی تدوین کے لئے مقرر کیا گیا تھا اور ایک ایک چوتھائی کام ہر عالم کے ذمہ تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ان
چار علماء کے نام یہ ہیں۔

(۱) قاضی محمد حسین جوہری محتسب۔

(۲) شیخ علی اکبر حسینی اسعد اللہ خانی۔

(۳) شیخ حامد بن ابو حامد جو پوری۔

(۴) مفتی محمد اکرام خفی لاہوری۔

اس کے علاوہ فتاویٰ کے مرتبین میں کچھ اور اسماء بھی شامل ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) شیخ رضی الدین بھاگلپوری۔

(۲) شیخ عبدالرحیم بن وجیہ الدین دہلوی۔

(۳) مفتی وجیہ الدین گویا موی۔

(۴) خطیب شیخ احمد بن منصور گویا موی۔

(۵) ابوالبرکات بن حسام الدین دہلوی۔

(۶) شیخ محمد جمیل بن عبدالجلیل جو پوری۔

(۷) مولانا ابوالخیر ٹھٹھوی سندھی۔

(۸) مولانا نظام الدین بن نور محمد ٹھٹھوی سندھی۔

(۹) شیخ محمد سعید قطب الدین سہالوی۔

(۱۰) مفتی عبدالصمد جو پوری۔

(۱۱) مولانا جلال الدین مچھلی شہری۔

(۱۲) قاضی عصمت اللہ بن عبدالقادر لکھنوی۔

(۱۳) قاضی محمد غوث علوی کاکوروی۔

(۱۴) شیخ محمد غوث علوی کاکوروی۔

(۱۵) سید عبدالفتاح بن ہاشم صدی۔

حاشیہ:- مولانا مناظر احسن گیلانی نے الثقافت الاسلامیہ اور مرآة العالم، کے حوالے سے لکھا ہے کہ۔ سید اعلیٰ نظام الدین کے علاوہ مرتبین فتاویٰ کے چار راکین کے نام اور ملتے ہیں۔

(۱) قاضی محمد حسین جوہپوری۔

(۲) شیخ علی اکبر حسینی سعد اللہ خاں۔

(۳) شیخ حامد بن ابو حامد جوہپوری

(۴) مفتی محمد اکرام لاہوری۔

ثبوت کے طور پر مولانا مناظر احسن گیلانی نے یہ عبارت پیش کی ہے۔

”یک ربع مفوض بہ قاضی محمد حسین جوہپوری محبت عسکر۔ ویک ربع بہ سید علی اکبر سعد اللہ خانی ویک ربع بہ ملا حامد جوہپوری تلمیذ مرزا زاہد ویک ربع بہ محمد اکرام معلم شاہ زادہ کام بخش یو دمرآة العالم۔ ص: ۴۶-۴۷

جبکہ مرآة العالم کے صفحہ ۳۰۱ کی عبارت ”در ترتیب و تالیف ربع از فتاویٰ عالم گیری شاہی مامور شدہ و وہ کس دیگر از فضلاء بہد و اعانت او مقرر شدند اور در آں کار مساعی جمیلہ بکار بردہ“ سے جو قاضی شیخ وجیہ الدین کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ایک نام شیخ وجیہ الدین کا اور سامنے آتا ہے اس لحاظ سے شیخ نظام الدین کے ماتخوں کی تعداد پانچ ہو جاتی ہے۔

دوسری بات اس عبارت سے یہ سامنے آتی ہے کہ پانچوں علماء کے ماتحت دس دس علماء ان کی اعانت کے لئے مقرر کئے گئے تھے اس لحاظ سے فتاویٰ ہندیہ کے مرتبین کی تعداد پچاس سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔

مرتبین فتاویٰ ہندیہ

- (۱) شیخ نظام الدین برہان پوری (افسر اعلیٰ)
- (۲) سید علی اکبر سعد اللہ خانی (غالب)
- (۳) ملا حامد بن ابوجامد جوہپوری
- (۴) ملا محمد حسین جوہپوری
- (۵) ملا محمد اکرام مفتی لاہور
- (۶) قاضی وجیہہ الدین گویا موی
- (۷) مولانا محمد ابوالخیر ٹھٹھوی (معاون)
- (۸) مولانا محمد جمیل صدیقی جوہپوری
- (۹) جلال الدین محمد مچھلی شہری
- (۱۰) شاہ عبدالرحیم بن وجیہہ الدین دہلوی
- (۱۱) میر سید محمد قنوجی
- (۱۲) شیخ رضی الدین بھاگلپوری
- (۱۳) شیخ محمد غوث علوی کاکوروی
- (۱۴) ملا وجیہہ الرب
- (۱۵) ملا محمد شفیع سرہندی
- (۱۶) مولانا محمد فائق (معاون)
- (۱۷) سید ابوالفرح معرف بہ سید معدن

- ’ (۱۸) ملک غلام محمد قاضی القضاۃ لاہور
- ’ (۱۹) قاضی سید عنایت اللہ منگیری
- ’ (۲۰) سید نظام الدین بن نور محمد ٹھٹھوی سندھی
- ’ (۲۱) شیخ احمد بن منصور گویا موی
- ’ (۲۲) ابولبرکات بن حسام الدین دہلوی
- ’ (۲۳) شیخ محمد سعید بن قطب الدین سہالوی
- ’ (۲۴) مفتی عبدالصمد جونپوری
- ’ (۲۵) قاضی عصمت اللہ بن عبدالقادر لکھنوی
- ’ (۲۶) قاضی محمد دولت بن یعقوب فتحپوری
- ’ (۲۷) سید عبدالفتاح بن ہاشم صدانی
- ’ (۲۸) مولانا چلبی عبدالصمد
- ’ (۲۹) مولانا ابوالواعظ ہرگامی
- ’ (۳۰) مولانا فصیح الدین جعفری بہار
- ’ (۳۱) مولانا ضیاء الدین محدث
- (۳۲) بہار کے شمال میں ایک شریف مسلمان محمد بخش رہتے تھے یہ گھرانہ عالموں اور قاضیوں کا گھرانہ تھا اس گھرانہ کے ایک عالم نے بھی فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں حصہ لیا تھا۔ ۷۴



حواشي

- ١- ابن كثير- البداية والنهاية ج ٩، ص ٨٤، مطبعة السعادة القاهرة ١٩٣٢
- ٢- ابوسعبد الكريم- الانساب للسمعاني، ص ١١٢، مطبعة دائرة المعارف حيدرآباد ١٩٤٦ء
- ٣- نيل الابتهاج بنظر يز الدين باج، ص ١٠٣، مكتبة الرسالة بالقاهرة ١٩٣٢ء
- ٤- الانساب للسمعاني ج ٢، ص ١٢٣، مطبعة دائرة المعارف حيدرآباد ١٩٤٦ء
- ٥- ابوسعبد الكريم- الانساب للسمعاني، ج ٥، ص ٢٢٢
- ٦- فوائد الفوائد، ص ١١٢، مكتبة المعارف بمصر، ١٩١٢ء
- ٧- كتاب السابق بحواله عروبة العلماء، ص ١١٢، مكتبة الرسالة بالقاهرة ١٩٥٢ء
- ٨- سيد عبدالحى- نزهة الخواطر، ج ٢، ص ١٢٣، دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد
- ٩- زكريا بن محمد القزويني- آثار البلاد واخبار العباد، ج ٢، ص ٢١٢، بيروت ١٩٦٠ء
- ١٠- سيد عبدالحى الحسن- الثقافة الاسلامية في الهند، ص ١١٢، دمشق ١٩٥٨ء
- ١١- ابوبكر بن احمد بن محمد عمر- طبقات الشافعية الكبرى، ص ١٢٢، القاهرة ١٩٦٢ء
- ١٢- ابونعيم الاصفهاني- حلية الاولياء، ص ٢١٢- مطبعة الرسالة بالقاهرة ١٩٤٣ء
- ١٣- الانساب للسمعاني، ج ٢، ص ٤٢
- ١٤- ياقوت الحموي- معجم البلدان، ج ٢، ص ١٤٢، بيروت ١٩٥٥ء
- ١٥- الحافظ ابوبكر احمد بن علي الخطيب البغدادي- تاريخ بغداد، ج ٢، ص ١١٢، مكتبة الخانجي بالقاهرة- ١٩٣١ء
- ١٦- الانساب للسمعاني، ج ٣، ص ٢١٢

- ٢٧ الانساب للسمعاني، ج ٢، ص ٢٥٢
- ٢٨ الانساب للسمعاني، ج ٦، ص ١٤٢
- ٢٩ الانساب للسمعاني، ج ٢، ص ١٤٢
- ٣٠ علي ابن الحسن - تاريخ ابن عساكر، ج ٢، ص ١٢٢٢ لمجمع العلمي العربي - ١٩٤١ء
- ٣١ ابن حجر العسقلاني - لسان الميزان، ج ١، ص ١٢١، حيدرآباد دكن ١٣٣٠هـ
- ٣٢ الاعلام، ج ٢، ص ١٢، خير الدين الزركلي، القاهرة ١٩٥٢ء
- ٣٣ ابن حجر العسقلاني - لسان الميزان، ص ١٥، حيدرآباد دكن ١٣٣٠هـ
- ٣٤ الانساب للسمعاني، ص ٢٢٢
- ٣٥ ياقوت الحموي - معجم البلدان، ج ٢، ص ١١٢، بيروت ١٩٥٥ء
- ٣٦ التدوين في اخبار قزوين، ص ٢١٢
- ٣٧ التدوين في اخبار قزوين، ص ١٣٨
- ٣٨ الانساب للسمعاني، ج ٢، ص ٥٢
- ٣٩ الانساب للسمعاني، ١٢
- ٤٠ الانساب للسمعاني، ١١٢
- ٤١ كتاب الخطط والآثار، ج ٢، ص ١١٥، بيروت ١٩٤١ء
- ٤٢ كتاب الخطط والآثار، ج ٢، ص ١٤٨، بيروت ١٩٤١ء
- ٤٣ نجم الدين الغزي - الكواكب السائرة باعيان المنة العاشرة، ص ٨٣، بيروت ١٩٥٩ء
- ٤٤ شامة العنبر في ماورد في الهند من سيد البشر، ص ١٢

- ۳۵ سید سلیمان ندوی۔ عرب و ہند کے تعلقات، ۱۱۲، اعظم گڑھ، ۱۹۷۹ء
- ۳۶ تاریخ فرشتہ، ۱۲۴
- ۳۷ عبد القادر البدایونی۔ منتخب التواریخ، ج ۲، ۱۲۲۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۹ء
- ۳۸ خلاصۃ التواریخ، ۱۳۴
- ۳۹ علامہ ابو الفضل۔ آئین اکبری، ۱۱۸، دار الطبع عثمانیہ، حیدرآباد ۱۹۳۹ء
- ۴۰ آئین اکبری، ۱۲۸، دار الطبع عثمانیہ، حیدرآباد ۱۹۳۹ء
- ۴۱ خلاصۃ التواریخ، ۲۱۰
- ۴۲ تاریخ فرشتہ، ص ۴۴
- ۴۳ سید عبدالحی الحسنی۔ الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند، ص ۱۸۷، دمشق ۱۹۵۸ء
- ۴۴ خلاصۃ التواریخ، ص ۱۴
- ۴۵ فتاویٰ ہندیہ، ص ۲، کتب خانہ عزیز یہ دہلی،
- ۴۶ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج ۳، ص ۱۴، ادارہ اہتمام دارالعلوم دیوبند
- ۴۷ عبد القادر البدایونی۔ منتخب التواریخ، ص ۷۷۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۹ء

﴿دوسرا باب﴾

شیخ عبدالنبی شطاریؒ کے معاصر علماء

دوسرا باب

شیخ عبدالنبی شطاریؒ کے معاصر علماء

حضرت مجدد الف ثانی (۱۰۳۴-۹۷۱)

شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد بن شیخ زین العابدین - عربی و فارسی کے بلند پایہ ادیب، علوم اسلامیہ کے محقق عالم، عظمت صحابہ کے امین و محافظ، ارباب تصوف و اصحاب علم کے مصلح، شریعت و طریقت کے پاسباں، اکبری الحاد کے خاتم اور شریعت اسلامیہ کو ملک میں دوبارہ نفاذ دلانے والے عظیم المرتبت اور بے مثال مجاہد تھے۔ آپ کو بدعت سے شدید نفرت اور سنت رسول علیہ الصلاۃ والسلام سے قلبی لگاؤ تھا حضرت شیخ احمد کی پیدائش ۱۴ شوال ۹۷۱ھ شب جمعہ کے نصف آخر میں سرہند کے مقام پر ہوئی۔ اٹھائیس واسطوں سے آپ کا نسب امیر المومنین خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ اپنے اس نسب پر خود حضرت کو بھی ناز تھا جیسا کہ دینی حمیت کے مواقع پر مکتوبات میں آپ نے اس طرح کے جملے تحریر فرماتے ہیں:-

آپ کے اجداد افغانستان کے باشندے تھے حضرت کی چودھویں پشت میں ایک بزرگ شیخ شہاب الدین عمر نے فقر اختیار کر لیا تھا۔ سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی، کابل کے کوہستانی علاقہ میں سکونت پذیر ہو کر رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے اور اسی جگہ وفات پائی۔ یہ جگہ اب درہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے شیخ شہاب الدین ہی کی نسل سے ایک بزرگ شیخ امام رفیع الدین جو حضرت شیخ سرہندی کی طرف سے پانچویں پشت میں ہیں وہ جہانیاں جہاں گشت شیخ جلال الدین بخاری کے مرید تھے۔ حضرت شیخ بخاری ہندوستان کی سیاحت کے لئے تشریف لائے تو شیخ امام رفیع الدین بھی ان کے ساتھ تھے۔ مرشد نے یہیں اقامت کا حکم دیا۔ اس لئے انہوں نے سرہند (پنجاب) میں

سکونت اختیار کر لی۔ ۲

شیخ احمد سرہندی کی کنیت ابوالبرکات، لقب بدرالدین اور مجدد الف ثانی سے مشہور و متعارف ہیں۔ ان کے والد شیخ عبدالاحد کا شمار اپنے وقت کے اکابر صوفیہ اور کامیاب مدرسین میں ہوتا تھا وہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے صاحبزادے شیخ رکن الدین سے تربیت و خلافت یافتہ تھے۔ انھوں نے شیخ کمال کیچلی (م ۱۵۷۳ء) سے سلسلہ قادریہ میں بیعت و خلافت حاصل کی۔ اور شیخ اللہ داد سے رہتاس میں پہنچ کر نیز حضرت سید علی قوام سے جو پور جا کر فیوض و برکات حاصل کئے۔ وہ معقولات و منقولات کی کتابیں تحقیقی نہج پر پڑھاتے تھے۔ فقہ و اصول فقہ میں انھیں خاص درک حاصل تھا، وہ اپنے طلبہ کو باطنی علوم سے بھی آراستہ فرماتے تھے حقائق کی معرفت کے لئے عوارف المعارف اور فصوص الحکم کا درس دیا کرتے تھے، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے بے حد متاثر تھے۔ اور ان کے بیان کردہ دقیق معارف کی تشریح کرنے میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ باایں ہمہ اتباع سنت کا بہت خیال رکھتے تھے۔

وہ طریقت کے دیگر سلاسل سے بھی مستفید ہوئے مگر سلسلہ نقشبندیہ سے کووالہانہ لگاؤ تھا۔ یہی اثرات ان کے صاحبزادہ میں منتقل ہوئے۔ شیخ احمد سرہندی کی تعلیم و تربیت پر ان کے والد نے خصوصی توجہ فرمائی۔ انھوں نے بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ مروجہ علوم کی طرف متوجہ ہوئے اور اکثر درسی کتابیں اپنے والد ہی سے پڑھیں۔ انھیں سے تصوف کی بعض کتابیں مثلاً تعریف، عوارف المعارف اور فصوص الحکم وغیرہ کا درس لیا۔ کتب حدیث کی سند اور طریقہ کبرویہ کی نسبت مولانا یعقوب صوفی کشمیری سے حاصل کی ادب، تفسیر اور حدیث کی کتابیں دارستہ و اجازۃ قاضی بہلول بدخشانی سے حاصل کیں۔ آپ کو حدیث مسلسل بالاولیت کی سند بھی حاصل ہے۔ ۳

جب مولانا کمال کشمیری نزیل سیالکوٹ کی شہرت سنی تو حاضر خدمت ہوئے اور معقولات میں ان سے استفادہ کیا اور سرہند واپس آ گئے۔ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد تدریس کا شغل اختیار فرمایا مگر علم کے شوق میں پھر رخت سفر باندھا۔ رہتاس اور جوئیہ گئے بعد ازاں اکبر آباد (آگرہ) قیام فرمایا۔ وہاں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا انھیں ایام میں ایک رسالہ اثبات النبوة اور دوسرا امامی شیعوں کی تردید میں تحریر فرمایا۔ کچھ مدت کے بعد آپ کے والد بزرگوار اکبر آباد گئے اور آپ کو ہمراہ لے آئے۔ راستہ میں جب تھانیر پہونچے تو وہاں کے ایک رئیس شیخ سلطان کی بیٹی سے آپ کا نکاح پڑھا گیا۔ اس مناکحت سے آپ کو کافی مال ملا۔ سرہند پہونچ کر التزام کے ساتھ والد ماجد کی خدمت میں رہنے لگے اور چشتیہ اور قادریہ دونوں نسبتیں حاصل کیں۔ طریقہ کبرویہ کی نسبت مولانا یعقوب کشمیری سے حاصل کر چکے تھے۔ اب سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت حاصل کرنے کی آرزو تھی۔ ۱۰۰۷ھ میں والد کا انتقال ہو گیا تو آپ حج کے شوق میں گھر سے نکل پڑے اور دہلی پہونچے۔ وہاں ملا حسن کشمیری سے ملاقات ہوئی انہوں نے برسبیل تذکرہ خواجہ باقی باللہ نقشبندی کا ذکر کیا تو آپ کو ان کی زیارت کی تمنا ہوئی۔ اور ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے خواجہ صاحب شفقت و عنایت سے پیش آئے اور کچھ عرصہ قیام کی ترغیب دی آپ نے ڈھائی مہینہ قیام فرمایا حضرت خواجہ نقشبندی نے خوشخبری سنائی کہ آپ کو نسبت نقشبندیہ کامل طور پر حاصل ہو گئی۔ دوسری مرتبہ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خلعت و خلافت عطا فرمائی اور خاص اصحاب کو تعلیم و تربیت کے لئے سپرد فرمایا۔ تیسری بار پہونچے تو مرشد نے چند قدم چل کر استقبال فرمایا اور بڑی بڑی بشارتیں سنائیں حضرت مجدد کو اعتراف تھا کہ انہوں نے جو تجلیات، ظہورات انوار اور الوان کی کیفیتیں پائیں وہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی صحبت بابرکت کا نتیجہ ہیں ۵

حضرت شیخ احمد سرہندی کی علمی صلاحیت اور باطنی کمالات پر خود ان کے مرشد کونا زتھان ہی کا فرمان ہے کہ وہ آگے چل کر چراغ بن کر دنیا کو روشن کریں گے چنانچہ ان کی خدمات جلیلہ امت کے سامنے ہیں۔ یہ تمام فیوض و برکات حاصل کر کے سرہند میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا تو چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ سلسلوں کے حسن امتزاج سے مجددیہ سلسلہ جاری ہوا جس سے ایک بہت بڑا مذہبی اور روحانی انقلاب پیدا ہوا انہوں نے اپنے تجدیدی کارناموں سے اس دور کے مسلمانوں کو ایک نئی زندگی عطا کی۔

اکبری دینی بدعات کی وجہ سے اسلام پر ایک ضرب کاری لگی تھی اکبر کے بعد جہانگیر تخت نشین ہوا تو آپ نے روز اول ہی سے اسلام کی سر بلندی اور شرعی احکام کے نفاذ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی امراء اور حکمران طبقہ کو ان کے فرائض یاد دلانے اور انہیں ترویج شرع اور حمایت دین پر ابھارا شیخ فرید مرتضیٰ خاں بخاری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔ اکبری دور میں ”لکم دینکم ولی دین“ پر عمل ہوتا تو کوئی خرابی پیدا نہ ہوتی یعنی ہندو اور مسلمان دونوں کو اپنے اپنے مذہب پر کار بند ہونے کی اجازت ہوتی لیکن بڑے دکھ کے ساتھ لکھتے ہیں کہ مسلمان احکام اسلام جاری کرنے سے عاجز تھے اور اگر کرتے تو قتل کئے جاتے۔ مسلمان زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کی ماتم پرسی کرتے اور دشمن اس پر تمسخر اور استہزا کر کے ان کے زخموں پر نمک چھڑکتے۔ ہدایت کا آفتاب گمراہی کے پردے میں چھپا ہوا تھا اور حق کا نور باطل کے پردوں میں آ گیا تھا۔ پھر جہاں گیر کی تخت نشینی کی خوش خبری خاص و عام تک پہنچی۔ اہل اسلام کے لئے لازم ہے کہ بادشاہ کے مددگار اور معاون ہو۔ شریعت کے رواج دینے اور مذہب کو تقویت پہنچانے میں اس کی رہنمائی کریں۔ ۱۔

اسی طرح جہانگیری دور کے دیگر امراء مثلاً صدر جہاں، خاں اعظم عبدالرحیم خانخاناں

اور خواجہ جہاں وغیرہ کو اپنے حلقہ اثر میں شامل کیا اور انھیں دین اسلام کی نصرت و حمایت کے لئے تیار کیا۔ مجدد الف ثانی ان کے ذریعہ جہانگیر کو شریعت کی پاسداری کرانے میں کامیاب ہو گئے اپنے مکتوبات میں اس امر پر اطمینان اور خوشی کا اظہار بھی کیا ہے۔

انھوں نے امراء کی اصلاح کی بھی پوری کوشش کی ایک مکتوب میں شیخ فرید کو لکھتے ہیں۔
 ”سیر و سلوک“ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے مقصود صرف یہ ہے کہ باطنی آفتیں اور دلی امراض دور ہو جائیں تاکہ ایمان کی حقیقت حاصل ہو جائے دوسرے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

”سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ شریعت کو رواج دینے اور اس کے کسی حکم کو زندہ کرنے میں کوشش کی جائے خصوصاً ایسے زمانہ میں جبکہ اسلام کے نشانات مٹ چکے ہوں کروڑوں روپے خدا کی راہ میں خرچ کرنا شریعت کے ایک مسئلہ کو رواج دینے کی برابر نہیں امراء کی اصلاح کے ساتھ آپ کے مکتوبات میں صوفیاء خام اور علماء سوء کی خامیوں پر بھی تنبیہ کی گئی ہے۔ ایسا تصوف جو شریعت سے ہم آہنگ نہ ہو آپ کے نزدیک اس کی کوئی معقولیت نہیں۔ صوفیہ کے احوال، اور علوم و معارف کو اسی وقت تک قابل قبول سمجھتے ہیں جب تک کہ یہ عین شریعت کے مطابق ہوں ان کے نزدیک شریعت اور طریقت دونوں ہی ضروری ہیں۔ شریعت کو بہر حال آپ کے یہاں طریقت پر فوقیت حاصل ہے۔ طریقت کو آپ تربیت قرار دیتے ہیں اور شریعت کے بغیر طریقت امر عبث کے سوا کچھ نہیں ۱

علماء کی دنیا سے محبت بہت ناگوار تھی فرماتے ہیں کہ اہل علم کو جاہ ریاست، مال اور بلندی کی ہوس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ انھیں دنیا میں زاہد بن کر رہنا چاہئے۔ جو عالم دنیا کی محبت میں گرفتار رہتا ہے وہ دین کا چور ہے۔ ۹

جس طرح مخلوقات کی بقاء علماء کے وجود سے وابستہ ہے اس طرح دنیا کا خسارہ بھی ان ہی

سے مربوط ہے بہترین علماء دنیا کی بہترین مخلوق ہیں بدترین علماء دنیا کی بدترین مخلوق ہیں۔ تمام دنیا کی ہدایت اور گمراہی ان ہی پر موقوف ہے انہوں نے علماء اور صوفیہ کو قریب کرنے میں بھی سعی بلیغ فرمائی۔ ۱۰۔ وہ صوفیہ اور علماء کے نظریات میں کسی قسم کا اختلاف تسلیم نہیں کرتے۔ ان دونوں جماعتوں کے نظریات دو مختلف چیزیں نہیں فرق یہ ہے کہ علماء سب کچھ عقل و استدلال سے حاصل کرتے ہیں اور صوفیہ کشف و الہام سے۔ ۱۱۔

اس زمانہ میں علماء اور صوفیہ میں وحدۃ الوجود کے مسئلہ پر زبردست اختلاف تھا اہل تصوف وحدۃ الوجود کے قائل تھے مگر بعض علماء اس نظریہ کو کفر اور زندقہ سے تعبیر کرتے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے دونوں کو ایک دوسرے سے قریب تر کرنے کی کوشش کی فرماتے ہیں کہ اشیاء کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ماننا اور تمام اشیاء کو عین حق بتانا تو واقعی کفر اور زندقہ ہے انہوں نے تصریح کی ہے سالک کو ایک منزل پر محسوس ہوتا ہے کہ وجود ایک ہے۔ اس ذات کے سوا کچھ موجود نہیں لیکن جب وہ اس منزل سے آگے بڑھتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض وحدت شہود تھی یعنی جو کچھ ایسا نظر آیا وہ واقع میں ایسا نہیں تھا۔ وجود میں وحدت حقیقہ نہ تھی بلکہ اس کے مشاہد میں ایسی وحدت نظر آئی اور جب وہ اس منزل سے آگے بڑھتا ہے تو اس کو خالق اور مخلوق کی جداگانہ حقیقتیں نظر آنے لگتی ہیں ۱۲۔

حضرت مجدد الف ثانی کا یہ کارنامہ بھی بہت اہم ہے کہ انہوں نے وحدت الوجود کی تشریح وحدت الشہود کے ذریعہ کر کے طبقہ علماء اور جماعت صوفیہ کو قریب تر کر دیا۔ انہوں نے اہل شریعت کو وحدۃ الوجود کی صحیح تشریح سے مطمئن کر دیا اور اہل طریقت پر علوم شرعیہ کی عظمت واضح فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ علوم لدنیہ کی متابعت علوم شرعیہ سے نہیں تو ایسے تمام علوم کا حاصل کرنا الحاد اور بے دینی

ہے۔ جو عارف شرعی احکام کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتا وہ جاہل ہے۔ ۱۳

اسلام کی سر بلندی اور شریعت کی ترویج کے لئے تین طبقوں کا انتخاب کیا ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں ان کے فرائض یاد دلا کر ان کی انجام دہی اور تکمیل کی ترغیب دی ان کی اس مخلصانہ کوشش اور دعوت و عزیمت سے اس زمانہ کی مذہبی اور معاشرتی زندگی میں زبردست انقلاب آیا۔

چراغ حق کو بجھانے کے لئے باطل نے کبھی اپنی کوششوں میں کمی نہیں کی۔ آپ کو بھی مخالفتوں اور مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بعض امراء کی فتنہ سامانیاں اور سرانگیزیوں سے جہانگیر آپ سے برگشتہ رہا حتیٰ کہ مشتعل ہو کر گوالیار میں محبوس کر دیا اور یہ اعتراض تھا کہ انہوں نے اپنے مکتوب میں خلفائے راشدین کے مقام سے گذر کر ان سے بھی عالی تر مقام پر پہنچنے کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ بادشاہ کی خدمت کے لئے اپنے کسی ادنیٰ خادم کو طلب فرمائیں اور ازراہ مہربانی اس سے کوئی پوشیدہ بات کہیں تو ضروری ہے کہ وہ ادنیٰ خادم امراء عالی قدر کے مقام کو طے کر کے آپ تک پہنچے گا اور پھر وہ خادم واپس اپنے مقام پر جا کھڑا ہوتا ہے۔ اس آمد و رفت سے یہ الزام نہیں آتا کہ اس ادنیٰ خادم کا مرتبہ امراء نامدار سے بلند ہو گیا۔ جب یہ حربہ کارگر نہ ہوا تو کسی درباری نے کہا کہ یہ شخص مغرور ہے بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا چنانچہ آپ کو قید میں ڈال دیا گیا۔ شاہ جہاں کو حضرت مجدد سے عقیدت تھی اس نے اطلاع بھیجی کہ آپ بوقت ملاقات بادشاہ کو سجدہ کریں علماء نے اس سلسلہ میں رخصت دی ہے۔ میں ضامن ہوں کہ آپ کو کوئی گزند نہ پہونچے گا۔ آپ نے فرمایا ”سجدہ کی اجازت بصورت مجبوری ہے اور عزیمت یہ ہے کہ سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔ آپ کچھ عرصہ قید میں رہے قید و بند کا یہ سلسلہ ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا کئی

غیر مسلموں نے آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا اور کئی مجرموں نے صدق دل سے توبہ کی۔ کچھ مدت کے بعد جہانگیر نے آپ کی رہائی کا حکم صادر کیا۔ رہائی کے بعد شاہی لشکر کی بعثت میں کئی مہموں میں حصہ لیا۔ پھر جب ضعف بڑھنے لگا تو سرہند واپس آئے جہاں ۲۸/ صفر ۱۰۳۴ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور سرہند ہی میں دفن ہوئے۔ ۱۴

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی پوری زندگی اتباع شریعت، احیاء سنت نبوی اور اقامت دین نبوی کی جدوجہد میں گزری ان کا آستانہ اہل کمال اور صاحب حال حضرات کا مرکز تھا۔ علماء مشائخ اور امراء کا ایک بہت بڑا طبقہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے جلیل القدر بزرگ آپ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ اگرچہ کچھ دنوں انھیں آپ سے اختلاف رہا لیکن جب غلط فہمی دور ہو گئی تو شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فیضان مجددی سے خوب مستفید ہوئے حضرت محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ ”مجھ فقیر کو حضرت شیخ احمد سرہندی نے جو صفائی باطن عنایت فرمائی ہے وہ بے حد و شمار ہے“ ۱۵

انھوں نے آپ کی شان میں پر شوکت الفاظ استعمال کئے ہیں مثلاً زبدۃ المقربین، قطب الاقطاب، مظہر تجلیات وغیرہ۔ آپ کے حالات کے ذیل میں لکھتے ہیں اور دہلی آنے کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں آپ کی عالم گیر شہرت ہو گئی۔ آستانہ پر اصحاب علم و کمال کا مجمع رہنے لگا اور تائبانک امراء حاضر خدمت ہوئے مشائخ وقت آپ کی ارادت میں داخل ہوئے اکابر زمانہ تواضع سے ملتے۔ آپ کی وجہ سے تائبانہ سونا بنا اور ذرّے آفتاب کہلائے۔ امت کے لئے آپ کی تحریریں علم و عمل کا خزانہ ہیں ذیل آپ کے مصنفات کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

اثبات النبوة

یہ رسالہ عربی زبان میں ہے اور مطبوعہ ہے۔ اکبری الحاد نے جب شدت اختیار کی۔ اسلامی احکام کا مضحکہ اڑایا جانے لگا۔ نبوت و رسالت کے عقیدہ کو نجات کا دار و مدار اور ختم رسالت کا محمد ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ اختصاص ماننے سے انکار کیا جانے لگا تو آپ نے اثبات النبوة کے نام سے یہ رسالہ تحریر کیا اس میں معنی نبوت، ضرورت نبوت، منکرین نبوت کے اعتراضات اور ان کے جوابات، معنی معجزہ، شرائط معجزہ، اعجاز قرآن اور خاتم الانبیاء حضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کو دلائل و براہین سے آراستہ کر کے پیش کیا ہے۔

جالنیوس، امام رازی، امام غزالی، جاحظ اور نظام معترلی وغیرہ کے اقوال بطور خاص استدلال میں پیش کئے ہیں۔ کیونکہ ان علماء اور حکما کو منکرین نبوت بھی سند کا درجہ دیتے تھے ذیل میں نمونہ عبارت درج ہے۔ اثبات النبوة خاتم الانبیاء کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

راجع إلى الأصل فانهم تصوروا الامور على قدر وما وجدوه وعقلوه۔ ۱۶

رسالہ در رد و انفض

۹۹۷ھ میں عبد اللہ خاں ازبک نے شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا شیعہ حضرات نے ان ہی دنوں علماء ماوراء النہر کو ایک رسالہ بھیجا اس میں خلفائے ثلاثہ کی توہین اور حضرت عائشہ کی شان میں بڑی گستاخیاں کی گئیں تھیں۔ ہندوستانی شیعہ ان مضامین کی عوام میں تشہیر اور سلاطین و امراء کی مجالس میں ان پر اظہار فخر کرتے۔ حضرت مجددان محفلوں میں روایت و درایت کے اصول پر مضامین کی تردید فرماتے لیکن آپ نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ کی ضرورت محسوس کی تاکہ عوام الناس میں بھی غلط فہمیوں کی گنجائش نہ رہے۔ ان کا یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے اس میں دلائل و براہین سے ثابت

کیا گیا ہے کہ مشاجرات صحابہ اجتہادی اختلاف کا نتیجہ تھے بغض و عناد سبب نہ تھا۔ خلافت کی ترتیب درست اور شیخین کی فضیلت مسلم ہے۔ رسالہ میں شیعوں کے متعدد فرقوں اور ان کے مختلف نظریات کا بھی ذکر ہے۔ یہ رسالہ مطبوعہ ہے اور مختلف مطابع سے شائع ہوا ہے۔

معارف لدنیہ

رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ یہ حضرت مجدد الف ثانی کے معارف خاصہ اور طریقت کے اہم مباحث سے تعلق رکھتا ہے اس میں شریعت و طریقت کی ہم آہنگی پر بہت زور دیا گیا ہے اور نام نہاد صوفیہ جو خلاف شرع باتیں کہتے ہیں ان کی مذمت کی گئی ہے۔ راجپور، کراچی اور لاہور سے یہ رسالہ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

شرح رباعیات

خواجہ محمد باقی باللہ شیخ احمد سرہندی کے پیرومرشد تھے شریعت و طریقت کی عمدہ بصیرت کے ساتھ فارسی نثر و نظم میں بھی انھیں بلند مقام حاصل تھا۔ آپ نے اپنی دور باعیوں کی ایک شرح لکھی تھی جس میں وجود واجب تعالیٰ اور ربط احادیث بالقدیم کے دقیق مسائل کا بیان ہے۔

حضرت مجدد نے اپنے معارف خاصہ اور حضرت خواجہ کی تعلیمات کی روشنی میں اس شرح کی مزید توضیح و تشریح کی۔ اس میں صفات بشری، فناء محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام، اصول نہایت النہایت، موافقت بین کلام العلماء و الصوفیہ وغیرہ مضامین پر بحث کی گئی ہے یہ شرح کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

رسالہ تہلیلیہ

یہ رسالہ عربی زبان میں ہے اس میں کلمہ طیبہ کے متعلق مختلف امور سے بحث کی گئی ہے۔

کلمہ طیبہ کے پہلے حرف ”لا“ کے ذریعہ بحث کا آغاز کیا گیا ہے پھر لفظ ”اللہ“ کی حقیقت، اس کا اشتقاق، لطائف، توحید، کلمہ طیبہ کے فضائل اور وجود باری تعالیٰ کی حقیقت زیر بحث ہے آخر الذکر موضوع کے ضمن میں بتایا ہے کہ فلاسفہ، اور صوفیہ وجود باری کے عین ذات ہونے میں متفق ہیں بعد ازاں رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل نبوت کے دلائل اور معجزات وغیرہ کا ذکر ہے یہ رسالہ بھی کراچی اور لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

مبدأ و معاد

فارسی زبان میں ایک مختصر سا رسالہ ہے حضرت مجدد کے بعض علوم و معارف متفرق مضامین کی شکل میں تھے۔ آپ کے خلیفہ خواجہ محمد صدیقی بدخشی نے ان کو یکجا کر کے مرتب و مدون کیا۔ یہ رسالہ آداب طریقت کمالات اولیاء حقیقت کعبہ اور حقیقت قرآن وغیرہ مضامین کو محیط ہے اور یہ مطبوعہ ہے۔

مکتوبات

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات علوم و معارف کے عالمگیر ذخیرہ میں خصوصی امتیاز رکھتے ہیں بیشتر خطوط فارسی میں ہیں البتہ چند خطوط عربی میں بھی ہیں مکتوبات عربی میں ہوں یا فارسی میں، وہ اپنی تاثیر بر جستگی اور روانی کے لحاظ سے ادب و انشاء میں بلند مقام رکھتے ہیں دائرہ معارف میں مکتوبات کی قدر و قیمت درج ذیل الفاظ میں کی گئی ہے۔

”غالباً یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مثنوی مولانا روم کے بعد یہ مکتوبات حقائق و معارف اور اسرار شریعت و طریقت کا وہ خزانہ ہیں جن سے الحاد و زندقہ بدعت و ضلالت کا قلع قمع ہوتا ہے۔ مکتوبات کا انداز علمی بھی ہے اور واعظانہ و خطیبانہ بھی زبان مؤثر اور شیریں ہے اور اسلوب بیان نہایت

سلمجھا ہوا۔ ۷۱

مکتوبات کی مجموعی تعداد پانچ سو چھتیس ہے جو مختلف متوسلین خلفاء اراکین سلطنت، صاحبزادوں اور پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کے نام تحریر کئے گئے ہیں ان کی تین جلدیں ہیں۔ دفتر اول ۳۱۳ خطوط پر مشتمل ہے اس کے مرتب خواجہ یار محمد بدخشی ہیں۔ دفتر دوم میں صرف نانوائے مکتوب ہیں۔ اس کے مرتب خواجہ عبدالحی ہیں اور دفتر سوم ۱۲۴ کو محیط ہے اس کے مرتب میر محمد نعمان، اور خواجہ محمد ہاشم کشمیری ہیں۔

عربی ادب میں آپ کو زبردست کمال حاصل تھا۔ مگر وقت کے تقاضے کے پیش نظر آپ نے فارسی زبان کو ہی عموماً ذریعہ اظہار بنایا۔ یہی حال مکتوبات میں بھی ہے تاہم بعض مقامات پر آپ نے عربی زبان میں مکاتبت فرمائی ہے۔

ذیل میں بطور نمونہ عربی مکتوب ملاحظہ ہو۔

میر محبت اللہ کو لکھتے ہیں۔

”النصيحة هي الدين ومبالغة سيد المرسلين عليه الصلوة والسلام واتيان

السنة السننية والاجتناب عن البدعة الامرضية وان كانت البدعة تترى مثل فلق

الصبح لانه في الحقيقة لانور فيها ولاضياء ولا للعليل فيها شفاء ولا للداء فيها

دواء۔ ۱۸

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲-۹۵۸ھ)

ابوالمجد شیخ عبدالحق دہلوی ایک جلیل القدر محدث، ممتاز عالم، شریعت و طریقت کے نامور

پیشوا، اور عربی اور فارسی کے بہترین ادیب تھے۔ تاریخ و سوانح پر بھی آپ کو زبردست عبور حاصل تھا

فارسی میں لاکھوں کی تعداد میں اشعار کہے ہیں۔

فقہ و فتاویٰ میں اجتہادی بصیرت کے باوجود مسلک احناف کے پیرو تھے۔ آپ نے فقہ حنفی کی نہ صرف ترجمانی کی بلکہ اس کو احادیث کے ذریعہ مدلل و مزین کر کے پیش کیا ہے آپ کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ حنفیہ کے یہاں حدیث کا درجہ قیاس پر مقدم ہے اور قیاس کی حیثیت ثانوی ہے اور شوافع کے متعلق گمان ہوتا ہے کہ وہ حدیث کو قیاس پر فوقیت دیتے ہیں جبکہ احناف ار باب قیاس سے اور شوافع اصحاب حدیث سے مشہور ہیں۔

مسلک احناف کی حمایت کی وجہ سے آپ سے اہل حدیث نالاں ہیں۔ بلکہ بعض حضرات نے تو اپنے علمی وقار کو بالائے طاق رکھ کر آپ کی شان میں ناشائستہ الفاظ تحریر کئے ہیں اور آپ کی عظمت کم کرنے کے لئے تاریخی حقائق کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی بعہد اسلام شاہ سوری ماہ محرم ۹۵۴ھ میں بمقام دہلی پیدا ہوئے آبا و اجداد بخارا کے باشندے تھے جو ہندوستان آئے اور دہلی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ ۱۹۔

آپ کے والد ماجد کا نام شیخ سیف الدین ہے وہ وحدت الوجود کے قائل اور شیخ محی الدین ابن عربی کے معتقد تھے شیخ سیف الدین اگرچہ کوئی بہت بڑے عالم نہ تھے مگر اپنے ہونہار بیٹے کی تعلیم و تربیت پر انہوں نے پوری نظر رکھی والد بزرگوار ہمیشہ آپ کو انصاف پسندی بے تعصبی، علم و فضل کے ساتھ تزکیہ باطن اور اخلاص عمل کی تلقین فرماتے تھے۔ ۲۰ شیخ محدث کو بچپن ہی سے لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ بیس بائیس برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ ۲۱ فراغت کے بعد فتح پور سیکری تشریف لے گئے جوان دنوں اکبر بادشاہ کا دارالسلطنت تھا اور علمی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ وہاں آپ نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا ساتھ ہی علمی و روحانی ترقیوں کا سلسلہ جاری رہا۔

شیخ موسیٰ گیلانی سے اخذ فیض کیا اور سلسلہ قادریہ میں خلافت حاصل کی۔ سیکری میں آپ کا دس بارہ برس قیام رہا جہاں تشنگان علم اور طالبان سلوک فیض حاصل کرتے رہے آپ کے علم و فضل کا شہرہ دور، دور تک تھا۔

ابوالفیض فیضی نظام الدین بدخشی اور عبدالقادر بدایونی جیسے اصحاب علم اور ارباب قلم آپ کی علمی لیاقت، تدریسی و تصنیفی صلاحیت اور بزرگی سے متاثر ہیں۔ لیکن آپ نے اپنی عظمت و شہرت سے مادی منفعت کے حصول کی کوشش نہیں کی بلکہ پیش کش کے باوجود اس سے اجتناب فرمایا اور زہد و قناعت کی زندگی پسند فرمائی شہنشاہ اکبر اور اس کے ہم خیالوں کی دینی بے اعتدالیاں بڑھنے لگیں تو شیخ محدث دہلوی نے حرمین شریفین کی زیارت کا قصد فرمایا اس وقت آپ کی عمر ۳۸ بر کی تھی۔ احمد آباد پہنچے۔ یہاں شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی سے ملنے اور فیض پانے کا موقع ملا آپ نے ان سے قادریہ سلسلہ کے کئی اذکار و اشغال سیکھے احمد آباد کے زمانہ قیام میں مولانا سلیمان کردی نے آپ سے حدیث پاک کا درس لیا پھر اپنے دوست مرزا نظام الدین بدخشی کی مدد سے ایک جہاز میں بیٹھ کر حجاز روانہ ہو گئے۔

حجاز مقدس ۹۹۶ھ میں پہونچے وہاں کے محدثین سے درس حدیث لیا بیت اللہ کی زیارت اور آرزو پوری ہوئی وہاں شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے حدیث تصوف، فقہ حنفی اور حقوق العباد کی تعلیم حاصل کی۔ تحصیل علم کے دوران کئی بار مدینہ منورہ حاضری دی۔ مدینہ طیبہ کی سرزمین میں پہنچ کر عشق و محبت میں روضہ اقدس تک برہنہ پا جاتے۔

آپ نے فارسی میں قصیدہ کہا تھا جو بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کیا۔ عمر کا بیشتر حصہ درس و تدریس تصنیف و تالیف اور رشد و ہدایت میں گزرا۔ آپ کی خدمات حدیث کا اعتراف سبھی مؤرخین

کرتے ہیں آپ کی علمی سرگرمیاں آخری عمر تک جاری رہیں ۲۲ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو چورانوے سال کی عمر میں انتقال ہوا وصیت کے مطابق بڑے فرزند شیخ نورالحق نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا مزار حضرت قطب الدین بختیار کا کی دہلوی کی درگاہ کے قریب حوض شمس کے کنارے ہے۔

آپ نے تین فرزند چھوڑے (۱) شیخ نورالحق مشرقی (۲) شیخ علی محمد (۳) شیخ محمد ہاشم آپ نے مختلف علوم و فنون پر قلم اٹھایا، کتب مصنفہ کی تعداد ساٹھ ہے ان میں سے کچھ کتابیں عربی میں ہیں اور کچھ فارسی میں یہاں کچھ عربی و فارسی تصانیف کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔

(۱) تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی

انوار التنزیل و اسراء التاویل مشہور کتاب ہے جو تفسیر بیضاوی کے نام سے مشہور ہے اس کے مصنف عبد اللہ بن عمر بیضاوی ۱۲۹ھ ہیں اس کے متعدد حواشی، تعلیقات اور شرحیں لکھی گئیں شیخ عبدالحق تفسیر بیضاوی کی افادیت کے تو معترف تھے مگر اس کی فلسفیانہ موثکافیوں دور از کار اور مشکل مباحث کو اس کی خامیوں میں شمار فرماتے تھے شیخ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ در تفسیر قرآن و شرح احادیث ازیں باب قباحتہا بسار کردہ تجاوز اللہ عنہ و اگر ان مواضع ہمہ بشمار مخن دراز گردد۔ ۲۲

اسی لئے شیخ نے تفسیر بیضاوی کے مفید اور موثر حصہ پر ایک حاشیہ تحریر فرمایا، اور غیر مفید مباحث کو ترک کر دیا مگر اس کے کسی نسخہ کا پتہ نہیں لگ سکا۔

۲۔ لمعات التتبیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح:

مشکوٰۃ المصابیح احادیث کا مستند مجموعہ ہے جسے آفاقی شہرت حاصل ہے شیخ عبدالحق نے فارسی زبان میں اشعة اللمعات کے نام سے اس کی شرح تحریر فرمائی جو چھ سال کی محنت میں مکمل ہوئی اس کی

چار جلدیں ہیں اس دوران شیخ کو عربی شرح کی ضرورت کا احساس ہوا تو آپ نے عربی شرح لمعات التتبیح کے نام سے لکھی جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

لمعات کے شروع میں علم حدیث پر ایک جامع اور مفید مقدمہ ہے جس میں احادیث کی تمام قسموں کا بیان ہے۔ یہ مقدمہ مشکوٰۃ کے متن کے ساتھ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

۳۔ ماثبت بالنسۃ فی آیام السنۃ:

یہ اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف ہے۔ مختلف مہینوں اور دنوں سے متعلق جو احادیث مروی ہیں شیخ نے ان کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے یہ کتاب مختلف مطابع مثلاً کلکتہ دہلی، اور لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔

۴۔ الاکمال فی اسماء الرجال:

اس کا ایک نسخہ خدا بخش لاہوری میں موجود ہے اس کتاب میں مشکوٰۃ کے تمام راویوں کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں اولاً خلفاء راشدین کے حالات کا ایک طویل تذکرہ ہے پھر اہل بیت کے حالات لکھے بعد ازاں مشکوٰۃ کے باقی ماندہ راویوں کے حالات بترتیب حروف تہجی تحریر کئے ہیں۔

۵۔ تحقیق الاشارة الی تعیم البشارة بالجنة:

رسول کریم ﷺ نے متعدد صحابہ کو مختلف احادیث میں جنت کی بشارت دی ہے شیخ محدث نے ان تمام احادیث کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے آخر میں انہوں نے اہل بیت کے اوصاف و فضائل پر مشتمل احادیث بیان کی ہیں۔ یہ سب احادیث ابن اثیر کی جامع الاصول اور شیخ علی متقی کی کنز العمال سے ماخوذ ہیں اور اس کا ایک قلمی نسخہ دہلی کے ایک کتب خانہ میں موجود ہے۔ ۲۳

۶۔ فتح المنان فی تائید النعمان:

یہ تصنیف فقہ حنفی کی تائید و حمایت میں تحریر کی گئی ہے اس میں احادیث کو مختلف عنوانات کے تحت جمع کیا ہے بعد ازاں مصنف نے ائمہ اربعہ کے منضبط کئے ہوئے مسائل بیان کر کے محاکمہ کیا ہے شیخ نے اس ضمن میں ائمہ اربعہ کے دلائل و ماخذ پر بھی شرح و بسط سے محققانہ کلام کیا ہے ساتھ ہی احناف کے دلائل و ماخذ کی قوت و برتری کو ثابت کر کے ان کے مسلک کو رائج قرار دیا ہے۔

فتح المنان کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد ۳۲۰ء محفوظ ہے اس نسخہ میں عنوانات کی

فہرست اور سنہ کتاب درج نہیں۔ ۲۴

۷۔ تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف:

یہ مختصر سا مجموعہ تصوف میں ہے۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے ارشاد ”قدمی هذه على رقة كل ولي الله“ سے متعلق شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی تصنیف عوارف المعارف میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مقولہ آپ نے حالت سکر میں کہہ دیا ہے اور حالت سکر میں تکلیفات شرعی ساقط ہو جاتی ہیں ورنہ یہ جملہ آپ کی زبان مبارک سے ہرگز ادا نہ ہوتا۔ شیخ عبدالحق نے اپنی تصنیف میں شیخ شہاب الدین کی توجیہ مسترد کر دی ہے آپ نے لکھا ہے کہ شیخ جیلانی نے یہ ارشاد سکر کی حالت میں نہیں حالت صحو میں بیان فرمایا ہے اور آپ اس ارشاد کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے۔

۸۔ اجوبة اتنا عشر فی توجیہ الصلوة علی سید البشر

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام پر خدا تعالیٰ کی جو رحمتیں اور برکتیں نازل ہوئیں۔ درود شریف میں حضرت محمد ﷺ کے لئے بھی ان ہی کے مماثل اور مشابہ رحمتوں اور برکتوں کی دعا ہے اس لئے بظاہر حضرت ابراہیم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ درود ابراہیمی میں صلی علی محمد ﷺ مشبہ

ہے اور صلاۃ علی ابراہیم مشبہ بہ ہے اور ضابطہ کے تحت مشبہ سے مشبہ بہ افضل ہوتا ہے۔

شیخ محدث نے اس اعتراض کے بارہ جواب تحریر کئے ہیں سحر کے وقت اس کو لکھنا شروع کیا اور طلوع آفتاب تک اس کو مکمل کر دیا اس کا قلمی نسخہ مولوی انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ ۲۵

۹۔ زبدۃ الآثار منتخب بہجتہ الاسرار۔

شیخ نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف شطوطی (م ۱۳۷ھ) نے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات ایک کتاب میں جمع فرمائے ہیں جو بہجتہ الاسرار سے موسوم ہے۔ یہ شیخ جیلانی کے حالات میں قدیم ترین تذکرہ ہے شیخ عبدالحق نے زبدۃ الآثار کے نام سے اس کتاب کا خلاصہ تحریر کیا جو ۱۳۵ھ میں بمبئی سے شائع ہوا تھا۔

۱۰۔ اجازۃ الحدیث فی القدریم والجدید:

اس رسالہ میں مصنف نے اپنی اسناد حدیث کی تفصیل بیان کی ہے کہ کن ذرائع سے ذخیرہ حدیث آپ تک پہونچا۔ اس کا قلمی نسخہ مولوی انوار الحق رحمۃ اللہ کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ ۲۶

۱۱۔ جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین

مرتب نے اس میں ایسی چالیس حدیث جمع کی ہیں جن میں، رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام نے سلاطین اور بادشاہوں کو ہدایتیں فرمائی ہوں۔

۱۲۔ تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف۔

مصنف نے یہ کتاب شریعت و طریقت کی تطبیق کے لئے تحریر فرمائی کہ اہل شریعت اور اہل طریقت کے درمیان جو غلط فہمی کی دیوار حائل ہے وہ ختم ہو۔

۱۳۔ بناء الموصوف فی ترمیص مباحث الموضوع یہ کتاب علم حکمت میں ہے شیخ کی تصانیف میں اس کا ذکر ملتا ہے اس کے کسی نسخہ کا علم نہیں ہو سکا۔

۱۴۔ الدرۃ البہیمیۃ فی اختصار الرسالة الشمیۃ

یہ کتاب فن منطق میں ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم لائبریری میں موجود ہے۔ ۲۷

۱۵۔ الرسالة فی أقسام الحدیث

اقسام حدیث سے متعلق ایک مفید اور مختصر رسالہ تھا اس کا قلمی نسخہ مولوی انوار الحق دہلوی کے

کتب خانہ میں موجود تھا۔ ۲۸

۱۶۔ شرح شمیۃ یہ شرح فن منطق میں ہے اس کے کسی نسخہ کا علم نہیں مگر شیخ نے اپنی

تصانیف میں اس کو شمار کیا ہے۔

ذیل میں شیخ کی ان کتابوں کے نام درج ہیں جو عربی اور فارسی مخلوط زبانوں میں ہیں۔

(۱) جامع البرکات منتخب شرح مشکوۃ (حدیث)

(۲) اسانید شیخ عبدالحق (حدیث)

(۳) شرح صدور تفسر آیات نور (تفسیر)

(۴) ہدایۃ الناسک الی طرق المناسک (فقہ)

(۵) مطالع الانوار البہیمیۃ فی الحلیۃ النبویۃ (سیرت)

(۶) رسالہ وظائف (اعمال)

(۷) المطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ تعالیٰ (اعمال)

(۸) رسالہ وجودیہ (تصوف)

(۹) فصول الخطیب (خطبات)

(۱۰) رسالہ نورانیہ سلطانیہ (تاریخ)

(۱۱) تو اصل المراد الی المراد فی بیان الاحزاب والادراء (تصوف)

ان کے علاوہ شیخ نے بہت سی کتابیں فارسی میں تحریر فرمائی تھیں جو اہل علم کے لئے آج بھی مشعل راہ بنی ہوئی ہیں۔

ابوالفیض الفیضی (۱۰۰۴-۹۵۴ھ)

نام ابوالفیض لقب ملک الشعراء اور تخلص فیضی ہے سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ ”ابوالفیض بن مبارک بن خضر بن رکن الدین، بن عبداللہ بن موسیٰ، ابن عبدالقیوم بن عبداللہ وراصلایمینی تھے پانچ شعبان ۹۵۴ھ بمطابق ۱۵۴۷ء کو بعد سلیم شاہ سوری آگرہ شہر میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت اور نشوونما اپنے والد شیخ مبارک کے زیر سایہ ہوئی۔ بچپن ہی سے علوم و فنون سے دلچسپی تھی اس لئے اپنی خداداد ذہانت اور فطری صلاحیت اور قابلیت کی بدولت تمام مروجہ علوم و فنون پر کم سنی ہی میں کامل دسترس حاصل کر لی تھی ان کی جودت طبع سے ارباب کمال اور اصحاب فن انگشت بدندان رہ جاتے تھے۔

تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ اس نے چودہ برس کی عمر میں جملہ علوم و فنون کے اندر کمال حاصل کر لیا تھا۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی تحریر کرتے ہیں۔ وفنون متداولہ رانزد پدر در چہار دہ سالگی بہ انجام رسانید و حکمت و عربیت را بیشتر مشق کرو ۲۹ فیضی کے اساتذہ میں اس کے والد کے علاوہ کسی اور کا نام نہیں ملتا البتہ بدایونی نے خواجہ حسین مروی کے حال میں لکھا ہے کہ فیضی ان کا تربیت یافتہ تھا ۳۰ اور دربار سے وابستگی کے بعد اکبر سے اس کا تقرب روز بروز بڑھتا گیا اکبر اس کی حاضر دماغی

اور حاضر جوابی سے بے حد متاثر تھا اور اس کو ہمہ وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ فیضی کی عظیم شخصیت کا ظہور دربار اکبری سے منسلک ہونے کے بعد ہوا۔ اس کا ستارہ بام عروج تک اکبری سرپرستی ہی کی وجہ سے پہنچا، تاہم اس نے دربار کی بڑی ذمہ داریاں نہیں لیں اس لئے وہ چار صدی کے منصب سے آگے نہ بڑھ سکا۔

علمی مقام

وہ اپنے وقت کا بلند پایہ ادیب، انشا پرداز، بے مثل شاعر حکیم فلسفی، نہایت ذہین حاضر دماغ، حاضر جواب، سنسکرت و برج بھاشا سے بہترین واقفیت رکھنے والا جملہ علوم و فنون کا ماہر، اہل علم کا قدردان اور عربی زبان و ادب پر حیرت انگیز قدرت رکھنے والا عالم تھا۔ علمی لیاقت کی وجہ سے وہ شہزادوں کا اتالیق مقرر ہوا۔ وہ علم و فن کا دلدادہ اور کتب بینی اور کتابیں جمع کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ اس کی جودت طبع، قوت فہم، پختگی شعور و دقت خیال، بذلہ سنجی، سلاست بیان، فصاحت و بلاغت قادر الکلامی اور پر جوش اسلوب بیان کا اس کے ہم عصر مورخوں، بعد کے نقادوں اور تذکرہ نگاروں نے پر شکوہ الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ فاضل بدایونی لکھتے ہیں وہ فنون جزئیہ، شعر، معمہ گوئی، عروض و قافیہ، تاریخ و لغت اور طب و انشاء میں بے مثل شخص ہے، اسے

خلاصۃ الاشعار کے مؤلف رقمطراز ہیں

امیر خسرو کے وقت سے اب تک ہندوستان میں فیضی جیسا صاحب فطرت شاعر پیدا نہیں ہوا۔ تمام علوم اور اصناف سخن میں اس کی مہارت اس حد تک پہنچی ہوتی تھی کہ اس دیار میں جتنے بھی شعراء ہیں سب ہی اس کی استاد کی تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ اس کی شاگردی پر فخر و مباہات کرتے ہیں۔ علوم و فنون کی تمام اقسام میں اس کی مہارت تعریف و توصیف سے بالاتر ہے۔ ۳۲

محمد حسین آزاد فیضی کی انشاء پردازی کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ”انشاء پردازی فیضی کے قلم کو سجدہ کرتی ہے اس کے لطیف استعارہ رنگین تشبیہیں، دلکش ترکیبیں ادائے مطلب کے انداز دیکھنے کے قابل ہیں۔ ۳۳

یہ ایک حقیقت ہے کہ فارسی شاعری اور انشاء پردازی کی وجہ سے فیضی کا ستارہ چمکا تاہم فارسی شاعری نے اس کے دیگر کمالات پر پردہ ڈال دیا۔

فیضی کی وفات ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء کو ہوئی

تصانیف

اس کی تصانیف تصحیح کردہ کتب اور تالیفات کی بڑی تعداد ہے۔ بدایونی کا بیان ہے۔ اس کے متروکہ میں چار ہزار چھ سو مجلد نفیس تصحیح کردہ کتابیں تھیں۔ جن میں اکثر کتابیں خود اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں یہ سب شاہی کتب خانہ میں داخل کر دی گئیں۔ ۳۴

صاحب مآثر الامراء کا کہنا ہے کہ ”فیضی نے ایک سو ایک کتابیں تالیف کیں ۳۵ لیکن ان کتابوں کی گمشدگی کی وجہ سے ان کے ناموں اور صحیح تعداد کا علم نہیں ہے۔ وہ کتابیں جو محفوظ رہ گئیں ان کے نام اس طرح ہیں۔

(۱) موارد الکلم و مسلک دررا حکم

(۲) سواطع الالہام (عربی)

(۳) لطیفہ فیضی

(۴) طباشیر لصبیح

(۵) قصائد

(۶) لیلای

(۷) مہابھارت وغیرہ

عربی زبان و ادب میں فیضی کی صرف دو مقدم الذکر کتابیں اس کے ایسے عظیم الشان اور زندہ جاوید شاہکار ہیں کہ جن کی شان عالم اسلام پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ دونوں کتابیں صنعت غیر منقوطہ میں لکھی گئیں ہیں۔ ان سے فیضی کی عربی زبان و ادب پر مہارت کا ثبوت ملتا ہے ان دونوں کتابوں کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

موارد الکلام ومسلك در الحکم

یہ کتاب غیر منقوط عربی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ جو اس نے غیر منقوط تفسیر، سواطع الالہام، کے لئے بطور مقدمہ لکھی تھی اس طرز کو صنعت مہملہ یا صنعت اہمال کہتے ہیں۔ کتاب کے نام ہی سے سن تالیف بھی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اس نے آغاز کتاب میں لکھا ہے اور عدد اسمہ عام رسمہ، باب یا ابواب کے بجائے مورد یا موارد استعمال کیا ہے موارد کی تعداد ۴۸ ہے موارد کے تحت مصنف نے اسلام، کلام اللہ علم کلام آدم علیہ السلام (اصحاب رسول) اور اخلاق و مواعظ کے علاوہ بہت سے مفید مضامین کو موضوع بحث بنایا ہے جس سے دنیا کی بے ثباتی ظاہر ہوتی ہے آغاز کتاب ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

”الحمد علمهم الکلام الصاعد وهو المحمود اولاً والمحامد وما وحده

مواحدا لا هو واللہ الہکم الہ واحد الخ

پہلا مورد ”مورد اسلام“ ہے اس کے تحت مصنف نے اسلام کے بنیادی ارکان خمسہ کو اس

طرح بیان کیا ہے۔

مورد السلام ”کلمہ“ هَلَّلُوا وَصَلُّوا وَصُومُوا وَدُورُوا حَوْلَ الْحَرَمِ مَوَاسِمَهُ
وَ اكْمَدُوا مَعَ الْاِحْرَامِ مَرَّاسِمَهُ - ۳۶

مصنف نے تقریباً ڈھائی صفحات میں باری تعالیٰ کی ذات و صفات کو بیان کیا ہے بعد ازاں
رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجا ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ میری پیدائش آگرہ شہر میں ہوئی۔ والد
بزرگوار نے علم سے آراستہ کیا ۸-۹ سطروں میں اپنے والد کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کو قلمبند کرنے
کے بعد تقریباً ڈیڑھ صفحہ میں اکبر بادشاہ کی مدح سرائی کی ہے کتاب کے مندرجات اور فہرست
مضامین پیش کر کے بارگاہ ایزدی میں عمل صالح کی توفیق کی لئے دعا مانگی ہے۔

اس طرح مصنف نے قرآن پاک سے متعلق چار صفحات میں بحث کی ہے۔ بعد ازاں علم کلام
کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔

مورد محمد کے تحت مصنف نے حضور ﷺ کی فضیلت آپ کے محاسن و فضائل کا تذکرہ کیا ہے۔
ولادت باسعادت کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نوشیرواں عادل کے زمانے میں پیدا ہوئے اس کے قلعہ
کے کنگورے گڑ پڑے شق صدر کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ کا سینہ مبارک چند مرتبہ چاک کیا گیا
اور شق کرنے والے ”روح الامین“ تھے۔ دوسرے کلمہ کے تحت آپ کی بعثت اور دیگر تمام انبیاء
کرام کی رسالت کا مقصد اور نزول وحی کے طریقوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

تیسرے کلمہ میں واقعہ معراج کا بیان ہے۔ مولف نے جسمانی معراج کو بیان کیا ہے۔

چوتھے کلمہ میں یہ بتایا ہے کہ آپ کا کوئی استاد نہیں۔ اللہ ہی نے تمام علوم سکھائے حق تعالیٰ نے
اپنے نام کے ساتھ آپ کے اسم گرامی کو ملایا بعد ازاں آپ کے چند ذاتی و صفاتی ناموں کے
بعد خوارق و معجزات کا ذکر کیا ہے۔

مورد مجموعی کے ذیل میں خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ کرام کے احوال اور کمالات کا ذکر کیا ہے۔
اسی طرح اہل اللہ ان کے کلام، دعائے ملوک، جنگ بیماری، اسلام اور علم کے لئے الگ الگ موارد
قائم کر کے غیر منقوط الفاظ کے محدود دائرہ میں رہ کر عالمانہ بحث کی ہے۔

کتاب میں جہاں عمدہ عادتوں اور فضائل کو بیان کیا ہے وہیں بری عادتوں حسد، کینہ، عدم
اتفاق اور کبر وغیرہ کے رذائل کا ذکر کیا ہے آخر مورد مورد السام (موت) ہے اس کے ذیل میں فیضی
نے موت سے متعلق اس طرح لکھا ہے:

”لکل داء دواء الا لسام۔ العمر محدود و السام موصود الہرم للسام علم۔
لدوا للسام وعمر ولا تھلاک۔

مصنف نے جا بجا اشعار پیش کئے ہیں۔ ان میں بھی کوئی نقطہ و داحرف استعمال نہیں کیا ہے
اور تکمیل کتاب پر خدا کا شکر یہ ادا کیا ہے۔

خاتمہ کتاب میں فیضی نے اپنی قابلیت ظاہر کرنے کے لئے چھ سطروں میں ایسی عبارت بھی
پیش کی ہے جس کے ہر لفظ میں نقطہ ہے اس طرز کو صنعت معجمہ کہتے ہیں۔

یہ عبارت اس قدر غریب نامانوس، دقیق اور مشکل الفاظ پر مشتمل ہے کہ اس کا سمجھنا مشکل ہی
نہیں بلکہ ناممکن سا ہے۔

سوا طع الالہام۔ فیضی نے اپنی یہ تفسیر ۱۰۰۲ھ بمطابق ۱۵۹۳ء میں مکمل کی۔ اس کے
صلہ میں اکبر نے اس کو دس ہزار روپے انعام دئے۔ ۳۸

اپنی اس تفسیر پر اس کو بڑا ناز تھا۔ دوستوں کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں اکثر فخر سے اس
کا تذکرہ کرتا ہے۔ جن لوگوں نے تاریخیں اور تقریظیں لکھی ہیں ان کے نام بھی لکھے ہیں۔ تفسیر کی

ضخامت ۷۵ اخبار سے جس کو فیضی نے ۹۹ غیر منقوط فقرہوں سے مکمل کیا ہے ’امراء ثانی‘ ثانی سے اس کی تاریخ نکالی چند اجزاء عراق بھی بھجوائے اور اس سال اس کی تصحیح میں مشغول رہا‘ ۳۹

اس کی یہ تفسیر دو برس میں مکمل ہوئی مولانا جمال تلوی نے اس تفسیر میں اس کی مدد کی تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی نے بھی بعض مقامات پر اعانت کی تھی۔ ۴۰

فیضی کی تفسیر پر شہرہ آفاق پراہل علم نے تقریظیں تاریخیں، قصائد، رباعیاں اور توصیفی کلمات لکھے تھے ان میں سے قاضی نور اللہ شوستری نے تو غیر منقوط الفاظ ہی میں تقریظ لکھی تھی۔ یہ تفسیر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ/ جنوری ۱۸۸۹ء میں نولکشور لکھنؤ سے طبع ہو چکی ہے مقدمہ کے علاوہ تفسیری متن ۲۷۲ صفحات پر مشتمل ہے اکثر اہل علم نے فیضی کی اس عربی کاوش کو سراہا ہے۔

فیضی نے اپنی اس تفسیر کا آغاز ایک طویل مقدمہ سے کیا ہے مقدمہ کے تین حصے ہیں تمہید۔ احوال اور قرآنی علوم آخری دو حصوں کے لئے مستقل الگ الگ عنوان قائم کیا ہے ان دونوں کو ذیلی عنوانات یا فصول کے تحت تقسیم کیا ہے اور ہر عنوان کا نام ساطعہ رکھا ہے سواطع کی کل تعداد ۱۱۹ ہے بیس سواطع احوال مصنف نے ذیل میں ہیں اور علوم قرآنی سے متعلق ۹۹ سواطع ہیں۔

آخر میں اس نے اپنی تفسیر کی تکمیل پر مختلف غیر منقوط الفاظ میں تقریباً ۹۰ تاریخیں درج کر کے انہیں پر تفسیر کو ختم کیا ہے۔

شیخ محمد بن طاہر ہٹنی:

گجرات میں سب سے زیادہ شہرت شیخ محمد بن طاہر ہٹنی (وفات ۸۷۵ھ) اور علامہ وجیہ الدین گجراتی (۱۵۹۰ھ) نے پائی شیخ محمد بن طاہر صرف عالم ہی نہ تھے، بلکہ مبلغ اور قاطع بدعت بھی تھے اور انھوں نے رد بدعت کی کوششوں میں شہادت پائی۔ وہ گجرات کے قدیم دار الخلافہ پٹن کے

باشندے تھے۔ کتب متداولہ سے فارغ ہونے کے بعد حرمین پہنچے۔ وہاں کے علمائے کبار سے مدّتوں فیض حاصل کیا اور علم حدیث میں متعدد بزرگوں سے سند لی۔ زیادہ عقیدت انھیں شیخ علی متقی سے تھی، جن کے وہ مرید بھی ہو گئے تھے۔ حجاز سے واپسی کے بعد وہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ مرشد کی ہدایات کے مطابق وہ طلبہ کی ضرورت کے لیے ساتھ ساتھ سیاہی بنایا کرتے تھے۔ چنانچہ جس وقت وہ درس میں مشغول ہوتے اُس وقت بھی یہ شغل ساتھ ساتھ جاری رہتا۔ ان کی تصانیف کئی ہیں سب سے مشہور مجمع البحار ہے۔ جسے صحاح ستہ کی شرح سمجھنا چاہئے۔ ایک رسالہ تصحیح اسماء الرجال میں ہے۔ دو کتابیں تذکرۃ الموضوعات فی بیان الاحادیث الموضوعہ اور قانون الموضوعات فی فکر الضعفاء موضوع احادیث سے متعلق ہیں۔

وہ قوم کے بوہرے تھے اور ان کی کوشش تھی کہ اپنی قوم سے تمام بدعتیں دُور کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے عہد کیا کہ جب تک میری قوم تمام بدعتوں اور ضلالتوں سے بری نہ ہو جائے گی میں سر پر عمانہ باندھوں گا۔ ۱۰۹۱ء وہ اپنی کوششوں میں مشغول تھے کہ اکبر نے گجرات فتح کر لیا۔ اور بادشاہ کے سامنے دوسرے علماء کے ساتھ وہ بھی پیش ہوئے۔ بادشاہ نے برہنہ سر رہنے کی وجہ دریافت کی اور جب انہوں نے حقیقت حال بیان کی تو اکبر نے خود ان کے سر پر عمانہ باندھا اور کہا کہ دین کی حفاظت میرا فرض ہے۔ آپ اپنا کام جاری رکھیں اور میں اس میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ چنانچہ خانِ اعظم گجرات کا گورنر مقرر ہوا اور چونکہ وہ راسخ العقیدہ سنی تھا، اس نے اپنے ایامِ حکومت میں شیخ کی پوری مدد کی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد وہ تبدیل ہو گیا اور اس کی جگہ عبدالرحیم خان خاناں گورنر ہوا، جس کے عہدِ حکومت میں شیعہ بوہرے پھر دلیر ہو گئے شیخ نے اپنا عمانہ پھر سر سے اتارا اور آگرے کا رخ کیا تاکہ خود بادشاہ کے حضور میں عرضِ حال کریں۔ شیخ وجیہ الدین نے اس طریقے سے منع کیا، لیکن شیخ

اپنے ارادے سے باز نہ آئے۔ (شیخ وجیہ الدین علوی ہر چند بہ طریق کنایہ منع کرد و فرمود، عالم مظہر اسمائے جمالی و جلالی است، حفظ آثار و احکام ہر اسم صراطے است مستقیم سودمند و مفتاد) وہ ابھی راستے میں ہی تھے کہ اجین کے قریب چند مخالف پیچھے سے آ پہنچے اور انہیں شہید کر دیا۔ ان کے ساتھی ان کی لاش کو پٹن واپس لے گئے اور بزرگوں کے قبرستان میں دفن کیا۔

شیخ وجیہ الدین احمد آبادی:

شیخ وجیہ الدین پیدا تو مشرقی گجرات کے قدیمی شہر چانپانیز میں ہوئے، لیکن ان کے علم و فضل کا دریا احمد آباد میں بہتا رہا۔ انہوں نے کئی سال درس دیا اور ایک عالم کو سیراب کیا اور متعدد درسی کتابوں پر حاشیے اور شرحیں لکھیں۔ ان کی وفات ۱۵۹۰ء میں ہوئی اور اپنے مدرسے کے وسط میں دفن ہیں۔ ان کے مزار کا چھپر کٹ نواب مرتضیٰ خاں نے تیار کروایا، جس پر سیپ کا نہایت اعلیٰ درجے کا کام ہوا ہے۔

تذکروں میں آپ کا نام، اکثر شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری کے واقعہ تکفیر کی وجہ سے آ جاتا ہے، جن کی تصنیفات کی بنا پر شیخ علی متقی نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ بادشاہ نے یہ فتویٰ آپ کے پاس بھیجا۔ لیکن آپ نے نہ صرف علمی اور ادبی حیثیت سے بھی کتاب کا درجہ بڑا ہے۔ اور اس سے قاضی صاحب کی قابلیت، وسیع مطالعہ معلومات اور محنت کا بین ثبوت ملتا ہے، لیکن افسوس کہ بعض جگہ مخالفین کی نسبت ایسی زبان استعمال کی گئی ہے، جو شاید اُسی زمانے کی مناظرانہ کتابوں میں عام تھی، لیکن آج ایک علمی کتاب کے شایانِ شان نظر نہیں آتی۔ مثلاً مخدوم الملک لاہوری کی نسبت لکھتے ہیں۔ ”شنیدہ شد کہ از جموشی و عقوری ملا عبد اللہ لاہوری مشہور بہ مخدوم الملک کو مخدوم کرہ مروان حمار و سگ بچہ معاویہ یزید خمار بود..... اشخاص کے علاوہ یہی درشت اظہار خیال قوموں

اور ملکوں کی نسبت روارکھا گیا ہے مثلاً اُج کے سید جلال بخاریؒ کا ذکر کرتے ہوئے اہل بخارا و کابل کی نسبت لکھا ہے۔

سید جلال۔ از جانب عراق بہ بخارا افتاد۔ وچوں بعضے از ایام بہ صحبت مروانیاں آنجا گرفتار گردید و دید کہ در میان اشترار آں دیار اقامت بغایت دشوار است از روئے اضطرار متوجہ دارالحرب کابل گردید و چوں بہ کابل رسد و دلہائے آں جماعت را مانند اہل بخارا و مرتبہ سنگِ خارا و دید۔ مجاورت ایٹاں را نیز نہ پسندید از غایت حیرت و ملالت کہ با ورسید زبان بہ مضمونِ ایں بیت برکشہ۔ ۴۱

قتل عامے آرزو و دارم ہلاکو خاں کجاست
زانکہ از سرحدِ کابل تا بخارا کشتی است
افغان مشائخ و علماء:

شیخ عبداللہ نیازی سرہندی: عہد جہانگیری کے سب سے زیادہ مشہور افغان بزرگ (شیخ آدم بنوریؒ) کا ذکر ہم ان کے مرشد حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ کر چکے، لیکن ان کے علاوہ بھی اس زمانے میں کئی افغان بزرگ ہوئے ہیں۔ سرہند کے قریب تو ان کی خاص طور پر کثرت تھی۔ مثلاً میان عبداللہ نیازی، جو ایک زمانے میں مہدوی ہو گئے تھے اور شیرشاہ کے بیٹے اسلام شاہ سور کے زمانے میں مخدوم الملک کے حکم سے بری طرح پٹوائے گئے بلکہ نیم جاں ہونے پر ہی چھوڑے گئے۔ خداے تعالیٰ نے ان کی عمر میں بڑی برکت دی اور وہ عہد جہانگیری تک زندہ رہے۔ مخزن افغانی کا مصنف جس نے ان سے ملاقات کی تھی، لکھتا ہے کہ وفات کے وقت ان کی عمر ایک سو چالیس سال سے زیادہ تھی۔ انھوں نے ایک زمانہ دیکھا تھا اور بڑی سیروساحت کی تھی۔ ابتدائی عمر ہی میں

انھوں نے بارہ سال عرب و شام میں تحصیل علوم کی تھی اس کے بعد سات سال بغداد میں علوم باطنیہ حاصل کئے اور ریاضت شاقہ اختیار کی اسلام شاہ کے زمانے میں ہندوستان آئے۔ یہاں یہ صورت پیش آئی۔ چنانچہ اب پھر سمندر کے راستے مکہ معظمہ چلے گئے۔ چند سال وہاں بسر کئے عہد اکبری میں پھر ہندوستان آئے اور سرہند میں اقامت اختیار کی۔ اس دوران میں (کتب کے مزید مطالعہ اور تحقیق کے بعد) مہدویت سے توبہ کی۔ علماء کا طریقہ اختیار کیا اور متاہل ہو گئے۔ انھوں نے متعدد کتب تصنیف کیں۔ جن میں نوادر افغانی اور مرآۃ الصفا کے نام تذکروں میں ملتے ہیں۔

شیخ احمد سون قدس سرہ:

ایک اور قابل ذکر بزرگ ہستی سید احمد سون کی تھی، جس کے حالات زندگی میں حضرت مجدد الف ثانی سے اس طرح تطابق ہے کہ بادی النظر میں شبہ ہوتا ہے کہ شاید معتقدوں نے بعض حالات کو واقعات مجددیہ سے مستعار لیا ہے۔ لیکن گلزار ابرار اور مخزن افغانی کے مصنف دونوں سید احمد سون کی ملاقات سے شرفیاب ہوئے اور دونوں نے ان کے حالات ذاتی معلومات کی بنا پر لکھے ہیں۔ جن میں شبہ کی گنجائش نہیں۔

شیخ احمد سون کے والد شیخ محمد بن الیاس سون غرغشتی تھے، جو بجاوڑہ (علاقہ پنجاب) کے رہنے والے تھے، والد کی وفات پر ۱۵۹۳ء میں شیخ احمد سجادہ نشین ہوئے۔ انھوں نے تعلیم اپنے والد اور شیخ الہ داد لاہوری سے حاصل کی تھی۔ جب جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد اس کے بیٹے خسرو نے بغاوت کی تو اگرچہ یہ بغاوت جلد فرو کردی گئی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پنجاب میں خاصی ہلچل پیدا ہو گئی۔ ایک تو تاج مغلیہ کا ’اقبال اکبری‘ سے محروم ہو جانا ہے معمولی بات نہ تھا دوسرے جانشینی کے جھگڑے باپ بیٹے کی کشمکش۔ چنانچہ محفل شاہی میں بھی سیاسی انقلابات پر تبصرے ہوا کرتے تھے۔

گلزارِ ابرار کے مطابق ”اس فتنہ انگیز سال میں ہر ایک تقریب سے شہنشاہ کی محفل میں باوجود کمال ارزانی کے اس قسم کی گفتگو کا رخ بڑھ گیا تھا“ ایک روز ایک ندیم نے سادات صفویہ کا ذکر کیا، جنہوں نے ابتدا تو مشائخ اور مذہبی سرگروہوں کے طور پر کی تھی، لیکن بالآخر تختِ ایران پر قابض ہو گئے۔ اس اثنا میں ایک اور شخص بول اٹھا کہ اس زمانے میں چند درویش صورت اشخاص ایسے ہیں، جن کے حلقہ بگوش معتقدین ایک ولایت کی فوج سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے بزرگ ترین سید احمد افغان ہیں، جو بجواڑہ کے اطراف میں رہنے والے افغانوں کی شورش کا باعث ہو سکتے ہیں۔ اور تمام جماعت میں سے کوئی ان کے فرمان سے سرتابی نہیں کرتا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں دربار میں حاضر کیا جائے چنانچہ وہ دارالسلطنت آگرہ میں بلائے گئے لیکن دربار میں حاضر ہونے پر انہوں نے سجدہ دربار کرنے سے انکار کر دیا۔ اذکارِ ابرار میں تو اتنا ہی لکھا ہے کہ ”آپ شاہی حضور میں پہنچے تو ملازمت شاہی کے آداب بجا نہیں لائے“ لیکن مخزنِ افغانی میں صراحت ہے۔

”دور روز ملاقات سجدہ تکریم و تحریم کہ در سلسلہ پختیہ متعارف است۔ بجا نیا در دہ“ ۴۲

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس ”دیوانہ“ کو چند روز قلعہ گوالیار کے ادبستان میں محفوظ رکھو حتیٰ کہ

حسن سلوک کے گلوبند میں اپنی گردن دینا گوارا کرے“۔ ۴۳

شیخ احمد سون تین سال تک گوالیار کے قلعہ میں قید رہے۔ نہایت کشادہ پیشانی سے یہ وقت

عبادت الہی میں گزارا اور بڑے مراتب عالی حاصل کئے۔ اتفاق سے ۱۰۹۱ھ میں خان جہاں

لودھی (پیر خاں ابن دولت خاں لودھی) کو صوبہ خاندیش و دکن کی حکومت سپرد ہوئی۔ جب دکن

کو جاتے ہوئے وہ گوالیار پہنچا (اور شیخ احمد کے حالات سے آگاہ ہوا) تو اُس نے حضور شاہی میں

عرضی بھیجی کہ شیخ کو اس مہم میں میرے ہمراہ کر دیا جائے۔ جہانگیر نے خان جہاں کے پاس خاطر سے

یہ التماس قبول کر لی۔ چنانچہ شیخ احمد سون خاں جہاں کے ساتھ دو سال دکن میں رہے۔ مخزنِ افغانی میں لکھا ہے کہ لڑائی کے وقت ان کی بڑی کوشش ہوتی کہ سب کے پیش پیش رہیں۔ جو بیڑیاں قید کے وقت ان کے پاؤں میں تھیں، انھیں تمام عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھتے۔ رات کو انھیں اپنے سرہانے رکھ کر سوتے اور فرماتے کہ یہ بیڑیاں میرے لئے مرشدِ راہِ حقیقت ہیں اور میں نے ان سے بڑے فائدے حاصل کیے ہیں۔

جب خانِ جہاں خاندیش سے آگرہ واپس جانے لگا۔ تو آپ بھی ساتھ تھے اور تین نومبر ۱۱۶۱ء کو جب آپ اثنائے سفر میں مانڈو پہنچے تو گلزار ابرار کے مصنف شیخ محمد غوث منڈوی نے آپ سے ملاقات کی۔ اور ان دونوں بزرگوں کے درمیان صوفیانہ رموز پر باتیں ہوئیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کی طرح شیخ احمد سون بھی تصوف میں شیخ علاء الدولہ سمنانی کے ہم خیال تھے جنہوں نے شیخ ابن العربی پر اعتراضات کیے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ خانِ جہاں لودھی کو بھی صوفیانہ مسائل سے دلچسپی تھی۔ ایک روز وہ شیخ احمد کی خدمت میں شیخ علاء الدولہ سمنانی کی کتاب چہل مجلس لے کر پہنچا۔ جس میں شیخ ابن العربی کا ایک متشابہ قول درج تھا۔ خانِ جہاں نے اس کی تشریح چاہی۔ شیخ نے اس مقصد کے لئے مسیح القلوب کے نام سے ایک رسالہ لکھا، جس میں ابن العربی کے بیان کی اس طرح تاویل و تعبیر کی کہ وہ شریعت اور عقل سمجھ کے قریب آ جائے۔ اس مسئلے پر غوثی کے مرشد شیخ عیسیٰ سندھی برہانپوری سے آپ کی بحث بھی ہوئی تھی۔ چنانچہ غوثی نے اس کا خلاصہ آپ کی زبان سے سن کر گلزار ابرار میں درج کیا ہے۔ بالآخر آپ نواب سے رخصت لے کر اپنے وطن مالوف تشریف لے گئے۔

مخزنِ افغانی میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کو سید احمد سون کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک روز آپ کے

ترجمة الكتاب

تفسیر کلام پاک بزبان عربی ہے اس کا قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری (لندن) ۱۳۶۹ میں موجود ہے۔

حاشیہ ترجمۃ القرآن:

اول الذکر کتاب پر خود مصنف نے حاشیہ لکھا ہے۔

اس کا قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن۔ ۱۳۵۷۔ میں موجود ہے۔

اخص الخصوص:

اس کا قلمی نسخہ رام پور کے کتب خانہ (۳۲۲) موجود ہے۔ ۰۷

التسوية بين الافادة والقبول

وحدة الوجود میں یہ ان کا مشہور رسالہ ہے جس میں مصنف نے مندرجہ ذیل مسائل سے بحث کی ہے۔

ممکن کی علتِ موجودہ۔ حقیقت الحقائق کا ہر حقیقت کا عین ہونا۔ حقیقت الحقائق کا ثبوت، واجب کا یقین و وجود سے معرّیٰ ہونا، ابن عربی کے کلام سے حقیقت الحقائق اور اس کی احدیت کا بیان اور اہل عقل کی غلطی کی نشاندہی، حسانہ کے مذاہب اور ان کی تردید، ذات و حقیقت کا استغنا یا محتاج نہ ہونا اور محفوظ ہونا، حسانہ کے دیگر اوہام کی تردید کی طرف رجوع،

دنیا والوں کا تاثیر اور وجود بخش کی حقیقت،

حسانہ کے سابقہ دعوے کی تردید کی طرف رجوع،

والد کو خواب میں حضور رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ تمہارا بیٹا شیخ احمد میرے فرزندوں میں داخل ہو۔
اسے سید احمد کہنا۔ شیخ احمد ہرگز نہ کہنا۔ چنانچہ اس کے بعد ان کا لقب سید احمد ہوا۔

مخزن افغانی میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ شروع شروع میں جذب کی حالت میں رہتے۔
اکثر ایسا ہوا کہ مست و خرا ماں جنگل میں چلے جاتے اور کئی کئی روز جنگل میں گھومتے رہتے اور جنگلی
جانوروں کی آواز سے رقص و جذب کی حالت میں آ جاتے۔ آپ کی درگاہ کے افغان خادم آپ
کو ڈھونڈ کر پھر مکان پر لے آتے، لیکن آپ کے مکان کے متعلق مخزن کا بیان ملاحظہ ہو۔ ”مخلات
ایشاں بہ مثل محل بادشاہانہ بود کہ تمام درود یوار سقف را نخل وز ربفت پوشیدہ بود و تخت ہائے دراز از
چوپ صندل بود و چو کیا از صندل و از چوبش اگر در راں مکان نصب کردہ بودند و از پنچہائے گلیمہائے
نفس در راں بساط ہمیشہ موجود و طیارمی بودند و خوشبو غیر مکرر کہ لائق حال بادشاہاں باشد در راں بساط
ہمیشہ موجود و طیارمی بودند و خوشبودے غیر مکرر کہ لائق حال بادشاہاں باشد در راں جا خرج میشد“ غالباً
آپ کے خلاف دربار شاہی میں جو شکایتیں ہوئیں۔ ان کا ایک باعث آپ کے ڈیرے کا یہ شاہانہ
ٹھاٹھ تھا جسے آپ کے معتقدوں نے قائم کر رکھا تھا۔

آپ کی نسبت ایسی تھی۔ کسی خاص خانوادے سے منسلک نہ تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اولیا
کے عام تذکروں میں آپ کے حالات بہت تھوڑے ہیں طبقات شاہجہانی میں آپ کی تاریخ وفات
۱۰۲۷ھ یعنی ۱۶۱۷ء لکھی ہے۔ مخزن افغانی سے پتا چلتا ہے کہ آپ کی وفات اسی برس سے زیادہ کی عمر
میں ہوئی اور بجواڑہ کے قریب اپنے گاؤں میں دفن ہوئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

معلوم ہوتا ہے کہ شاہانہ تزک و احتشام برقرار رکھنے کا طریقہ اس زمانے کے مشائخ میں عام

تھا۔ مثلاً مخزن افغانی میں ایک اور افغان بزرگ شیخ متھی کانسی کا ذکر ہے جو اب قصبہ کٹھالہ (نزد گجرات) صوبہ پنجاب میں آرام فرما ہیں۔ وہ خود تو بیشتر روزہ سے رہتے اور راتوں کو جاگ جاگ کر عبادت کرتے، لیکن باورچی خانہ ہمیشہ گرم اور لنگر ہمیشہ جاری رہتا۔ جہاں ایک سے دس ہزار مہمان، امیر اور غریب خواتین اور امراء جوگی اور ملنگ کھانا کھاتے تھے۔ ”وہمان خانہ ایشان بہ نوحے مکلف بود کہ محفلِ ایں دنیا ہرگز بایں لطافت و ظرافت آراستہ و پیراستہ نمی باشد سقف و جدار و ستون ہا ہمہ موافق یک دیگر طرز و روش بہ محمل و مشجر و زر گرفتہ بودند و فرشِ آں گلیمہا و قالین ہا دلائی قیمتی و ذو پیچہاے اعلیٰ گراں بہا و سایہ بان ہایے بادشاہانہ کشیدہ تکیہ ہاے بسیار با لطافت و نظافت و پلگہائے نقرہ و جامہ خواہا ظریف بر آں گسترده تحت پوش ہا و صندلی ہاے اعلیٰ خاتم بند در محاذی آں نہادہ کہ چشم فلک ندیدہ گوشِ سموات نشیدہ ہمیشہ تب و مہیا بود“ ۴۴

قصور کے افغان مشائخ:

افغان مشائخ کے جس مرکز کے متعلق سب سے زیادہ معلومات ملتی ہیں وہ ضلع لاہور کا شہر قصور ہے اس کے متعلق فارسی میں ایک مستقل کتاب شیخ عبدالقادر خویشتگی نے اخبار الاولیا من لسان الاصفیاء کے نام سے لکھی جس میں عام افغان مشائخ اور ان کے حسب نسب کے متعلق بھی طویل اندراجات ہیں لیکن کتاب کا جزو غالب خویشتگی افغانوں اور مشائخ قصور کے متعلق ہے۔ اس کتاب کی ایک نقل کلکتہ ایشانک سوسائٹی کے کتب خانے میں ہے اور پنجاب کے بعض علمی ذخیروں میں بھی اس کی نقلیں ملتی ہیں۔

ان مشائخ کے مورث اعلیٰ پیر کبیر شیخ و تو تھے، جو چشت میں جا کر قدیم بزرگ خواجہ مودود چشتی کے مرید ہوئے۔ ان کی وفات ۱۱۵۵ھ میں ہوئی قصور میں اس سلسلے کے پہلے بزرگ شیخ حاجی اولیس

وتوزی تھے، جنہوں نے ۱۵۹۷ء میں وفات پائی۔ انہوں نے اپنے مورث اعلیٰ پیر کبیر سے ایسی طریقہ سے فیض حاصل کیا اور حج کی سعادت حاصل کی۔ اکبر کے ہم عصر تھے۔ انہی کے زمانے میں اخوند سعید شوریانی اور شیخ رحمت شوریانی تھے، جو ان کی طرح پیر کبیر کی روحانیت سے فیض یاب ہوئے۔ انہوں نے بالترتیب ۱۶۰۹ء اور ۱۶۱۶ء میں وفات پائی۔ اور قصور میں دفن ہوئے۔ دونوں صاحب باطن بزرگ تھے۔

اس سلسلے کے سب سے نامور بزرگ مولانا شیخ احمد شوریانی قصوریؒ تھے وہ بھی حضرت پیر کبیر کی اولاد میں سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل لاہور میں شیخ اسحاق ابن حضرت شاہ کا کوچستی لاہوریؒ سے کی، جو عہد اکبری میں ملک کے برگزیدہ ترین علماء میں سے تھے ۲۵ شیخ احمد اپنے قبیلہ میں پہلے بزرگ تھے جنہوں نے کمالات باطنی کے ساتھ علم ظاہری کو جمع کیا۔ زہد و ریاضت میں بھی وہ بے نظیر تھے۔ اور علم و فضل میں بھی ان کا دُور دُور شہرہ تھا۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث اور شیخ عیسیٰ سندھی برہانپوری کے ہم عصر تھے۔ اور تینوں حضرات ان کا بڑا احترام کرتے تھے بلکہ مشہور صوفی بزرگ اور فاضل شیخ عبداللطیف برہانپوری تو کہا کرتے تھے کہ اپنی عمر میں علمائے ظاہر و باطن میں دو ہی کامل بزرگ دیکھے ہیں۔ ایک شیخ عبدالوہاب مرصعی دوسرے شیخ احمد شوریانی۔ قصور کے نواح سے اگر کوئی شخص اخذ فیض کے لیے شیخ عبداللطیف کے پاس برہانپور پہنچتا تو وہ اسے واپس بھیج دیتے کہ قصور میں فیض کا ایسا چشمہ جاری ہے۔ تم وہاں سے اخذ فیض کیوں نہیں کرتے۔ شیخ احمد بڑے فاضل تھے اور ان کا بیشتر وقت تعلیم و تعلم میں گزرتا لیکن وہ تصنیف کتب کے حق میں نہ تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب پہلوں کی لکھی ہوئی اتنی کتابیں موجود ہوں تو میں تصنیف و تالیف میں کیوں وقت ضائع کروں۔ ان کی فقط ایک کتاب (سوالات احمدی) کا نام ملتا ہے، جو ایک خاص مقصد یعنی ”ردِ

ملاحظہ و زنادقہ کے لیے تصنیف کی گئی۔ اور اس مقصد میں بڑی کامیاب ’اکسیر اعظم‘ بتائی جاتی ہے شیخ احمد کی وفات ۱۶۲۱ء میں ہوئی۔

اسی خاندان کے ایک اور بزرگ شیخ حاجی گنگن شوریانی قصوری تھے۔ ان کی زندگی میں عجیب انقلابات آئے۔ وہ حضرت پیر کبیر کی اولاد سے تھے۔ زہد و تقویٰ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ سات حج کیے۔ زہد و اتقا کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت چہرے پر نقاب رکھتے تاکہ نظر کسی نامحرم پر نہ پڑ جائے لیکن طبیعت کو اطمینان نہ تھا۔ کئی اولیاء کبار کی خدمت میں پہنچے لیکن انشراح قلب میسر نہ ہوا جب ساتویں مرتبہ حج کو گئے اور رو کر منزل مقصود تک پہنچنے کی دعا کی تو اشارہ ہوا کہ تمہاری مشکلات کا حل شیخ عیسیٰ مشوانی سے ہو گا چنانچہ واپسی پر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا طریقہ ملامتیہ تھا اکثر شراب کے نشے میں چور رہتے تھے۔ حاجی گنگن نے یہ حال دیکھا تو واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔ لیکن شیخ نے بلایا کہ اتنے بزرگوں کے پاس پہنچے ہو اور تمہارا کام نہیں بنا تمہاری مشکل میں حل کر سکتا ہوں۔ حاجی نے سر تسلیم خم کیا اور اب یہ حال ہوا۔

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیرمغاں گوید

کہ سالک بے خبر بود ز راہ و رسم منزلہا

پیر کی صحبت میں انھوں نے بھی ملامتی طریقہ اختیار کیا۔ زہد و تقویٰ اور پابندی شرع کو سلام کیا۔ چار بار وکاسفایا کیا اور لباس میں فقط ستر عورت پر اکتفا کی۔ ہر وقت آگ روشن رکھتے۔ اگر کوئی چیز لاتا تو اسے بھی آگ میں ڈال دیتے ان کی وفات ۱۶۳۴ء میں ہوئی۔

خویشگی شوریانی مشائخ سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ معرفت و طریقت اور اشاعت علم و فضل کے علاوہ انھوں ادبی خدمات بھی کیں اور ان میں جاہ و جلال والے حضرات بھی ہوئے۔ جن

میں مبارز الدولہ پیر ابراہیم خاں خویشگی قصوری خاص طور پر ممتاز ہیں۔

اخوند بابا دروزیہ پشاور کی قدس سرہ

حضرت پیر بابا: افغانوں کی مذہبی تاریخ میں سب سے اہم اور دلچسپ باب ان ہستیوں کا تذکرہ ہے۔ جنہوں نے افغان علاقے میں ارشاد و ہدایت اور صحیح اسلامی تعلیم کو وسعت دی۔ ان میں حضرت سید علی غواص المعروف بہ حضرت پیر بابا کو بلحاظ قدامت اور بزرگی خاص مرتبہ حاصل ہے۔ وہ سادات ترمذ میں سے تھے۔ جائے پیدائش قدس تھی ان کے دادا اہل باطن میں سے تھے لیکن والد نے ہمایوں کے لشکر میں منصب لے لیا تھا۔ وہ والد کے ساتھ ہندوستان آئے۔ لیکن ان پر فقیری رنگ غالب رہا اور اس سلسلے میں انہوں نے پانی پت اجمیر وغیرہ کا سفر کیا۔ خرقہ خلافت انھیں طریقہ چشتیہ میں اجمیر کے شیخ سید سالار سے ملا اور مرشد نے ہدایت کی کہ کوہستان کو اپنے کام کا مرکز بناؤ۔ ان کے دو گلیانی متعقدوں نے انھیں آمادہ کیا کہ وہ افغان علاقہ میں مقیم ہوں۔ اس وقت اس علاقے کی جو مذہبی حالت تھی، اس کا بیان اخوند دروزیہ نے حضرت پیر بابا کی زبانی بڑے دردناک طریقے سے بیان کیا ہے۔

”یعنی اس علاقے کے لوگوں کو میں نے انتہائی سادہ دل۔ ہر وقت دین کی طلب و تلاش کرنے والے اور خدا طلب پایا۔ جو ان بوڑھوں سے زیادہ دین میں استوار، عورتیں مردوں سے زیادہ دین پر مضبوط، بچے بچپن ہی میں دین طلب کرنے والے اور تلاش کرنے والے اور ان کے ملازم بھی شریعت پر عامل پاتا ہوں۔ ان میں قبولیت حق کی صلاحیت تو موجود تھی مگر اس علاقے کے لوگوں میں نہ درس تھا نہ مدرسہ۔ نہ علم تھا اور نہ ہی علماء اتقیا اس لیے شریعت سے بے بہرہ مشائخ اور ایسے پیروں نے جو کہ مشائخ بھی نہیں رکھتے تھے ان لوگوں کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان

کو غلط راستے پر ڈال دیا۔“ (ترجمہ)

آپ نے اس علاقے میں اور اس صورت حال کی اصلاح کا تہیہ کیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے آپ کو بڑا قبول حاصل ہوا۔ جہاں کہیں کسی بے علم اور بے شرع پیر کے متعلق اطلاع پاتے جا کر اس سے بحث مباحثہ کرتے۔ چنانچہ تذکرۃ الابرار والاشرار میں ایسے کئی مدعیانِ مذہب کے نام ہیں۔ آپ کے سب سے اہم معرکے فرقہ روشنیہ کے راہنما، پیر روشن سے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مساعی کو بڑی کامیابی دی۔

چنانچہ حضرت پیر باباؒ نے بڑے ذوق و شوق سے افغان علاقے میں صحیح اسلام کی اشاعت شروع کی۔ ایک خلق کثیر آپ سے فیض یاب ہوئی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اخوند دریزہ اور ان کے صاحبزادے شیخ عبدالکریم ان کے مرید ہوئے۔ انھوں نے اپنی کتاب مخزن الاسلام میں سید علی غواصؒ کی بڑی تعریف کی ہے اور ملحدین کے خلاف ان کی کوششوں کو بڑا سراہا ہے۔ پیر بابا کی وفات ۹۹۱ھ (۱۵۸۳ء) میں ہوئی۔ مزار مبارک بونیر اور سوات کی سرحد پر ایک نہایت پر فضا مقام میں ہے اور یوسف زئی علاقے کی مشہور زیارت گاہ ہے۔

اخوند بابا درویزہ پشاور کی قدس سرہ:

حضرت پیر بابا کے سب سے نامور مرید مولانا اخوند درویزہ پشاور کی قدس سرہ تھے۔ ریورٹی نے جو پشتو ادبیات کا بڑا ماہر تھا اس رائے کی تائید کی ہے کہ افغانوں میں سب سے مشہور عالم اور سب سے محترم بزرگ وہی ہیں۔ افغان علاقے میں وہ اخوند بابا یا اخون بابا کے عرف سے مشہور ہیں۔ وہ علوم ظاہر اور کمالات باطنی کے جامع تھے۔ خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے۔ ”جمال ولایت خود را در پردہ تدریس و تعلیم و ملای پوشیدہ می داشت ان کے مزار پر تو عقیدت مندوں کا ہجوم ان کے کمالات باطنی

اور تصرفات معنوی کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن تاریخ میں ان کا بلند مرتبہ ان کے علمی کارناموں کی بدولت ہے۔ ان کا سب سے بڑا کام فرقہ روشنیہ کے خیالات کی کامیاب مخالفت ہے، جو اگر نہ کی جاتی تو افغانوں، بالخصوص ان کے مشرقی قبائل میں ایک خود ساختہ قسم کا مذہبی نظام ہمیشہ کے لئے مسلط ہو جاتا اور یہ غیور قوم، جو اب مذہبی حمیت میں سب سے آگے اور اسلام کی پشت پناہ ہے۔ عامۃ المسلمین کی جماعت سے کٹ جاتی۔ اخوند درویشہ ان کے خاندان کے دوسرے بزرگوں اور ان کے مریدوں نے نہ صرف علوم اسلامی کی عام کرنے کے لیے پشتو میں قابل اعتماد کتابیں لکھیں بلکہ روشنیہ طریقے کی مباحثہ و مناظرہ سے بھی پوری طرح مخالفت کی۔ اخوند درویشہ نے بایزید کا نام، جسے اس کے معتقد پیر روشن کہتے تھے پیر تاریک رکھا۔ اور اس کے معتقدوں سے جا جا کے مناظرے کیے۔ خزینۃ الاصفیا میں اخوند کی نسبت لکھا ہے۔

”دردنغ زنداقہ و ملاحدہ درفض بسیار می کوشیدہ و ہر جا کہ لمحدے یار افضی شنیدے نزد اور سیدے و با او مذاکرہ کردے و اور ملزم ساختے۔“ ۶۶ھ

اخوند درویشہ صاحب کے بزرگ علاقہ ننگر ہار (موجودہ جلال آباد۔ مشرقی افغانستان) میں مقیم تھے۔ جب ان کے دادا مغلوں اور یوسف زئیوں کی کشمکش میں شہید ہو گئے تو یہ خاندان مہندوں کے علاقے میں منتقل ہو گیا جہاں اخوند صاحب کی پرورش ہوئی انھیں شروع سے زہد و ریاضت کا شوق تھا۔ لیکن آپ نے علوم ظاہری کو بھی پورے انہماک سے حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا مصر احمد اور مولانا جمال الدین ہندوستانی، کا نام لیا جاتا ہے۔ موخر الذکر کے پاس آپ سات برس رہے۔ لیکن آپ کی طبیعت کو تسکین حضرت پیر بابا کی خدمت میں پہنچنے کے بعد ہوئی۔

”دفع زنداقہ و ملاحدہ“ کا سبق آپ نے اپنے مرشد سے حاصل کیا تھا جب میاں بایزید نے ہشت نگر میں اقامت اختیار کی تو اس کے خیالات کی اصلاح کے لیے حضرت پیر بابا وہاں پہنچے۔ اخوند صاحب علحدہ بھی جانے لگے اور بحث و مباحثہ کرتے۔

لیکن اخوند درویش کو پوری کامیابی نہ ہوتی تھی۔ ایک تو علاقے میں صحیح اسلامی حکومت نہ تھی کہ رفع شر کا انتظام ہوتا۔ دوسرے علوم اسلامی کی اس علاقے میں انتہائی کمی تھی۔ اخوند صاحب لکھتے ہیں کہ اگر ناواقف افغانوں میں سے ایک منع کرتا تو دوسرا میاں بایزید کے پاس جا پہنچا۔ اخوند صاحب نے اندازہ لگایا کہ مسئلے کا اصل حل علوم اسلامی کی اشاعت ہے۔ چنانچہ انھوں نے کثرت سے پشتو اور فارسی میں کتابیں مرتب کیں۔

اس سلسلے میں آپ کی سب سے مشہور پشتو تالیف مخزن الاسلام ہے، جس میں عقائد و عبادات کے اہم مسائل مشہور عربی و فارسی کتب سے اخذ کر کے درج کیے ہیں اور اس امر پر زور دیا ہے کہ جو کوئی سنت نبوی پر نہ چلے۔ اور علم تفسیر و حدیث و فقہ سے آگاہ نہ ہو، اُسے پیرو پیشوا ہرگز نہ بنانا چاہئے۔

عبدالحکیم سیال کوٹی

ابتدائی حالات:

عبدالحکیم بن شمس الدین ۹۶۸ھ کو سیال کوٹ میں پیدا ہوئے اور شیخ کمال الدین کشمیری سے اکتساب علم کیا ان کے ابتدائی حالات کا علم بہت کم ہے البتہ وہ اپنے خاندان کے پہلے فرد ہیں کہ جنہوں نے اپنے علمی کمالات کی وجہ سے شہرت عامہ حاصل کی ہندوستان میں اس وقت اسلامی علوم کے چھ بڑے مرکز تھے، (۱) دہلی (۲) پنجاب (۳) پورب میں جون پور الہ آباد اور لکھنؤ کا علاقہ

(۴) گجرات (۵) سندھ (۶) اور برہان پور۔

دہلی میں خود شیخ عبدالحق علمی مجلس کے صدر نشیں تھے۔ پنجاب میں ان دنوں حاکم سے ناراضگی کی بناء پر کشمیر سے ایک بزرگ ترک مکان کر کے سیال کوٹ آئے تھے جنہوں نے پنجاب کی علمی شہرت کو ایک مرتبہ پھر فروغ دیا یہ بزرگ ملاکمال الدین کشمیری (۱۶۰۸ء) تھے جن کے تلامذہ میں، نواب سعد اللہ خاں (وزیر اعظم ہندوستان) مجدد الف ثانی اور ملا عبدالحکیم سیال کوٹی کے نام لئے جاسکتے ہیں ان کا علمی فیض ملا عبدالحکیم نے جاری رکھا۔ ۷۳

اپنے ہم عصروں میں ملا عبدالحکیم سیال کوٹی امتیازی حیثیت رکھتے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی ان کو آفتاب پنجاب کہا کرتے تھے۔

عہد جہاں گیری میں ملا عبدالحکیم اپنے وطن سیال کوٹ ہی میں درس و تدریس میں مشغول رہے لیکن جب شاہ جہاں نے اقتدار سنبھالا اور علماء و فضلاء کی قدردانی میں اس کی شہرت ہوئی تو اس نے ملا عبدالحکیم کو طلب کیا اور انعام و اکرام سے نوازا۔ ان کی علمی صلاحیت کی وجہ سے شاہ جہاں ان کی بہت قدردانی کیا کرتا تھا۔ سید عبدالحی حسنی نے لکھا ہے کہ۔

”وزنہ شاہ جہاں بن جہاں گیر التیمیوری صاحب الہند مرتین بالفضۃ“ ۷۴

وفات:

۱۶ ربیع الاول ۱۰۸۷ھ/۱۶۵۶ء میں ان کا انتقال ہوا اور سیال کوٹ میں ہی دفن ہوئے۔
عبدالحکیم سیال کوٹی کا شمار عہد شاہ جہانی کے ممتاز علماء و مصنفین میں کیا جاتا ہے وہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے ان کی علمی شہرت خود ان کی حیات میں قسطنطنیہ تک پہنچ گئی تھی۔
عربی نثر میں ان کی تحریریں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کا علمی میدان بیشتر شروحات اور حواشی

رہا ہے۔ انہوں نے اپنی تمام عمر درس و تدریس اور تصانیف میں صرف کی اور اکبر کے قائم کردہ مدرسہ (جو اس نے اکبر آباد میں قائم کیا تھا) میں کافی عرصہ تک وہاں کے مشہور شاعر ”قدوسی“ کے ساتھ فرائض درس و تدریس انجام دیئے۔

حافظ عبدالرحمان امرتسری نے اپنے سفرنامہ میں ملا عبدالحکیم کی نسبت لکھا ہے کہ ”عراق شام“، استنبول، کی متعدد درس گاہوں میں مجھے آپ کی تصانیف داخل درس دیکھنے کا موقع ملا۔ ہندوستان سے باہر بلاد اسلامیہ میں علمی حیثیت سے جو شہرت مولوی عبدالحکیم کو حاصل ہوئی اسے کوئی مصنف حاصل نہ کر سکا۔ ۴۹

تصانیف

تذکرہ کی کتابوں سے ان کے مندرجہ ذیل مصنفات اور حواشی کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) الحاشیہ علی تفسیر البیضاوی۔

(۲) الحاشیہ علی الہدایات الاربعۃ من التلویح فی الاصول۔

(۳) الحاشیہ علی الطولی

(۴) الحاشیہ علی شرح المواقف۔

(۵) الحاشیہ علی شرح العقائد للتفتازانی۔

(۶) الحاشیہ علی حاشیہ اللخالی

(۷) الحاشیہ علی شرح العقائد للذہبی۔

(۸) الحاشیہ علی شرح الشمسیہ۔

(۹) الحاشیہ علی الحاشیہ للسید شریف۔

(۱۰) الحاشیہ علی شرح المطالع۔

(۱۱) الحاشیہ علی شرح الکافیہ للجامی۔

(۱۲) الحاشیہ علی حاشیہ لعبد الغفور اللاری۔

(۱۳) الحاشیہ علی مراح الارواح۔ (۱۴) الدرۃ الثمینیہ

(۱۵) الحاشیہ علی شرح حکمتہ العین (۱۶) الحاشیہ علی شرح ہدایۃ الحکمتہ

حاشیہ علی تفسیر البیضاوی

عبداللہ بن عمر البیضاوی کی۔ انوار التنزیل و اسرار التاویل۔ تفسیر قرآن میں اہم مرتبہ رکھتی ہے۔ اس میں تفسیر کے تقریباً تمام موضوعات سے بحث کی گئی ہے لیکن اکثر علماء اس کو قرآن کریم کی مکمل تفسیر تصور نہیں کرتے ان کا خیال ہے کہ اس میں بہت سے ایسے موضوعات اور مسائل رہ گئے ہیں جن پر تفصیلی بحث نہیں ہوئی ہے۔ بیضاوی، کشاف، اور جلالین، ان تینوں کتابوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ ان کے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک عرصہ تک یہ داخل نصاب رہی ہیں اور درس نظامیہ میں تقریباً سبھی جگہ آج بھی جلالین اور بیضاوی داخل نصاب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں ان کتابوں کی شروح اور حواشی بہت لکھے گئے۔

بیضاوی کی مختلف علماء نے اپنے اپنے انداز میں تشریح کی ہے لیکن ان میں ملا عبدالکحیم سیال کوٹی کا حاشیہ اپنی جگہ اہم اور ممتاز تسلیم کیا جاتا ہے۔

پروفیسر مارگولتھ (Morgoloth) نے کتاب ”Chrestamathia“ کے دیباچہ

میں ان حواشی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”میں نے ان سے فائدہ اٹھایا ہے۔“

یہ حاشیہ کافی مقبول اور مشہور ہے اور طبع بھی ہو چکا ہے نیز مختلف کتب خانوں میں اس کے قلمی

نسخے موجود ہیں۔ ایک نسخہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں بھی موجود ہے یہ نسخہ خوش خط، صاف اور ستھرا ہے سن کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں ہے۔

نسخہ کی ابتداء میں مفتی سعد اللہ خاں کے نام کی بڑی اور چھوٹی دو مہریں لگی ہوئی ہیں۔ ہر صفحہ پر ۲۱ سطریں ہیں۔ دیباچہ میں مصنف نے شاہ جہاں کا نام بڑے ادب و احترام اور دعاؤں کے ساتھ کیا ہے، ان کی یہ تصنیف بیضاوی کے دو پاروں کی تشریح ہے۔ چونکہ یہی حصہ اہم مسائل سے متعلق ہے اسی لئے انہوں نے اس حصہ کی تشریح کو زیادہ ضروری سمجھا۔ اگرچہ انہوں نے اس تمنا کا اظہار کیا ہے کہ بعد میں وہ اپنا کام مکمل کریں گے لیکن اس حصہ کے بعد غالباً وہ نہ لکھ سکے۔ ان کی یہ شرح دوسرے پارے مشکل مقامات کو بھی حل کرتی ہے انہوں نے زبان و بیان اور لغت کی باریکیوں کا ذکر بھی کیا ہے مشکل الفاظ کی مخصوص طرز کے ساتھ تشریح کی ہے اور اس میں وہ دوسرے شارحین پر سبقت لے گئے ہیں۔ ان کی تشریحی عبارتیں زیادہ آسان ہیں جن سے قاری کو بغیر کسی الجھن کے آسانی سے مطلب سمجھ میں آ جاتا ہے۔

صاحب حاشیہ نے صاحب بیضاوی کی نقل کردہ احادیث کے علاوہ بھی دیگر احادیث نقل کی ہیں۔ بیضاوی نے بعض مقامات پر حدیث تو نقل کی ہے لیکن اس کی سند انہوں نے بیان نہیں کی ہے اور راوی کا نام بھی تحریر نہیں کیا ہے۔ عبدالحکیم سیال کوٹی نے اس نقص کو حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کی ہے اور راوی کے نام کے ساتھ اس حدیث کو نقل کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ ان احادیث پر بھی بحث کی گئی ہے جن کی صحت پر شبہ کیا گیا ہے۔

ملا عبدالحکیم چونکہ حنفی المسلک تھے اس لئے انہوں نے بیضاوی کے خلاف (جو شافعی المسلک تھے) اپنے مسلک کی موافقت کی ہے۔

بیضاوی نے ”و آمنوا بما انزلت مصداقاً لما معکم“ کی تفسیر میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں یہ تذکرہ کیا گیا ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام ہوتے تو وہ بھی میرے دین کی اتباع کرتے۔ صاحب بیضاوی نے اس حدیث کا کوئی حوالہ نقل نہیں کیا ہے۔ عبدالحکیم سیال کوٹی نے اس واقعہ کی پوری تفصیل نقل کرتے ہوئے اس کے الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

”والذی نفس محمد بیدہ لو بدأ لکم موسیٰ فاتبعتموه وترکتونی لضللتکم عن سواء السبیل ولو کان حیاً وادرك نبونی لاتتبعنی“ مشکوٰۃ اور دارمی کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ۵۰

قاضی صاحب بعض مقامات کی تفسیر کرنا چھوڑ گئے ہیں عبدالحکیم سیال کوٹی نے ”واعلم ان المصنف رحمة الله تعالى لم يفسر“ لکھ کر خود اس کی تفسیر بیان کی ہے۔ ۵۱

حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمتہ

شیخ اثیر الدین مفضل بن عمر ابہری (دم ۶۶۰ھ / ۱۲۶۱ء) کا فلسفہ میں ایک متن متین ہدایۃ الحکمتہ ہے جو تین قسموں میں منقسم ہے۔ (۱) منطق (۲) طبعیات (۳) الہیات

اس کے متعلق مصنف کا بیان ہے کہ میں نے اسے اپنے بعض احباب کے لئے ارتجالاً لکھا ہے۔ لیکن اس رسالہ کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ متعدد علماء نے اس کی مبسوط و مختصر شرحیں لکھیں اور پھر ان شروح پر بھی حاشیے لکھے گئے۔ ان شروح میں سے دو شرحوں کو ہندوستان میں مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی۔ ایک میر حسن بن معین الدین المہدی الحسینی، کی شرح جو میبذی کے نام سے زبان زد خاص و عام ہے۔ اور دوسری شرح مولانا عبدالحق خیر آبادی کی ہے۔

شرح میبذی اکثر مدارس کے نصاب تعلیم میں شامل ہے۔ اسی پر عبدالحکیم سیال کوٹی کا حاشیہ ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں موجود ہے۔ جو ۱۶۱ اوراق پر مشتمل ہے اس

کے ہر صفحہ میں ۱۹ سطریں ہیں کتابت صاف ستھری ہے۔

الحاشیہ علی شرح العقائد للتفتازانی

العقائد النسفیة جس کے مصنف، نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی، ہیں اسلامی عقائد میں بہت مشہور ہے۔ ہندوستان میں اس کا تعارف نصابی کتاب کی حیثیت سے ہے علامہ سعد الدین تفتازانی نے اس کی شرح لکھی ہے جو علمی محفلوں میں کافی مشہور ہے۔ اس شرح کے بھی متعدد حواشی اور شروح لکھی گئی ہیں۔ عبد الحکیم سیال کوٹی نے بھی اس پر ایک حاشیہ لکھا جو الحاشیہ علی شرح العقائد للتفتازانی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ حواشی براہ راست تفتازانی کی شرح پر نہیں لکھے گئے ہیں بلکہ مولانا احمد بن موسیٰ خیالی (۸۶۰ھ/۱۴۵۶ء) نے اس شرح کی مشہور شرح لکھی ہے اس پر عبد الحکیم سیال کوٹی نے بھی حاشیہ لکھا ہے مولانا احمد کی شرح پر بعض دیگر علماء نے بھی حواشی لکھے ہیں لیکن علامہ سیال کوٹی کے تصنیف کردہ حاشیہ کی قدر و قیمت کا اندازہ حاجی خلیفہ کی اس رائے سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

”وہی احسن الحواشی مقبولة عند الحكماء“ ۵۲

الدرة الثمينة

عبد الحکیم سیال کوٹی کی یہ مایہ ناز بلند پایہ تصنیف علم کلام میں ہے جسے انہوں نے سعد اللہ خاں کی فرمائش پر تصنیف کیا۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی وجہ سے ہندوستان کو گم شدہ علمی وقار دوبارہ حاصل ہوا۔

سید عبدالحی الحسنی نے الدرة الثمينة کا شمار علم کلام کی ان تصانیف میں کیا ہے جن کو کتب مستقلہ کی حیثیت حاصل ہے۔

علامہ نے مسئلہ علم واجب تعالیٰ کو تین ابحاث میں منقسم کیا ہے۔

(۱) البحث الاول۔ فی اثباتہ (اثبات العلم لہ، تعالیٰ)

(۲) البحث الثانی۔ فی انّ علمہ ما ہو کیف ہو۔

(۳) البحث الثالث۔ فی عموم علمہ تعالیٰ۔

اثبات علم باری تعالیٰ کے سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں کہ اسے ماسوا چند قدیم فلاسفہ کے تمام علماء نے تسلیم کیا ہے یہ چند قدما جو علم باری تعالیٰ کی نفی کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اگرچہ خداوند تعالیٰ تمام کائنات کا خالق ہے لیکن اس کی تخلیق اس کے بدون علم ہوئی ہے۔ اس کی مثال سورج کی طرح ہے جس کی شعاعیں اس سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتی ہیں اور ساری کائنات کو منور کرتی ہیں لیکن سورج خود اپنی اس عالم گیر صفت سے نا آشنا ہے۔ اس تصویر کائنات میں اس کا کوئی ذاتی دخل نہیں بلکہ یہ عمل اس سے اس کی ذاتی فطرت کے تحت ظہور پذیر ہوتا ہے۔

علامہ نے قدما کے اس عجیب و غریب نظریہ کا تسلی بخش جواب دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات غیر عالم ہے اور اس کو اپنی تخلیق کے بارے میں کوئی علم نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ معاذ اللہ علم سے متصف نہیں اور یہ ایسی بات ہے جسے کوئی بھی صاحب عقل و شعور انسان باور نہیں کر سکتا۔ دوسری بحث کا تعلق کیفیت علم باری سے ہے وہ مختلف نظریات کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علم باری تعالیٰ یا تو عین ذات باری ہے یا اس سے الگ شئی اگر کوئی الگ شئی ہے تو پھر یا تو قائم بنفسہ ہے یا قائم بذاتہ۔

قدیم فلاسفہ کا کہنا ہے کہ علم باری عین ذات باری ہے لیکن اشاعرہ کا نظریہ ہے کہ وہ قائم بذاتہ تعالیٰ ہے۔ صفات باری تعالیٰ کے سلسلہ میں اشاعرہ کا عقیدہ۔ لاعین ولا غیر کا ہے۔ افلاطون

نے علمِ باری تعالیٰ کی تعریف ”صورة قائمة بنفسها“ کے الفاظ سے کی ہے۔

تیسری بحث عمومیتِ علمِ باری تعالیٰ سے متعلق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا علم صرف کلیات تک محدود ہے یا کلیات و جزئیات سب کو محیط ہے علامہ لکھتے ہیں۔ کہ اس عقیدہ پر تمام حلقوں کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے چاہے وہ موجود ہو یا معدوم۔ جزوی ہو یا کلی اس کے برخلاف فلاسفہ کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے علم بالجزئیات کی منکر ہے۔ اگرچہ علامہ کا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ علمِ باری تعالیٰ کلیات و جزئیات سب کو محیط ہے اور اس کا ظاہری انکار نصوص اور اجماع کا انکار بلکہ ابطال شریعت پر منتج ہے لیکن اس میں بہر حال تاویل کی گنجائش ہے۔

حشر و نشر، اجساد، حدوث عالم، قدم عالم، سے بحث کرتے ہوئے انہوں نے امام غزالی کی رائے (تکفیر فلاسفہ کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے علماء و فلاسفہ اسلام کے نظریات بھی نقل کئے ہیں۔ محقق دوانی اور امام رازی کی آرا بطور خاص قلمبند کرنے کے بعد اپنی رائے کا ان الفاظ میں اظہار کیا ہے۔

محقق دوانی کا عقیدہ ہے کہ خسر جسمانی اور قدم عالم کے نظریے باہم ضد ہیں اور دونوں کو بیک وقت تسلیم کرنا محال ہے۔ (لایمکن الجمع بین قدم العالم والحشر الجسمانی) علامہ نے دوانی کے اس نظریہ کو بنیاد بنا کر اپنا دعویٰ اور اس پر دلیل قائم کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں واضح طور پر آسمانوں کے انشقاق و فنا کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

”اقول لایمکن بینہما ایضاً لان الحشر علی ماورد بہ الشرح یقتضی انشقاق السموات و طیہا و فنائہا، القائلون بقدیم العالم یقولون بامتناع الخرق علیہا فضلاً

عن فنائہا“ ۵۳

الحاشیہ علی میر قطبی

علم منطق میں بیرون ہند لکھی جانے والی کتابوں میں ”الشمیہ“ اور علامہ تفتازانی کی، تہذیب المنطق، غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں۔ ہندوستان میں ان دونوں کتابوں کی شروح کثیر تعداد میں لکھی گئی ہیں۔

قطب الدین بن محمود نے الشمیہ، کی شرح لکھی جو قطبی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد میر سید شریف جرجانی (م ۱۴۱۵) نے میر قطبی کے نام سے قطبی کی شرح لکھی علامہ نے اس پر حاشیہ لکھا ہے اور اس میں منطق کے اختلافی مسائل کے موضوع پر عالمانہ بحث کی ہے۔ انہوں نے خطبہ کتاب میں لکھا ہے ”قد سألنی الولد الاغر عبد الله الملقب باللبیب عند قراءة الشرح المنسوب الطود العظيم المتد الحسیم والحواشی المعلقة عليه للسید السند والحبر الاوحد ان اکتب ما ینسخ الذهن الکلیل فی حل مشکلاتها احرر ما یتقرر لدی فی کشف معضلاتها“ نیز اپنے حواشی کے بارے میں انہوں نے ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے ”بحار بحمد الله کنز الاتحصی فوائده ولجراً تستقصی فرائده“ ۵۴ھ

ملا محمود جو پوری

ابتدائی حالات:

ملا محمود جو پوری عہد شاہ جہانی کے معقولات و منقولات کے ممتاز علماء و فضلاء کی فہرست میں شامل ہیں وہ ۹۹۳ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم ملائیس الدین سے جو پوری ہی میں حاصل کی اس کے بعد ملا محمد افضل سے بقیہ علوم کی تکمیل کی۔

ملا محمد افضل جو پوری کے شاگردوں کی طویل فہرست ہے جس میں سب سے زیادہ شہرت

ملا محمود جو پوری کو حاصل ہوئی جن کو عام طور پر علوم عقلیہ کے ماہر کی حیثیت سے جانا جاتا ہے لیکن علوم عقلیہ اور علوم ادبیہ دونوں میں انہیں یکساں مہارت حاصل تھی۔ انہوں نے ایک طرف علوم عقلیہ میں، شمس بازغہ، جیسی اہم کتاب تصنیف کی اور فلسفہ میں امتیازی حیثیت قائم کی اور دوسری طرف علم معانی و بیان میں اپنی مہارت کا ثبوت دیا۔ سید عبدالحی نے لکھا ہے۔

”لم یکن فی زمانہ مثله فی العلوم الحکمیة والمعارف الأدبیة“ ۵۵

”سبقتہ المرجان میں غلام علی آزاد بلگرامی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں دو فاروقی ایسے گذرے ہیں جن کا جواب نہیں ان میں سے ایک فاروقی شیخ احمد سرہندی اور دوسرے علوم عقلیہ و ادبیہ کے ماہر ملا محمود جو پوری سید عبدالحی نے ان میں ایک نام (شاہ ولی اللہ) کا اور اضافہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

”اقول وثالثهم الشيخ ولی الله بن عبد الرحيم العمري الدهلوی فانه كان

عديم النظير في الفلسفة الالهية“ ۵۶

ہندوستان میں عربی زبان و ادب کے ماہرین کی فہرست گناتے ہوئے مصنف الثقافت الاسلامیہ فی الہند، نے ملا محمود جو پوری کے بارے میں لکھا ہے کہ۔

”له شرح علی يدل علی براعتہ فی العلوم العربیة والمعارف الادبیة“ ۵۷

مولانا سید ابوالحسن ندوی نے، مختارات من ادب العرب کے حاشیہ میں محمود جو پوری ترجمہ و سوانح کے سلسلہ میں ایک مختصر مگر جامع تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے۔

”الشيخ الامام الكبير محمد بن محمد العمري الجونفوري احد توابع

الهند لم یکن فی زمانہ مثله، فی العلوم الحکمیة والمعارف الادبیة ولد بجونفور

سنة ثلاثة وتسعين وتسع مائة، ونشأ في مهدجده، شاه محمد وقرأ عليه الكتب الدراسية، ثم لازم الشيخ الاستاد محمد افضل بن حمزه العثماني الجونفوري واخذ عنه واقبل على المنطق والحكمة اقبالاً كلياً حتى برز فيها وبرع اقرانه، وله سبع عشرة سنة۔ وكان غاية في الذكاء والغطنة وسيلان الذهن وقوة الحفظ والادراك، كان يحضر المجالس والمحافل في صغره فيتكلم وينظر ويفهم الكبار يتحير منه اعيان البلدة في العلم۔ قال السيد غلام علي البلجرامی في سبحة المرجان لاريب انه لم يظهر بالهند مثل فاروقين احدهما في الحقائق هو مولانا الشيخ احمد سرهندي رحمة الله، والثاني في العلوم الحكمية۔ والادبية وهو الملا محمود جونفوري وله مصنفات عديدة اشهرها الشمس البازغة في الحكمة۔ والفرائد شرح الفوائد، وهذا لفصل ماخوذ منه۔ توفي لتسع خلون من ربيع الاول سنة اثنتين وستين والـ الف مدينة جو نفور ٥٨ھ

الشمس البازغة

ملا محمود جونپوری نے علم کلام میں ”الحکمة البازغة“ تصنیف کی تھی اس کے اندر مصنف نے منطق اور مابعد الطبیعیات کے موضوع سے بحث کی ہے۔ الشمس البازغة کے نام سے مصنف نے خود ہی اپنی تصنیف ”الحکمة البازغة“ کی شرح لکھی ہے جس میں ان کا طرز تحریر اس طرح ہے کہ پہلے۔ قلت۔ کہہ کر اپنی کتاب کی عبارت نقل کرتے ہیں اس کے بعد اقول۔ لکھ کر اس کی تشریح کرتے ہیں۔

علم کلام میں اس مایہ ناز تصنیف پر متعدد علماء نے حواشی لکھے ہیں لیکن ان کے مکمل متن اور شرح کے حواشی لکھنے والوں میں ملا نظام الدین فرنگی محلی (۱۷۴۸ء) اور ملا احمد اللہ سندیلوی

(۱۷۴۷ء) سرفہرست ہیں۔

نمونۂ کلام ”احمد اللہ حمد الشاکرین واصلی علی محمد والہ واصحابہ
الطاہرین اما بعد۔ فانی کتب قد انتصبت لتعلیم ما علمنی اللہ و آلہمنی من الصدق
الحبیب والحق الیقین من اسرار الحکمة الحقۃ الحقیقۃ الیقینیۃ الموزونۃ بقسطاس
البرہان الواجب الاتباع الخ“ ۵۹

عبدالسلام اعظمی دیوی

شمالی ہندوستان اور خصوصاً اودھ کے تقریباً سبھی لوگوں کے درس کا سلسلہ امام معقولات ملا
عبدالسلام لاہوری اور امیر فتح اللہ شیرازی تک ان کے نامور اور مشہور شاگرد ملا عبدالسلام دیوی جو
حضرت مخدوم شیخ اعظم ثانی کی اولاد میں ہیں پہنچتا ہے۔ فرنگی محلی خاندان، خیر آبادی خاندان،
اور دہلی کے نامور خاندان سب ان کے سلسلہ تلمذ سے کسی نہ کسی طرح وابستہ اور منسلک ہیں، لیکن
اتنے بڑے عالم، فقیہ، امام معقولات اور ماہر درس کے حالات زندگی پردہ خفایں رہے ہیں اور عام
طور پر لوگ ان سے واقف نہیں۔ راقم الحروف نے اسی خیال کے تحت چھان بین کر کے کچھ مواد فراہم
کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر مسعود انور علوی کا کوروی ریڈر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی کے ایک مضمون
(جو ملا عبدالسلام اعظمی دیوی سے متعلق ہے) سے زیادہ تر فائدہ حاصل کیا گیا ہے۔ اور اس کو اساس
بنایا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

”ہندوستان میں معقولات اور علم کلام کی ترقی و اشاعت کو سب سے زیادہ مدد جلال الدین
محقق دوانی (۹۰۸ھ/۱۵۰۲ء) کے تلامذہ سے ملی۔ ان کے ارشد تلامذہ میں خواجہ جمال الدین محمود
ہیں جن کا دیرپا سلسلہ تلمذ ان کے دو شاگردوں مرزا جان شیرازی اور امیر فتح اللہ شیرازی

(۹۹۷ھ/۱۵۸۹ء) سے چلا ہے۔ امیر فتح اللہ شیرازی بیجاپور سے اکبری دربار میں آئے اور یہاں سے شہرت و ناموری کے اوج پر پہونچے تھے پورے ملک میں علوم عقلیہ کی ترویج و اشاعت زور و شور سے شروع ہو گئی جس کے نتیجہ میں یہاں بلند پایہ علماء معقولات پیدا ہوئے۔ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء) ملا عبد السلام لاہوری (۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء) ملا عبد السلام دیوی ملا عبد الحکیم سیال کوٹی (۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء) ملا کمال الدین کشمیری، ملا عصمت اللہ سہارنپوری (۱۰۳۹ھ/۱۶۳۰ء) ملا محمود جون پوری (۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء) اور ملا عبد الحکیم سہالوی جیسے بیشتر علماء اپنے اپنے عہد کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ ان علماء کی بساطِ درس پر جن فضلاء نے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ان کے تلامذہ سے اکتساب کیا وہ بھی اپنے زمانہ کے ائمہ معقولات ہوئے اس سلسلہ میں اودھ کے علماء قابل ذکر ہیں۔ امیر فتح اللہ شیرازی (۹۹۷ھ/۱۵۸۹ء) کے شاگرد ملا عبد السلام لاہوری، ان کے شاگرد ملا عبد السلام دیوی، اور ان کے شاگرد ملا عبد الحکیم سہالوی ہوئے۔ ملا عبد الحکیم سہالوی کے ارشد تلامذہ میں ان کے بیٹے ملا قطب الدین شہید (۱۰۱۳ھ/۱۶۰۴ء) اور ان کے شاگردان کے بیٹے ملا نظام الدین سہالوی فرنگی محلی (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) ہیں۔ ملا کمال الدین سہالوی (۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء) نے علوم عقلیہ و نقلیہ کا اکتساب اپنے استاد ملا نظام الدین فرنگی محلی (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) سے کیا اور اس طرح وہ خیر آبادی خاندان کے مورثِ اعلیٰ ہوئے۔

علامہ فضل امام خیر آبادی (۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء) وغیرہ کا سلسلہ تلمذ ان ہی کے واسطے سے

ملا نظام الدین فرنگی محلی (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) تک پہونچتا ہے۔

ملا عبد السلام دیوی اعظمی اپنے عہد کے امام معقولات اور استاذ الاساتذہ ہیں لیکن بیشتر ہندوستان کے مشاہیر کی طرح ان کے حالات زندگی بھی پردہ خفا میں رہے ہیں۔ راقم سطور کو باوجود

تلاش کے ان کے احوال و آثار تفصیلی طور پر نہ مل سکے حتیٰ کہ ان کی ولادت و وفات کے سنیں کی صراحت بھی کسی تذکرہ میں نظر سے نہ گذری۔ ان کے معاصر تذکروں شاہ جہاں نامہ، طبقات شاہ جہانی، عمل صالح، وغیرہ اور بعد کے تذکروں، مآثر اکرام، بحر زخار، وغیرہ میں بھی ان کا تذکرہ بہت ہی مختصر ہے۔ ان کے قدرے تفصیلی حالات کا سب سے اہم ماخذ، شیخ خیر الزماں لکھنوی، کی، باغ بہار، ہے دوسرا اہم ثانوی ماخذ مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندر کا کوروی، کی۔ تذکرہ مشاہیر کا کوری ہے۔

علاوہ ازیں، کشف المتواری فی الحال نظام الدین قاری، مؤلفہ مولانا شاہ تراب علی قلندر کا کوروی، اور نجات النسیم فی تحقیق احوال اولاد ملا عبد الکریم، مؤلفہ منشی امیر احمد علوی کا کوری (ڈپٹی کلکٹر) میں بھی ان کے بارے میں کچھ معلومات ملتی ہیں۔

مذکورہ بالا چند تذکروں کی روشنی میں اس فاضل اجل، استاذ الاساتذہ کے سلسلے میں یہ سطور قلمبند ہو رہی ہیں۔ خلاصہ آداب و قوانین المعروف بہ اسم تاریخی باغ بہار، ۱۲۱۱ھ کے مؤلف علی غنی عرف شیخ محمد خیر الزماں لکھنوی (۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء) بن محمد وجیہ الدین اعظمی نقوی۔ ملا صاحب مذکور کے احفاد میں ہیں۔ انہوں نے اپنے تذکرہ کی بنیاد بعض خاندانی بیاضوں، اور آبائی شجروں پر رکھی ہے۔ باغ بہار، کے تین نسخے راقم احقر کے علم میں ہیں۔ اول الذکر نسخہ کتب خانہ انور یہ خانقاہ کاظمیہ کا کوری میں ہے۔ دوسرا فرنگی محل لکھنؤ میں ابوالحیاء مولانا محمد نعیم انصاری فرنگی محلی (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ تیسرا نسخہ شعبہ فزیاء لوجی۔ میڈیکل کالج مسلم یونیورسٹی کے سابق صدر سید وجیہ الحسن صاحب مرحوم کی ملک تھا۔ اول الذکر دونوں نسخے کسی جاہل کاتب کے مرہون منت ہیں۔

سید عبدالسلام اعظمی دیوی شاہ جہانی عہد کے سربراہ آوردہ علمی شخصیات میں تھے آبائی وطن دیوہ ضلع بارہ بنگی تھا۔ نانیہال کاکوری (ضلع لکھنؤ) تھا چنانچہ اپنے نانا حضرت مخدوم ملا عبدالکریم علوی (۱۰۳۹ھ/۱۶۲۹ء) نبیرہ حضرت مخدوم قاری شیخ نظام الدین بھکاری (۹۸۱ھ/۱۵۷۲ء) کے پاس رہ کر تمام تعلیم و تربیت حاصل کی۔ بعد ازاں لاہور جا کر ملا عبدالسلام لاہوری (۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء) سے اکتساب کیا۔ یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ بہت ضروری ہے کہ ملا عبدالسلام دیوی چونکہ حضرت مخدوم سید اعظم ثانی لکھنوی۔ ۳۵ کی اولاد میں تھے (جیسا کہ ان کے نسب نامہ سے اندازہ ہوتا ہے) اس واسطے سے وہ اپنے نام کے ساتھ اعظمی لکھتے تھے۔ مولانا عبدالقدوس صاحب کا یہ بیان درست نہیں ہے کہ وہ دیوہ (ضلع اعظم گڑھ) کے رہنے والے تھے۔ ۳۶ اعظم گڑھ کی وجہ تسمیہ غالباً شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر (۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء-۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) کے بیٹے شاہنشاہ اعظم شاہ (۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء-۱۱۹ھ/۱۷۰۸ء) کے نام سے ہے دوسری بات یہ ہے کہ دیوہ کا اعظم گڑھ سے کوئی رشتہ نہ تھا۔ ۶۰

نسب نامہ:

ملا عبدالسلام اعظمی دیوی

- (۱) ابن مولوی ابوسعید
- (۲) ابن مولوی محبت اللہ
- (۳) ابن مولوی عبدالرحیم فیاض
- (۴) ابن مولوی احمد فیاض
- (۵) ابن حضرت مخدوم شیخ اعظم ثانی لکھنوی

(۶) ابن شاه ابوالبقا

(۷) ابن محمد موسیٰ

(۸) ابن شاه ضیاءالدین

(۹) ابن شاه شجاع کرمانی

(۱۰) ابن امیر مبارزالدین

(۱۱) ابن امیر مظفر

(۱۲) ابن خواجہ غیاث الدین

(۱۳) ابن امیر محمود

(۱۴) ابن امیر علی

(۱۵) ابن امیر احمد علی

(۱۶) ابن امیر جعفر

(۱۷) ابن امیر عبداللہ

(۱۸) ابن سید علی اصغر

(۱۹) ابن امام محمد تقی

(۲۰) ابن امام موسیٰ رضا

(۲۱) ابن موسیٰ کاظم

(۲۲) ابن امام جعفر صادق

(۲۳) ابن امام باقر

(۲۴) ابن امام زین العابدین

(۲۵) ابن امام حسین

(۲۶) ابن حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ)

قیاس یہ ہے کہ حضرت مخدوم شیخ اعظم ثانی سمرقند سے ہجرت کر کے واردِ ہندوستان ہوئے بعد میں لکھنؤ آ کر مقیم ہو گئے اور یہیں وفات پائی۔

”شادی ایٹاشاں در قصبہ امیتھی بہ دختر سید محمدی فیاض خلیفہ

بندگی نظام الدین امیٹھوی شدہ بود و ز اہلیہ دو دختر و سہ پسر

بوجود آمدند..... دختر اول محمد اشرف ابن شیخ عبدالقادر کہ برادر

زادہ آنحضرت بود کتخدا شد و دختر دومی در قصبہ دیوہ بہ مولوی

ابوسعید ابن مولوی محبت اللہ کہ از اولاد بندگی شیخ اعظم ثانی لکھنوی

بود کتخدا شد و از بطن وی ملا عبدالسلام وغیرہ چہار پسر پیدا شدند کہ آں

ہمہ را حضرت الیشاں خود پرورش کردہ، تربیت و تعلیم فرمودند۔“ ۶۱

ترجمہ، آپ (ملا عبدالکریم) کی شادی سید محمدی فیاض خلیفہ بندگی نظام الدین امیٹھوی کی بیٹی

ہے قصبہ میں ہوئی تھی۔ ان بی بی سے دو بیٹیاں اور تین بیٹے پیدا ہوئے۔ پہلی بیٹی محمد اشرف ابن

شیخ عبدالقادر (جو آنجناب کے بھتیجے تھے) کو بیاہی گئیں۔ دوسری بیٹی کی شادی دیوہ میں ابوسعید ابن

مولوی محبت اللہ (جو حضرت مخدوم شیخ اعظم ثانی لکھنوی کی اولاد میں تھے) کے ہمراہ ہوئی۔ ان سے

ملا عبدالسلام، چار بھائی پیدا ہوئے۔ ملا عبدالکریم صاحب نے خود سب کی پرورش کی اور تعلیم و تربیت

فرمائی۔

” ملا عبد السلام مرحوم کہ شاگرد مخدوم شیخ عبدالکریم
 و پرورش کردہ آنحضرت بودند۔ در عہد سلطنت شاہ جہاں اولاً
 مدرس لاہور شدند بعدہ مفتی لشکر بادشاہی گشتند از علمائے مخول آن
 وقت بودند اشراحت معالیہ از تصانیف اوست در قصبہ دیوہ حویلی
 کہ واقع حجابی محل محل سکونت شاں بود نیز صبیہ خود را بہہ کردہ
 بودند“ ۶۲

ترجمہ، ملا عبد السلام مرحوم مخدوم شیخ عبدالکریم کے شاگرد اور ان کے ساختہ و پرداختہ تھے۔
 شاہ جہاں (۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۸ء)..... (۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء) کے عہد میں پہلے لاہور کے مدرسہ میں
 شاہی لشکر کے مفتی ہو گئے۔ اس وقت کے بڑے علمائے میں تھے ان کی تصانیف میں اشراحت
 معالیہ، ہے، قصبہ دیوہ کے حجابی محلہ میں ایک حویلی میں رہتے تھے۔ یہ حویلی بعد میں انہوں نے اپنی
 بیٹی کو دیدی تھی۔

ملا صاحب موصوف، اپنے استاد ملا عبد السلام لاہوری، (۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء) سے بقیہ علوم
 کی تکمیل کر کے ان کے نقش ثانی بنے۔

مآثر الکرام کے مصنف نے اس کی صراحت اس طرح کی ہے کہ۔ ”چنانچہ اتحاد اسمی متحقق بود
 نسبت فضیلت نیز مرتبہ مساوات بہم رساند“ ۶۳

(ہم نام ہونا تو ثابت ہے بلکہ فضیلت کی نسبت اور استاذ کی وفات کے بعد ان کے قائم کردہ
 مدرسہ میں ان کی جگہ مدرس بھی رہے یہی ملا عبد الحلیم سہالوی جد ملا نظام الدین فرنگی محلی
 (۱۱۶۱ھ / ۱۷۶۸ء) ملا دانیال چوراسی، اور ملا عبد القادر فاروقی جیسے مشاہیر ان کے راشد تلامذہ

بنے۔ ملا صاحب عہد شاہ جہانی میں کچھ روز دہلی کے قاضی بھی رہے اس کے بعد شاہ جہاں (۱۰۳۷ھ/۱۶۲۸ء) ۱۰۶۸/۱۶۵۸ء کے مفتی لشکر ہوئے۔

بادشاہ نامہ کے مؤلف لکھتے ہیں۔

”چندی بہ دانش آموزی تلمذہ گذرانیدہ از اسعاد بخت بیدار
خود را بآستان خواتین مکان رسانید و درسلک ملازماں درگاہ خلّاق پناہ
درآمدہ سختی بخدمت عسکریہ روزی قیام می نمود اکنون از فروئی سال کہ باعث
اختلال حواس و الخلال اعطاست حسب الحکم دست ازاں بازداستہ در
اردوی گہان بوی دولت ابدی سمات اشغال دارد“ ۶۴

ترجمہ، کچھ دنوں تک انہوں نے طالب علمی کا زمانہ گزار اپنی بیدار بختی کی سعادت سے اپنے
آپ کو دربار کے خاقانوں کی ڈیوڑھی تک پہنچایا اور خلق کو نباہ دینے والی درگاہ کے ملازموں کی
لڑی میں خود کو شامل کر لیا۔ کچھ دنوں تک انہوں نے فاتح فوج کی خدمت انجام دی۔ اب عمر کی
زیادتی کہ وجہ سے حواس میں اختلال اور اعصابی سستی آگئی ہے حکم کے مطابق اس کام سے ہاتھ کھینچ
لیا ہے۔ لشکر شاہی میں علوم متداولہ کی تدریس اور بادشاہ سلامت کے لئے دعائے خیر میں وقت
گزارتے ہیں۔

’عمل صالح، سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ اخیر وقت تک انہوں نے درس و افادہ میں اپنے کو
مشغول رکھا۔

ملا صاحب اپنے فضل و کمال اور تجر و استغنا کی بنا پر کبھی جلالتِ شاہی سے مرعوب نہ ہوئے۔
برسرِ دربار جو حق بات کہنے کو نہ بھی ہوتی وہ بھی کہ جاتے اور اس معاملہ میں کسی کی اور رعایت نہ

کرتے۔ ”باغ بہار“ کے مؤلف نے اس سلسلہ میں چند ایک واقعات درج کئے ہیں۔ وہ ملا صاحب موصوف کے حالات لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ۔

”در عہد خویش نظیر نہ داشت شاہ جہاں بادشاہ بسبب اوستادیش
و تبحر علوم بسیار اکرام اومی کرد و نزد خودی نشانہ سند افتائے اردوئے معلیٰ
بنام ملا بود چنانچہ تا عرصہ ممتد خدمت مذکور از و تعلق داست بحسب اتفاق
روزی بادشاہ بنا بر ملاحظہ قلعہ شاہ جہاں آباد وقت تعمیرش بر فصول آں بود
ملا را خبر حاضر شدن در آنجا عز رے مناسب حال نگر دید۔ از آنجا کہ بر مشی
دیوار ربط نہ داست یا بش لغزش می کرد بادشاہ فرمود کہ اے ملا از مرگ ایں
قدر می ترسی کہ بر دیوار فتن نمی توانی۔ گفت چہ گونہ ترسم چرا کہ مثل من
ہزار سال چرخ اگر چرخ زند دیگر پیدا نہ شود و مانند حضرت بادشاہ بسیار ممکن
اند بادشاہ را بد نہ گذشت بلکہ تبسم فرمود“ ۶۵

ترجمہ، اپنے زمانہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ شاہ جہاں ان کی استادی اور علمی تبحر کی بنا پر ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ اور دربار میں اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ اردوئے معلیٰ (لشکر شاہی) کے افتا کی سند بھی ایک طویل عرصہ تک آنجناب موصوف سے متعلق رہی۔ اتفاقاً ایک روز شاہ جہاں قلعہ معلیٰ (دہلی) کی تعمیر ملاحظہ کرنے اس کی تفصیل پر آئے تھے۔ ملا صاحب کو بھی وہاں حاضر نہ ہو سکنے کا کوئی معقول عذر نہ ملا (چنانچہ وہ بھی وہاں آئے) دیوار پر چلنے کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے ان کے پیر ذرا لڑکھڑا گئے بادشاہ نے (یہ دیکھ کر) کہا ارے آپ اس قدر موت سے ڈرتے ہیں کہ فصول پر چل نہیں سکتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں کیوں نہ ڈروں اس لئے کہ چرخ اگر ہزار سال بھی

پھرے تو بھی میرا جیسا پیدا نہ ہوگا اور بادشاہ سلامت جیسے بہت سے پیدا ہو جانے کا امکان ہے بادشاہ نے برا نہ مانا بلکہ مسکرا دیا۔

ایک دوسری جگہ ملا صاحب کی جسارت، مزاج کے نیکھے پن اور حق گوئی کا بیان اس طرح کرتے ہیں۔

”وقتے دار شکوہ ولی عہد بہ حضور عرض نمود کہ حضرت ظل اللہ و خلیفہ رسول اللہ (ﷺ) اند میرا قاصی و ادانی لازم است کہ رتبہ بلحاظ داشته پایہ خوشناختہ باشند چنانچہ جمیع بندگان حضور اقدس بیرون از آداب نیستند مگر ملا عبد السلام کہ باوجود خیر از نص و حدیث شوکت سلاطنت راقوت نمی دہد و معنی۔ اطعوا اللہ و اطعوا الرسول۔ الی آخر الآیہ۔ را خوب می داند۔ و عمل نمی کند بادشاہ فرمودہ کہ ہر گاہ ملا در حضور حاضر شود معنی آیہ مذکورہ از و پرسید و ملزم کنید۔ دارا شکوہ وقتے کہ ملا حاضر شد معنی آیہ پرسید۔ ملا گفت ظاہر است کہ اطاعت کنید اللہ و رسول (ﷺ) او وفا نباش را دارا شکوہ گفت نایب عبارت از کدام شخص است۔ ملا گفت کہ از مانند مانا نب رسول اند کہ خلق را بر راہ دین می آرند پس بادشاہ را لازم است کہ مطیع من باشند دارا شکوہ خاموش ماند و بادشاہ تبسم گردیدہ فرمود بابا شنید می جواب ملا از میں گفتگو خاطر ملا عبد السلام قیاس باید کرد“

ترجمہ، شاہ جہاں کے ولی عہد دارا شکوہ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ بادشاہ سلامت سایہ الہی اور خلیفہ رسول اللہ (ﷺ) ہیں ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ آپ کے مرتبہ و منزلت کو پہچان کر آپ کی

تعلیم و تکریم بجالائے۔ اس بنا پر حضور عالی کے تمام غلام آداب شاہی سے مطلق روگردانی نہیں کرتے مگر ملا عبد السلام جو قرآن و حدیث سے پوری طرح باخبر ہیں اس امر کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ وہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول الخ کے معنی و مفہوم خوب جانتے ہیں مگر پھر بھی اس پر عمل نہیں کرتے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جب ملا صاحب آئیں تو ان سے اس آیت کے معنی دریافت کرنا اور (تب) ان کو ملزم ٹھہرائے۔ داراشکوہ نے جب ملا صاحب دربار میں موجود تھے اس آیت کے معنی ان سے دریافت کئے۔ ملا صاحب نے جواب دیا کہ ظاہر ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو ان کے جانشین ہوں۔ داراشکوہ نے (پھر) (پوچھا) کہ نائین کا اطلاق کن پر ہوتا ہے۔ ملا صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے جیسے (علمائے حق) نائین رسول ہیں جو مخلوق کو دین حق کی راہ پر چلاتے ہیں اس وجہ سے بادشاہ کے لئے لازم ہے کہ ہماری اطاعت کرے۔ داراشکوہ خاموش ہو گئے اور شاہ جہاں مسکرا دیئے اور کہا بیٹا! ملا صاحب کا جواب سن لیا اس گفتگو سے ملا صاحب کی شخصیت و مزاج کا صحیح اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ”طبقات شاہ جہانی، جو ملا صاحب موصوف کی حیات میں مرتب کی گئی اس سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ شاہ جہاں نے ان کو اردوئے معلیٰ کے افتا کی خدمت تفویض کی تھی۔ دہلی کے قیام کے دوران انہوں نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ (۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں بھی حاضری دی اور ان سے فیوض و برکات کا اکتساب کیا۔ مناظرہ و مباحثہ اور فروعات کے جھگڑوں میں پڑنے سے کوئی واسطہ نہ تھا مولف ”طبقات شاہ جہانی“ لکھتے ہیں۔

”از ملایان و دانایان مشہور ہندوستان است و در علم فقہ و اصول و معانی

و بیان قدر تے عجیب دارد گویند در اصول فقہ تصنیف کردہ کہ باتلوتح دم

در مساوات می برند بادشاہ دین پناہ حضرت صاحبقران ثانی را آمدہ

ملازمت نمود۔ روش و طریق وے پسندید خاطر اقدس افتاد۔ امر فتویٰ
 اردوے معلیٰ را بہ وے تفویض نمود..... دروش مولوی درویشانہ افتادہ
 مثل طالب علماں بہ بحث و جدال کارے ندارد جون از تحصیل فارغ شد
 چندے بہ ملازمت قطب وقت حضرت خواجہ محمد باقی بودہ ہمانا ایں معنی از
 برکت آں محبت تحصیل کردہ۔ ۶۷

ترجمہ، ہندوستان کے مشہور علماء و دانشوروں میں سے ہیں۔ فقہ اصول فقہ اور معانی و بیان میں
 ایک عجیب ملکہ رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے اصول فقہ میں کوئی کتاب لکھی تھی جو تلویح کی برابری
 کا دم بھرتی ہے وہ بادشاہ سلامت کے پاس حاضر ہوئے آنجناب کو ان کا طریقہ پسند آیا چنانچہ
 لشکر شاہی کے مفتی کی خدمت سپرد کی مزاج دردیشانہ ہے طالب علموں کی طرح بحث و مباحثہ سے
 سروکار نہیں رکھتے۔ جب تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو چند روز قطب وقت حضرت خواجہ باقی باللہ کی
 خدمت میں رہے۔ یہ معنی ان ہی کی صحبت کی برکت سے حاصل کئے ان کی عمر دراز ہو۔

وفات:

ملا صاحب موصوف کی ولادت و وفات کے سنین کا پتہ بھی کسی تذکرہ سے اب تک متحقق نہ
 ہو سکا وفات کے سن کے سلسلہ میں تذکرہ نگاروں کے درمیان کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔
 سید عبدالحی نے ”الاکسیر“ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ۔

”قال الصوفی “الاکسیر انه مات فی سنة تسع وثلاثین الف“

لیکن اس کے بعد لکھتے ہیں۔

”وهذا الاصحح لانه کان حياً سنة سبع واربعین کما یظاہر من ”بادشاہ نامہ“ ۱

”عمل صالح“، مؤلفہ محمد صالح کنبولاہوری کا سن تکمیل (۱۰۷۰ھ/۱۶۵۹ء) ۲۵ ہے اس کے مؤلف ملا صاحب کے حال میں لکھتے ہیں۔

”آخر کار در وقت موعود درخت ہستی بر بست

بالا آخر وقت مقررہ پر زندگی کے سامان کو لپیٹ دیا (وفات پائی) محترم مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی مرحوم و مغفور نے اپنے مقالہ ”ملاقب الدین شہید“ میں ملا عبد السلام موصوف کی وفات کے سن کی تحقیق میں چند باتیں درج فرمائی تھیں۔ انہوں نے مولانا محمد نعیم فرنگی محلی (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) کی بیاض کے حوالہ سے لکھا کہ۔

”ملا عبد السلام دیوی کا سال وفات ”افضل العلماء“ سے نکلتا ہے (۱۰۸۲ھ/۱۶۷۱ء)

اور دوسرا مادہ تاریخ ”علماء امتی کا نبیاء نبی اسرائیل ہے“ ۶۸

رسالہ قطبیہ اور دو ایک تذکروں میں (۱۰۴۲ھ/۱۶۳۳ء) ہے۔ راقم سطور کی نظر میں دونوں سنیں محل تحقیق ہیں۔ ”عمل صالح“ کی تکمیل (۱۰۷۰ھ/۱۶۵۹ء) کے وقت ملا صاحب موصوف کی وفات ہو چکی تھی (۱۰۴۲ھ/۱۶۳۲ء) بھی اس لئے درست نہیں ہے کہ اس کے تقریباً چار سال بعد جب ”طبقات شاہ جہانی“ مرتب کی گئی تو اس میں ان کی درازی عمر کی یوں دعا کی گئی۔ ”عمرش باد“ (ان کی عمر دراز ہو)

مزید برآں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں محفوظ ذخیرہ فرنگی محل میں موجود ”ہدایہ آخرین“ پرترقیمہ سے اس بات کی توثیق ہو جاتی ہے کہ وہ ۱۰۵۰ھ/۱-۱۶۴۰ء میں نہ صرف بقید حیات تھے بلکہ درس بھی دیتے تھے۔

ملا نظام الدین فرنگی محل (۱۱۶۱ھ/۱۷۶۸ء) کے دادا ملا عبدالحلیم سہالوی لکھتے ہیں۔

”ثم النصف الاخير من كتاب الهداية نخط العبد الضعيف المحتاج الى
رحمة ربه الغنى العظيم عبدالحليم بن عبدالكريم الانصارى الساكن قصبه
السهاالى من مضافات لكهنو مع قرئته فى خدمت استاد علماء العصر مرجع
فقهالدهر حجة الفضلاء الفحول فى المعقول والمنقول لاسيماً الفقه والاصول
حضرت شيخ عبدالسلام الاعظمى وقت العصر يوم الثلاثاء الثامن عشر من شهر
رمضان المبارك المنتظم من شهور سنة الف وخمسين فى بلدة دارالسلطنة
لاهور۔ ۶۹

کتبت صحیفہ حتی تکنون لذنبی شافعا يوم القيامة
و معلوم فناء العبد لکن يكون الخط فى الدنيا علامه
کتاب ہدایہ کا نصف آخر عبدِ ضعیف (جو اپنے غنی و بزرگ برتر رب کی رحمت کا محتاج ہے)
عبدالحلیم بن عبدالکریم انصاری سہالوی کے ہاتھوں تمام ہوا ہدایہ کے پڑھنے کے ساتھ علماء عصر کے ان
اسناد کی خدمت میں جو زمانہ کے فقہاء کے مرجع و ماویٰ اکابر فضلاء کی حجت معقولات و منقولات میں
خصوصاً فقہ اصول فقہ۔ حضرت شیخ عبدالسلام الاعظمی ہیں۔ سہ شنبہ ۱۸/رمضان المبارک ۱۰۵۰ھ
بوقت عصر بمقام پایہ تخت لاہور۔ میں نے یہ کتاب اس وجہ سے لکھی تاکہ یہ قیامت کے دن میرے
گناہوں کی سفارش کرے بندہ کے جسم کی فنا کا تو علم ہے کہ وہ فنا ہو جائے گا مگر دنیا میں اس کی یہ تحریر
بطور نشانی باقی رہے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ ملا عبدالسلام دیوی شاہ جہاں کے عہد (۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء) تک بقید حیات
تھے۔ عمل صالح کی تکمیل (۱۰۷۰ھ/۱۶۵۹ء) کے وقت ان کی وفات ہو چکی تھی۔ اس کا مطلب یہ

ہوا کہ ان کی وفات ان ہی دو برسوں میں کسی سال میں ہوئی مزار شریف قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنگی میں ہے۔

خاندان

ملا صاحب موصوف کے چار بھائی تھے۔ ایک بھائی لا ولد فوت ہوئے اور دو بھائیوں سراج الدین و محمد یسین نے غیر کفو میں شادیاں کیں جس کی وجہ سے ملا صاحب نے اپنے بیٹوں اور بیٹی کی شادیاں ان کی اولادوں (بھتیجیوں و بھتیجیوں) کے ساتھ نہ کیں چنانچہ اپنی بیٹی کی شادی بھی کا کوری میں خاندان میں کی۔ ملا صاحب کے چار بیٹے اور ایک بیٹی متولد ہوئے۔

(۱) ملا ضیاء الدین انصاری۔

(۲) ملا عبدالولی۔

(۳) ملا عبدالباقی۔

(۴) ملا ابوالعالی۔

اول الذکر تین بیٹوں سے اولادیں ہوئیں جنہوں نے فضل و کمال میں شہرت حاصل کی۔ اور مولانا نور الہدیٰ، ملا نظام الدین احمد، ملا سید عبدالحفیظ، حضرت شاہ ابوالمنعم قادری گنج المعرفت صاحب ولایت قصبہ دیوہ، مولانا ذوالفقار علی، مولانا برہان الدین، ملا عبدالباقی شارح مثنوی مولانا روم موسومہ بہ کشف مثنوی معنوی، اور ملا عبدالصمد مفسر صاحبان۔ جیسے بکثرت مشاہیر ان کے اخلاف کی صف میں نظر آتے ہیں۔

ان کے چاروں صاحبزادے علم و فضل میں اپنے والد کے نقشِ ثانی تھے۔ ملا ابوالعالی۔ اپنے والد کے سامنے لا ولد فوت ہوئے ملا صاحب موصوف نے بیٹے کے دوران درس ان کے واسطے.....

”الانشرحات المعالیہ“ تصنیف فرمائی چنانچہ وہ ”انشرحات معالیہ“ میں رقمطراز ہیں۔ ۷۰

”ولمّا كان الداعی الى هذا التحرير الولد المغفور المبرور

ابو المعالی و كان التحرير مفید الانشرح خاطره سمیته

الانشرحات المعالیہ“

اس کا ایک عمدہ نسخہ کتب خانہ انوریہ خانقاہ کاظمیہ قلندریہ کا کوری میں محفوظ ہے۔

تصانیف:

ملا عبد السلام کو اللہ تعالیٰ نے تخلیقی و انتظامی صلاحیت سے نوازا تھا ان کی علمی شخصیت کو اجاگر کرتے ہوئے مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے۔

”مولانا عبد السلام لاہوری کے شاگردوں میں جس شخص نے نمایاں امتیاز حاصل کیا عجیب اتفاق ہے کہ ان کا نام بھی عبد السلام ہی ہے فرق یہ ہے کہ استاد عبد السلام لاہوری اور شاگرد عبد السلام اودھ کے مشہور مردم خیز قصبہ دیوہ کے تھے۔ گو آخر عمر ان کی بھی لاہور میں گزری اب تو خیر ان بے چاروں کا کون تذکرہ کرتا ہے لیکن درس کے قدیم حلقوں میں ملا عبد السلام دیوی کا نام بڑے احترام سے لیا جاتا ہے۔ ”توضیح و تلوح“ اور ”بیضاوی“ پر ان کے معرکتہ الآرا حواشی میں خصوصاً تلوح کا حاشیہ تو سمجھا جاتا ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔“ ۷۱

الانشرحات المعالیہ:

المناہر اصول فقہ کا مشہور متن ہے اس کے مصنف امام ابولبرکات عبد اللہ بن احمد معروف بہ حافظ الدین نسفی (۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء) ہیں مصنف نے بھی اپنے اس عمدہ متن کی شرح ”کشف الاسرار“ کے نام سے کی تھی۔ اس کے علاوہ بکثرت علماء و فضلاء نے اس متن کی شرح اپنے اپنے انداز میں کی ان

میں۔ سعد الدین ابوالفطائل دہلوی۔ (۸۹۱ھ/۱۴۸۶ء) کی ”افاضۃ الانوار فی رضاۃ اصول النار“ ناصر الدین ابن الربوہ دمشقی (۷۶۴ھ/۱۳۶۳ء) کی ”قدس الاسرار“۔

شیخ شجاع الدین ہلبیہ اللہ ترکستانی (۷۳۳ھ/۱۳۳۲ء) کی ”تبرۃ الاسرار فی شرح المنار“ شیخ جمال الدین یوسف کی ”اقتباس الانوار“

جلال الدین ابن احمد رومی فقیہ حنفی۔ (۱۱۳۰ھ/۱۷۱۸ء) کی شرح ہیں۔ ہندوستان میں ملا احمد بن ابوسعید عرف جیون میٹھوی (۱۱۳۰ھ/۱۷۱۸ء) کی ”شرح نور الانوار“ درس نظامی میں داخل ہے۔

ملا نظام الدین فرنگی محلی (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) نے ”الصبح الصادق“ کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے۔

”الانشرحات المعالیۃ“ یا ”شرح علی المنار“ کے میرے علم میں اب تک دو نسخے آئے ہیں۔ اول الذکر نسخہ کتب خانہ انوریہ خانقاہ کاظمیہ قلندریہ کا کوری میں محفوظ ہے اور دوسرا نسخہ خواجہ لاہوری پٹنہ کے ذخیرہ مخطوطات (۱۷۷۴۰) موجود ہے۔

مؤخر الذکر نسخہ ناقص الاول ہے۔ خانقاہ کاظمیہ قلندریہ کا نسخہ مکمل ہے۔ یہ متوسط تقطیع میں ۵۰۸ صفحات پر مشتمل ہے بخط نستعلیق و خفی ہے حمد و ثناء کے بعد ابتدا اس طرح ہے۔

الحمد لله الذي دلّ على وجوده بتكوين المخلوقات مع خطاب كن القديم وحض من بينهما الانسان بالدلالة عليه بافعاله واقواله بلطفه العميم حتى صار مثل نور الله في اظهار احوال العلومات السفليات الجسمانيات والروحانيات الخ ۲۷

بعد ازاں منار الاصول کی شرح کے سلسلہ میں تمہیدی کلمات کے بعد ان سطور کو لکھنے کے بعد

ان کی تفصیل و تشریح کی ہے۔ دونوں نسخوں پر ترقیمہ کی عبارت میں سن کتابت درج نہیں ہے خدا بخش
لابریری کے نسخہ کا خط کافی جلی ہے۔

اس کی ابتدا اس طرح ہے۔

”اعلم ان الله سبحانه، وتعالى صفات ثمانية قديمة الحيوية والقدرة
والارادة والسمع والبصر والعلم والكلام والتكوين اثبته قوم ومن علماء ماوراء
النهر فو بعض الكتب ائبة الحنيفة وهى ليست عين الغرات ولا غيرها ۳۷

شرح تہذیب المنطق:

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی (۷۹۲ھ/۱۳۹۱ء) نے ۷۸۹ھ/۱۳۸۷ء میں اپنے
بیٹے کے واسطے منطق و کلام میں ایک اہم متن ”تہذیب المنطق و الکلام“ کے نام سے مرتب کر کے
دو اقسام پر منقسم کیا۔ ان کی اس تصنیف کو بڑی شہرت حاصل ہوئی چنانچہ مدرسین کے حلقہ درس میں
داخل ہو گئی۔ علامہ جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوانی (۹۰۷ھ/۱۵۱۱ء) نے اس کی ایک شرح
لکھی جو باوجود ناتمام رہ جانے کے بہت مشہور و متداول ہوئی پھر امیر ابو الفتح سعیدی
(۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء) نے اس پر ایک حاشیہ لکھا اور دوانی کے کام پر تکملہ کیا۔ شیخ مصلح الدین لاری
(۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء) نے بھی اس پر ایک حاشیہ لکھا تھا۔ فاضل حسین خلجانی (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱ء) بھی
اس کے محشیوں میں ہیں ”تہذیب المنطق و الکلام“ کی شروح میں شیخ الاسلام احمد بن محمد (۹۰۶ھ/۱۵۰۰ء)
کی ”شرح التہذیب“ زین الدین عبدالرحمان بن ابی بکر معروف بہ عینی (۸۹۳ھ/۱۴۸۸ء) کی
”جہد المقل“ اور مظفر الدین بن محمد شیرازی (۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء) کی شرح مشہور ہے۔

ملا عبد السلام نے اسی ”تہذیب المنطق“ کی شرح اپنے انداز میں کی ہے راقم کی نظر میں سے

اس کا صرف ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لائبریری کے ذخیرہ حبیب گنج ۸۰/۴۰ میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ سواوراق پر مشتمل خط نستعلیق میں متوسط تقطیع پر ہے۔ ابتدا میں وجہ تالیف بیان نہیں کی ہے بلکہ براہ راست۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ کے بعد تہذیب المنطق کی عبارت کو لکھ کر تشریح و تفسیر کی ہے۔ بعدہ اس ضمن میں متقدمین کے اقوال بھی بعض جگہ درج کئے ہیں مذکورہ بالانسخوں کی طرح اس میں بھی ترقیمہ کی کسی کتابت یا سن تصنیف کا پتہ نہیں چلتا ہے البتہ خاتمہ پر اس قدر عبارت ہے۔

”اللهم اجعلنا عاقلين بالاسم معرضين عن الفضول بالقول من العملوا عضمنا من الخطاء والخطل۔ تمت شرح التهذيب صنفه، الجرا الكامل عبدالسلام الديوي الاعظمي يوم الجمعة قبل صلواتها، فالحمد لله اوله وآخره“ ۴۷

محبت اللہ الہ آبادی

عہد شاہ جہانی کے مشہور عالم اور مذہبی مفکر شاہ محبت اللہ الہ آبادی علوم عقلی و نقلی میں امتیازی حیثیت رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک صاحب نسبت بزرگ تھے۔ شاہ صاحب فلسفہ وحدۃ الوجود کے مؤید اور شیخ اکبر محمد الدین بن عربی (۵۶۰ھ/۱۱۶۵ء تا ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) اور ان کی تصانیف کے پرزور حامی تھے۔ علماء ظاہر کا ایک بڑا طبقہ ان کو ملحد قرار دیتا ہے جس کی وجہ غالباً ان کی تصانیف ان کی فہم سے بالاتر اور ان کے عقائد سے مختلف تھیں۔ لیکن اس کے برعکس صوفیائے کرام نے ان کو عارف باللہ اور اسرار و معارف کا مخزن قرار دیا ہے۔ مولوی رحمان علی نے، تذکرۃ علماء ہند، میں لکھا ہے۔

”ان کی تحقیقات و تدقیقات علم تصوف میں اجتہاد کا درجہ رکھتی ہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ شیخ محمد الدین بن عربی کو شیخ اکبر اور ان کو شیخ کبیر کہیں (تو بجا ہے) ان کی عمدہ تصانیف حقائق و توحید میں بہت ہیں جن کو اسرار الہی کا خزینہ اور گنجینہ حقائق کہنا چاہئے۔ ۵۷

ولادت و نسب نامہ

۲ صفر بروز شنبہ (۹۹۶ھ / ۱۵۹۷ء) کو صدر یوں ضلع خیر آبادی میں بعہداکبر بادشاہ متولد

ہوئے۔

سلسلہ نسب حضرت بابا فرید گنج شکر تک پہنچنا ہے۔

- | | | |
|-----------------------|------------------------------------|-----------------------------------|
| (۱) شاہ محب اللہ | (۲) بن شیخ مبارز | (۳) فن شیخ پیر |
| (۴) بن شیخ بڈھے | (۵) بن شیخ مٹھی | (۶) بن قاضی رضی الدین ملک العلماء |
| (۷) بن شیخ اوحہ الدین | (۸) بن قاضی مجد الدین | |
| (۹) بن شیخ جمی الدین | (۱۰) بن قاضی رفیع الدین | |
| (۱۱) بن محب اللہ فیاض | (۱۲) بن حاجی رستم اللہ | |
| (۱۳) بن حبیب اللہ | (۱۴) بن حاجی شیخ ابراہیم | |
| (۱۵) بن علاء الدین | (۱۶) بن قاسم | |
| (۱۷) بن عبدالرزاق | (۱۹) بن عبدالقادر | |
| (۲۰) بن عبدالسلام | (۲۱) بن جعفر | |
| (۲۲) بن شہاب الدین | (۲۳) بن حضرت فرید الدین مسعود عمری | |

ابتدائی حالات

شاہ صاحب نے ابتدائی تعلیم صدر پور میں اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی پھر مزید تعلیم کے

لئے لاہور گئے وہاں امیر فتح اللہ شیرازی کے شاگرد ملا عبدالسلام لاہوری (۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء)

سے جملہ علوم کا اکتساب کیا۔

شاہ صاحب نے انفاس الخواص کے دیباچہ میں اپنی تعلیم، شادی اور لاہور روانگی کا حال تحریر کیا ہے کہ عنفوان شباب میں مجھ کو ظاہری علوم کی تحصیل کا بہت شوق تھا۔ میرے ایک عالم اور عارف استاد تھے۔ انہوں نے مجھے انفاس کی تعلیم دی تھی جس کی وجہ سے مجھے توحید کے حقائق و معارف حاصل ہوتے رہتے تھے۔ لیکن علوم ظاہری کے بے پناہ شوق کی بنا پر علم حقیقت کی طرف توجہ نہیں کر پاتا تھا۔ اسی دوران میں والد ماجد کی وفات ہو گئی اور پھر اس کے بعد میری شادی ہو گئی مگر حصول علم کا شوق مجھ کو لاہور لے آیا اور اساتذہ کی خدمت میں اکتساب علم میں مشغول ہو گیا۔ لاہور میں میرے ہمراہ میرے دو ماموزاد بھائی بھی پڑھتے تھے جس مکان کو میں نے کرائے پر لیا تھا اس کے ایک گوشہ میں ایک دیوانہ مقید تھا۔ ایک روز دفعتاً شب میں اس کا انتقال ہو گیا اس کی بیوی نے گریہ وزاری شروع کی مجھے وحشت نے آگھیرا اور دل میں معبود و معاد کے متعلق بحث چھڑ گئی۔ غرض کہ اس کوچہ کی نا آشنائی کی بنا پر میں متاسف اور غلطاں و پیچاں تھا شیطان میرے دل میں خطرات و شہات پیدا کرتا اور شرعی عقائد کی صورت میں لا کر میرے سامنے پیش کرتا تھا میں لاجول پڑھتا اور اللہ تعالیٰ سے استعانت و مدد کا خواہاں رہتا تھا یہاں تک کہ میں نے، تفسیر بیضاوی، شروع کی مگر سابقہ حالت بدستور قائم رہی میرا کوئی لمحہ تفکرات سے خالی نہ رہتا کبھی رحمانی و شرعی، خیالات رہتے اور کبھی نفس و شیطان کے ساتھ رہتا کبھی مؤمن ہوتا اور کبھی کافر اس کشمکش کی حالت میں میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو مخاطب فرما کر زبان معجز بیان سے ارشاد فرماتے ہیں کہ محبت اللہ جو کچھ تجھ کو دیا گیا ہے وہی حق ہے میں بیدار ہوا تو تمام وسوساں و خطرات دفع فرمائے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو کر اپنے وطن صدر پور آیا تو فکرِ معاش نے مجھ کو پریشان کیا تلاشِ معاش میں احمد آباد گیا وہاں حضور ﷺ کو پھر خواب میں دیکھا اس مرتبہ آپ ﷺ کی توجہ

اپنی طرف کم پائی التفات کی کمی کی وجہ کو بھی میں نے جان لیا۔ چنانچہ اس کی وجہ سے اس قدر حسرت و افسوس و حزن و ملال مجھ پر غالب ہوا کہ جی چاہتا تھا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگل کی طرف نکل جاؤں لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور میں اپنے وطن صدر پور واپس لوٹ کر درس و تدریس میں مشغول ہو گیا۔ ۶۔

شیخ ابوسعید سے اجازت و خلعت

ایک مرتبہ شاہ صاحب کو دہلی کے مزارات پر حاضری کا شوق پیدا ہوا اور اسی مقصد کے تحت آپ نے دہلی کا سفر کیا۔ دہلی میں نواب سعد اللہ خاں (جو شاہ صاحب کے ہم سبق رہ چکے تھے) سے راستہ میں اچانک ملاقات ہو گئی وہ شاہ صاحب کو شاہ جہاں کے پاس لئے گئے اور ان کو وزیر بنانے کی سفارش کی شاہ جہاں بھی شاہ صاحب کی شخصیت سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ اور ان کو جاگیر و منصب عطا کی۔ شاہ صاحب بڑی شان و شوکت کے ساتھ شاہی دربار سے سواری پر روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ بادشاہ جس امیر کو خلعت یا منصب سے نوازتا وہ خواجہ بختیار کاکی کے مزار پر حاضری دینے کے لئے پہنچتا۔ شاہ صاحب بھی وہاں پہنچے اور درگاہ سے کچھ فاصلہ پر اپنے ہمراہیوں کو چھوڑ کر تنہا مزار پر حاضری دینے کے لئے پہنچے۔ شاہ صاحب جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر مراقب ہوئے تو وہاں سے حکم ہوا کہ تم ظاہری و دنیاوی امور کی درستی کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہو۔ آج کل حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابریؒ کا سلسلہ گرم ہے وہاں جاؤ۔

دوسری جانب شیخ ابوسعید گنگوہیؒ (۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء) سے جو شیخ جلال تھانیسری کے نواسے اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے پوتے تھے کشف کے ذریعہ اطلاع دی کہ میں محبت اللہ کو تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ شاہ صاحب حضرت قطب الدین کا یہ ارشاد سن کر اور منصب شاہی

پرلات مارکر گنگوہ روانہ ہو گئے۔ شیخ ابوسعید کشف کے ذریعہ پہلے ہی سے مطلع تھے خادم کو حکم دیا کہ نماز فجر کے وضو کے لئے بجائے ایک آفتابہ دو آفتابہ گرم پانی حاضر رکھو اور جو حلوہ روزمرہ درویشوں کے لئے پکایا جاتا ہے وہ بھی زیادہ پکا کر رکھے۔ تھوڑی رات باقی تھی کہ شاہ صاحب گنگوہ پہونچے اور شیخ موصوف کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ باہر تشریف لائے باہم ملاقات ہوئی اور بعد وضو نماز فجر کی سنت اور فرض کے درمیان شاہ صاحب کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ اور حلوہ حاضرین کو تقسیم فرمایا۔ اور اذکار و اشغال کی تعلیم فرمائی۔ ۷۷

پیر و مرشد سے اجازت و خلافت اور خرقہ حاصل کرنے کے بعد شاہ صاحب اپنے وطن صدر پور واپس لوٹ آئے۔ صدر پور میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد پیر و مرشد کے حکم سے الہ آباد روانہ ہو گئے۔ الہ آباد میں قیام پذیر ہونے کے بعد شاہ صاحب کو ابتدا میں بڑی تنگ دستی اور فاقہ کی صورت رہی لیکن آپ کے پائے استقلال میں جنبش تک نہ ہوئی۔ رفتہ رفتہ آپ کی ولایت کی شہرت عام ہو گئی۔ عوام خواص جوق در جوق اکتساب فیض کے لئے آپ کے پاس آنے لگے اور دار شکوہ آپ کے خاص ارادتمندوں میں سے ہوئے۔

دار اشکوہ کے شاہ صاحب سے تعلقات

دار اشکوہ شاہ صاحب سے انتہائی عقیدت رکھتا تھا اور شاہ صاحب جس حلقہ فکر کی ترجمانی کر رہے تھے وہ بھی اس کا مؤید تھا۔ اور نگ زیب دوسرے مکتب خیال سے تعلق رکھتا تھا چنانچہ اس نے شاہ صاحب کی عظیم تصنیف، رسالہ تسویہ، کو جلانے کا حکم بھی صادر کیا۔ لیکن اس کے برخلاف دار اشکوہ کی عقیدت مندی کا یہ عالم تھا کہ جب الہ آباد کا صوبہ اس کے سپرد ہوا اور جب وہ یہاں پہونچا تو شاہ صاحب کو ایک خط میں لکھا کہ یہاں آنے کی خوشی صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ جناب والا کا مسکن

ہے۔ شاہ صاحب نے جواب میں لکھا ”وہ فہم فرمود بود اند کہ از گرفتن صوبہ الہ آباد بیشتر خوش حالی بوجودت، میر صاحب عالم روشن است کہ چوں فقیر بریں ہمہ اخلاق حمیدہ والطف کہ صاف در طینت وعین ثابت آنربی وملا فقراء بید عنایت رحمانی بقیہ یافتہ نظری کند، شکر ہامی گوید کہ بیچ شاہ وشاہ زادہ بہ کمالات صاحب عالم مشرف شدہ بادش، پس زہ سعادت اہل زمانہ کہ مثل تو شاہ زادہ دلربا رومی بیند و اوصاف پسندیدہ آں صاحب می شنوند“

ایک بار دار شکوہ نے چند اہم مسائل پر ان کی رائے دریافت کی ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ ہندو مسلمان کی تفریق حکومت کے معاملات میں جائز ہے یا نہیں شاہ صاحب نے جواب میں لکھا ”فقیر کجا نصیحت کجاست کہ اندیشہ رفاہیت خلق خدا دایمن کز خاطر حکام باشد چہ مومن و چہ کافر کہ خلق بہر کسے از صالح و فاجر و مومن و کافر ترحم کنند رسول خدا (ﷺ) چنانچہ بیان یافتہ در فتوحات و ارداست، در قرآن، و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین“

وفات

شاہ صاحب نے ۹ رجب ۱۰۵۸ھ مطابق ۱۶۲۸ء کو وصال فرمایا ان کے بعد بھی مدتوں تک ان کی خانقاہ میں ارشاد و تلقین کا ہنگامہ برپا رہا۔

الہ آباد میں شاہ صاحب کے قیام کی مدت تقریباً ۲۰ سال رہی۔ آپ کے متعدد خلفاء ہوئے جو سب کے سب آئینہ کمال ہوئے ان میں شیخ قاضی گھاسی (سب سے پہلے مرید) شیخ محمد رسول دار، قاضی یوسف، قاضی عبدالرشید، میر سید محمد قنوجی، اور شیخ احمد وغیرہ مشہور ہوئے۔

اخلاف میں صرف ایک بیٹے کا پتہ چلتا ہے جس کا نام شیخ تاج الدین تھا۔ ۸۷

تصانیف

شاہ محبت اللہ الہ آبادی کی تصانیف زیادہ تر مسئلہ وحدۃ الوجود یعنی علم تصوف اور عقائد سے متعلق ہیں۔ شاہ صاحب کو مسئلہ وحدۃ الوجود پر عبور حاصل تھا۔ دارشکوہ جب الہ آباد کا گورنر ہو کر وہاں پہنچا تو اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور شاہ صاحب سے مسئلہ وحدۃ الوجود کو سمجھنے میں مدد لی اور ان کی لکھی ہوئی شرح فصوص منکوا کر مطالعہ کی۔ مولانا عبدالرحمان چستی صاحب، مرآۃ الاسرار، نے لکھا ہے کہ شیخ کی گفتگو میں بڑی تاثیر تھی اور وہ اس انداز سے اپنے نظریات کی وضاحت کیا کرتے تھے کہ۔

”اکثر علماء فحول کہ از مشرب ارباب توحید انکارداستند بہ فیضِ صحتِ اوتر بیت یافتہ ہما مشرب خاص اختیار نمود“ ۹۷

شیخ محبت اللہ الہ آبادی نے تفسیر پر دو کتابیں، ترجمۃ الکتاب، اور حاشیۃ ترجمۃ القرآن لکھی تھیں ان دونوں میں انہوں نے اپنے افکار و نظریات کی وضاحت کی ہے۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل کتابوں کا موضوع مسئلہ وحدۃ الوجود ہے۔

(۱) انفس الخواص۔ عربی،

(۲) التسویہ، بین الافادۃ والقبول..... (عربی و فارسی)

(۳) المغالط العامۃ..... (عربی)

(۴) عقائد الخواص..... (عربی)

(۵) تجلیۃ النصوص..... (عربی)

(۶) حل معضلات النصوص..... (عربی)

(۷) شرح النصوص..... (عربی و فارسی)

(۸) رخص الخواص..... (عربی)

(۹) کتاب الجین..... (عربی)

شاہ صاحب نے تسویہ کے نام سے جو مختصر کتاب لکھی ہے اس پر عہد عالمگیری میں بڑا ہنگامہ برپا ہوا تھا۔

عہد عالمگیری میں جب مصنف کی وفات ہو چکی تھی تو کچھ حضرات نے بادشاہ سے استدعا کی اس رسالہ کی تمام نقلیں جلادی جائیں اور جو لوگ اس کے قائل ہوں ان پر حد شرعی نافذ کی جائے چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ ممالک محروسہ کے تمام درویش حاضر کئے جائیں۔ اور رسالہ کی تلاش جاری ہوئی۔ بالآخر پہلا حکم تو منسوخ ہوا لیکن رسالہ کی جو نقلیں دستیاب ہوئیں انہیں تلف کر دیا گیا۔

المغالط العامة

علم تصوف میں شاہ صاحب کی یہ ضخیم تصنیف ایک باب اور ۱۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کا مقدمہ بہت زیادہ طویل ہونے کی وجہ سے مستقل ایک کتاب کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ مقدمہ کا عنوان، اعانتہ الاخوان، ہے اور یہ مقدمہ ۱۵ ابواب پر مشتمل ہے۔ شاہ صاحب نے وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب انہوں نے عوام کے روبرو اپنے متصوفانہ عقائد بیان کئے تو انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ تصوف کی اصلی حقیقت سے جو لوگ نا آشنا ہیں ان کے مغالطہ کی رفع کیا جائے اس مقصد کے تحت شاہ صاحب نے المغالط العامة، تصنیف کی۔

اس کتاب کے اندر مختلف مسائل کا بیان ہے عوام میں پھیلے ہوئے غلط عقائد و رجحانات کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حق تعالیٰ کی رویت کا جواز، ولایت، نبوت، رسالت، وغیرہ کو بیان

کیا ہے۔

اس کا دوسرا نسخہ راقم سطور کی نظر سے نہیں گذرا آزاد لائبریری علی گڑھ (یونیورسٹی عربیہ علوم ۱۳۸) میں اس کا نادر نسخہ موجود ہے۔ اس نسخہ کے ابتدا اور انتہا میں شاہ محمد اجمل الہ آبادی کے مہر لگی ہوئی ہیں ابتدا میں مہر کے اوپر شاہ صاحب موصوف کی یہ تحریر درج ہے۔

”هذا الكتاب من ممتلكات احقر الانام اضعف العباد ابو الفضل ناصر الدين

محمد المشتهر به اجمل الہ آبادی عفا الله تعالى عنه“

متوسط تقطیع میں یہ نسخہ ۹۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ خط نستعلیق ہے ہر صفحہ میں ۱۹ سطریں ہیں سائز ۴/۳ + ۴/۳، ۶/۳، ۱/۳ + ۵/۱ + ۲/۱ ہے ابتدا یوں ہے۔

”الحمد لله الذي هو الرحمان الذي علم اهله القرآن خلق الانسان علمه

البيان“ ۸۰

عقائد الخواص:

اس کتاب کے اندر مصنف نے علماء و صوفیاء کے عقائد کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے شاہ صاحب کی یہ تصنیف ۷۱ حصوں میں منقسم ہے اور ان کا نام ’دقائق‘ رکھا ہے۔

شاہ صاحب نے متصوفانہ تاویلات اور دینی موضوعات کی صراحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی صفات اور دینی فرائض، سزا و جزا، اوامر و نواہی انسانی اعمال، مشیت الہی، منصب نبوت، ملائکہ، حشرت، روح ایمان، رحم، عذاب قبر، امامت وغیرہ پر بحث کی ہے۔ اس کے قلمی نسخے انڈیا آفس لائبریری (لندن) کے کتب خانہ (۳۲۲) میں موجود ہیں۔

تجلیۃ النصوص

شاہ صاحب کی یہ تصنیف ابن عربی کی مشہور تصنیف ”نصوص الحکم“ کی شرح ہے ہندوستان میں ابن عربی کے متصوفانہ فلسفہ کی علماء نے کثیر تعداد میں تائید کی ہے اور اس کی شروح لکھی ہیں۔ ان شارحین میں شاہ صاحب بہت مشہور ہیں انہوں نے جو شرح لکھی ہے اس کا نام تجلیۃ النصوص ہے۔

انفاس الخواص

بہ نصوص الحکم کی عربی شرح ہے اور ۸۰ انفاس پر مشتمل ہے اس کا ایک قدیم نسخہ کتب خانہ انور یہ خانقاہ کاظمیہ کا کوری میں موجود ہے جو ۱۰۸۱ھ کا لکھا ہوا ہے۔ قوبل باصلہ، یعنی اصل نسخہ سے مقابلہ کیا ہوا ہے۔ راضا لائبریری رام پور (۳۹) انڈیا آفس لائبریری لندن (۱۲۷۹) خدا بخش پٹنہ (۸۸۳) میں بھی اس کے قلمی نسخے موجود ہیں اس نسخہ کی ابتدا اس طرح ہے۔

”الحمد لله الذی لا حمد لہ ما سواہ ولیس المختار الا یاہ“ اختتام پر یہ عبارت

درج ہے۔

”فمن لا یراہ لفقد عین القلب فانہا لا تعمی الابصار ولكن تعمی القلوب
التی فی الصدور وهذا آخر الكتاب وانه لتذکرة للمتقین وانا لنعلم ان منکم
مکذبین وانه لحسرة علی الکافرین وانه لحق الیقین فسیبح باسم ربک العظیم
قد وقع الفراغ من کتابت هذا الكتاب“ ۱۱

یہ کتاب تصوف کے اعلیٰ مضامین پر مشتمل ہے۔ اندازِ تحریر نصوص الحکم جیسا ہے۔ آخری نفس میں اپنے مرشد شیخ ابوسعید گنگوہی کا بھی حال درج کیا ہے۔

حسابیہ کی طرف سے جعلِ مرکب کا قول،
عالم کو واجب کی صورت ہونا اور واجب کا عالم کی حقیقت ہونا،
'خاتمہ'

ذات اور ہر شئی میں اس کا وجود:

اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے شاہ صاحب نے لکھا ہے۔

سنی کی ذات اور حقیقت پر اچھی طرح غور کر لو کہ تم کو خود معلوم ہو جائے گا کہ وہ ماہیت ہی
ماہیت ہے اور بس۔ چنانچہ ہر موجودہ ممکن کی ذات، تجرید اور انتزاع ہے جیسا کہ ان (حسابیہ میں
سے بعض نے کہا ہے کہ زید، عمرو، خالد، (افراد و اشخاص) سے مجرد (اور صرف نظر) کر کے انسان
مشترک (جو اپنے تمام افراد کا ہی وجود ہے مثلاً زید کی ذات اور صفات ہے) (یعنی حقیقت انسانی
کا وجود زید کا وجود ہے زید نام ہی ہے حقیقت انسانیہ اور قضیات کا) ۸۲

رسالہ تسویۃ کا وہ نادر و نایاب نسخہ کتب خانہ انوریہ خانقاہ کاظمیہ میں موجود ہے جو ۵ ذی قعدہ
۱۰۳۸ھ کا بخط مؤلف ہے گویا شاہ صاحب نے اپنی وفات سے ۲۰ سال قبل کھا تھا۔

اس کی ابتدا یوں ہے۔

”الحمد لمن وجد بکل ما وجد وسجد بکل ما سجد والصلوة والسلام علی

خیر من نطق به واصطفاه واتی بقولہ تعالیٰ، اینماتولو افثم وجہ اللہ واجتباہ والہ

خیر الال واحسن المال:

پانچ اوراق پر مشتمل اس نسخہ میں ۱۸ سطریں فی صفحہ ہیں اور ہر سطر میں ۸-۷ الفاظ ہیں۔

آخر میں یہ عبارت ہے۔

”قال الله تعالى وجاوزنا ببني اسرائيل البحر فاتبعهم فرعون وجنوده بغيا وعدوا“

اس نسخہ میں دو ایک مقامات پر شاہ صاحب نے کچھ الفاظ قلمزد بھی کئے ہیں۔
رسالۃ نسویہ کا ایک دوسرا نسخہ، آزاد لائبریری علی گڑھ (عبدالحی فرنگی محل کلکشن ۸۴/۱۰۹۸ عربیہ متفرقات) میں محفوظ ہے۔ جو مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کا نقل کردہ ہے اس کے آخر میں یہ عبارت درج ہے ”تمت رسالۃ التسویۃ بین الافادۃ والقبول من الشیخ محبت اللہ الہ آبادی افاض اللہ علیہ الایادی بید الفقیر الی رحمۃ العلی الکریم محمد عبدالحلیم ابن المرحوم الحلا محمد امین اللہ الانصاری نسباً والکهنوی وطناً والحنفی مذہباً والقادری مشرباً فی بلدۃ بمبئی حین رجوعہ من الحرین الشریفین زادہما اللہ شرفاً فی شہر المولد من ۱۲۸۰ھ“ ۸۳

اس نسخہ میں کل سات اوراق ہیں اور ہر صفحہ میں گیارہ سطریں ہیں۔ خط نستعلیق ہے۔

سائز۔ ۶×۱۰۔ ہے۔

کاتب محمد عبدالحلیم بمقام ممبئی۔

رسالہ نسویہ کی شرحیں:

ہندوستان میں اس کی درج ذیل شرحیں لکھی گئی ہیں۔

- (۱) شرح تسویہ، مصنفہ محمدی فیاض زینی ہرگامی شاگرد شاہ محبت اللہ
- (۲) شرح تسویہ، مصنفہ شیخ امان اللہ بنارس۔ ۱۳۳ھ/۱۷۲۱ء
- (۳) شرح تسویہ، مؤلفہ، شیخ عبد اللہ بن عبد الباقی نقشبندی دہلوی۔
- (۴) شرح تسویہ، شیخ محمد افضل بن عبد الرحمن عباسی الہ آبادی۔ ۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء

(۵) شرح تسویہ (بزبان عربی) مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی ۱۲۸۴ھ/۸-۱۸۶۷ء (یہ شرح طبع ہو چکی ہے۔)

(۶) تسویہ التسویہ - سید علی اکبر دہلوی فیض آبادی۔

(۷) تصفیہ شرح تسویہ - (شرح فارسی) مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کا کوروی

(۱۹۰۶ء)

رسالہ تسویہ کا ایک فارسی ترجمہ - مسلم یونیورسٹی (فارسیہ مذہب ۴۳/۴۰۴، میں موجود ہے جو چھوٹی تقطیع میں ہے اور ۴۳ اوراق پر مشتمل ہے اور ۱۱۰۵ھ کا لکھا ہوا ہے۔
حمد و صلوة کے بعد اس کی ابتدا یوں ہے۔

”بداں کہ فقیر محب اللہ بعضے اخوان با صفا و یاران با وفا کب در حل عبارت عربی محتاج بودند بہ سوئے ترجمہ فارسی خود را در قید آورد کہ ”رسالہ تسویہ“ را فارسی بہ نویسند“

احمد بن ابوسعید

ملاحیون کی پیدائش ۲۵ شعبان بروز سہ شنبہ ۱۰۴۷ھ/۱۶۳۶ء کو بوقت صبح صادق قصبہ ایٹھی ضلع لکھنؤ میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت صالح سے ملتا ہے۔

عبداللہ الحسینی نے زہدۃ الخواطر میں لکھا ہے ”ویرجع نسبہ، الی سیدنا صالح علی نبینا وعلیہ السلام“ ان کا خاندانی تعلق سرکار اودھ کے قدیم علمی خانوادوں سے تھا۔ تصوف اور علمی اعتبار سے ان کے خاندان کی امتیازی حیثیت تھی۔ ان کے خاندان میں تقویٰ و علم کئی پشتوں سے مسلسل چلا آ رہا تھا۔ شیخ ابوسعید، عبداللہ ایٹھی، عبدالرزاق ایٹھی، وغیرہ ان کے اجداد تھے جن سے آپ کو تقویٰ و علم وراثت میں ملا تھا۔ ملا صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے محترم والد شیخ ابوسعید سے

حاصل کی۔ اس کے بعد شیخ محمد صادق مولانا لطف اللہ، وغیرہ سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم حاصل کی۔ ایام طفلی ہی میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا تھا جبکہ اس عمر میں اکثر بچے ابجدی تعلیم ہی حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ آپ نے اپنی خودنوشت سوانح میں لکھا ہے ”اگرچہ قواعد تہجی و اعراب مہملہ و منقوطہ کا علم نہ تھا تاہم قرآن مجید شروع سے آخر تک صحت کے ساتھ ادا کر لیتا تھا اور صرف و نحو نہ جاننے کے باوجود فاعل و مفعول کو سمجھ کر ترجمہ کر لیتا تھا۔ ۸۴

تدریسی مشغلہ

ملا جیون کا آبائی مشغلہ چونکہ درس و تدریس تھا اس لئے تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے آبائی وطن میں تدریسی خدمت کا آغاز کیا اور ۱۶۷۲ء تک آپ تدریسی خدمت انجام دیتے رہے اس دوران کثیر تعداد میں طالبان علوم علمی دولت سے فیضیاب ہوتے رہے شیخ احمد بن ابی المنصور، نے بھی ملا جیون سے اکتساب علم کیا وہ فتاویٰ عالم گیری کے مرتبین کی فہرست میں شامل ہیں۔

ملا جیون کے اسفار:

ملا جیون نے ۱۶۷۲ء میں (اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی) پہلی مرتبہ اجمیر اور دہلی کا سفر کیا دہلی میں قیام کی مدت تقریباً ۱۵ سال تھی اس دوران میں بھی انھوں نے اپنا محبوب تدریسی مشغلہ جاری رکھا اس اور امراء اور شاہی خاندان کے شاہ زادوں نے آپ سے تعلیم حاصل کی۔ دہلی میں قیام کے دوران آپ کو حج بیت اللہ کی رغبت ہوئی چنانچہ ۱۶۹۰ء میں حج بیت اللہ کے لئے رخصت سفر باندھا ۸۳ھ اور واپسی کے بعد دکن میں اورنگ زیب کے لشکر میں چھ سال قیام کیا اس دوران آپ کو والدین کی جانب سے حج بدل کا خیال آیا اور ۷۰۰ء کو اورنگ زیب سے رخصت ہو کر دوبارہ حج بیت اللہ کے لئے حجاز کا سفر کیا اس وقت آپ کی عمر ۶۶ برس کی تھی۔

جج سے واپسی پر کچھ عرصہ دکن میں مقیم رہنے کے بعد ۱۱۱۶ھ میں اپنے وطن اٹیٹھی تشریف لے آئے اسی زمانہ میں تصوف و سلوک کی جانب آپ کو رغبت ہوئی اور حضرت شیخ یسلین بن عبدالرزاق سے خرقہ حاصل کیا۔ اٹیٹھی میں دو سال قیام کے بعد اپنے شاگردوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ آپ دہلی پہونچے اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے۔ جب محمد معظم بادشاہ دکن سے واپس ہوا تو اجمیر کے قریب ملا صاحب سے اس کی ملاقات ہوئی وہ ان کو اپنے ہمراہ لاہور لے گیا کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد جب بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو آپ دوبارہ دہلی واپس لوٹ آئے اس وقت فرخ سیر بادشاہ ہو چکا تھا فرخ سیر نے ملا صاحب کو اپنے مقربین میں شامل کر لیا اور خاص انعام و اکرام سے نوازا اس دوران خلق کثیر نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔ آپ سے بادشاہ سے لوگوں کی سفارش کیا کرتے تھے۔ فرخ سیر کے عہد حکومت میں جب ان کی عمر ۸۰ سال کے قریب ہو چکی تھی یہ زمانہ آپ کی ضعیفی کا تھا مگر باوجود ضعف کے آخری دم تک عوام سے آپ نے اپنا تعلق برقرار رکھا اور درس و تدریس کا مشغلہ بھی اس انہماک کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

وفات

آپ کی رحلت کا حال آپ کے فرزند ملا عبدالقادر نے اس طرح بیان کیا ہے۔ شروع ماہ ذی قعدہ سال ہفتم جلوس والا مطابق ۱۱۳۰ھ سے آپ نے بار بار اپنے ارتحال کی خبر دینا شروع کی۔ اس سے چند ماہ قبل آپ نے اٹیٹھی جانے کی تمنا بھی ظاہر کی تھی اور آپ اپنے وطن جانے کے لئے برابر مضطرب رہتے تھے لیکن واپسی آپ کی قسمت میں نہ تھی آخر کار وقت آ گیا چنانچہ ۸ ماہ ذی قعدہ ۱۱۳۰ھ بروز دوشنبہ شام تک حسب معمول درس تمام کیا لیکن آپ نے اس وقت دیکھا کہ ایک ستارہ مغرب سے ٹوٹ کر مشرق کی طرف آیا آپ نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کوئی عالم اکمل

دنیا سے رخصت ہونے والا ہے اس واقعہ کے بعد آپ نے نمازِ مغرب ادا کی پھر نمازِ اوایلین مع اوراد و وظائف ادا کی اور معمول کے مطابق شام کا کھانا کھایا اس کے بعد نمازِ عشاء مع سنن و نوافل ادا کرنے کے بعد وعظ و نصائح فرمانے لگے جب ڈیڑھ پہر رات گزری تو سینہ میں سوزش پیدا ہوئی اور یہ سوزش رفتہ رفتہ بڑھتی گئی یہاں تک کہ پہلو تک آ گئی۔ اس وقت بندہ (ملا عبد القادر) حاضر ہوا فرمایا کہ وقت آخر ہے اس کے بعد اٹھے اور جامع مسجد کے بڑے دروازہ پر جنوبی دالان کی کوٹھری میں لیٹ گئے اور ذکرِ الہی میں مشغول ہوئے ڈیڑھ پہر رات باقی تھی کہ زبان پر کلمہ شہادت جاری ہوا اور روح مبارک جسیدِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ذی قعدہ کی ۹ تاریخ تھی اور سہ شنبہ کا دن تھا ظہر کے وقت آپ کا تابوت میر محمد شفیع کے تکیہ میں سپرد کر کے دفن کیا گیا۔ اس کے پچاس دن بعد بتاریخ ۱۲ محرم ۱۱۳۱ھ بروز چہار شنبہ تابوت کو قصبہ ایٹھی لایا گیا اور عصر کے وقت مقبرہ مدرسہ میں دفن ہوئے۔ مفتی لکھنؤ شیخ تابع محمد نے جو آپ کے شاگرد بھی تھے اور استاد زادہ بھی حسب ذیل تاریخ لکھ کر شاہ جہاں آباد بھیجی تھی۔

محیط علم آں مولائے اعظم با حمد عرف جیون شد معلم
 جہاں را روشنی ز اں شمع دیں بود بعلم ظاہر و باطن مسلم
 چوں رحلت کرد در ذی عقد تابع بوصل دوست خود گشتہ مکرم
 بتاریخ خورد دہ گوشم ندا او کامل و فیاض عالم

۱۱۳۰ھ

لوح مزار پر حسب ذیل تاریخ کندہ ہے۔ ویتیم نعمتہ علیہ۔ سن ۱۱۳۰ھ

تصانیف

ملا جیون کو تصنیف و تالیف کا ذوق ورثہ میں ملا تھا ان کے اسلاف میں شیخ علم اللہ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ انہوں نے تصنیف و تالیف کا کام کم سنی ہی میں شروع کر دیا تھا اپنی والدہ کے انتقال کے بعد جب ان کی عمر صرف ۱۳ برس تھی علم سلوک میں آداب محمدیؐ، لکھی اس کے علاوہ جمعہ وعیدین کے خطبات بھی نہایت فصیح و بلیغ عربی میں لکھے۔ شیخ عبداللہ (ملا صاحب کے دادا) اور ان کے بڑے بھائی کے کچھ مسودات کی بھی ترتیب و تہذیب کی نیز سولہ سال کی عمر میں تفسیر احمدی، کی تصنیف کا آغاز کیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس کی تالیف کا کام مکمل کر لیا تھا۔ ۷۷۱ھ حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب موصوف طالب علم ہی تھے اور اس وقت حسامی، پڑھتے تھے، اس کے علاوہ جب درس و تدریس میں مشغول تھے اس وقت علم تجوید میں، شاطبی، کے کچھ منتخبات کا مجموعہ بھی مرتب کیا تھا۔ ۱۶۹ء میں انہوں نے زیارت حرمین شریف کے لئے سفر کیا اور مدینہ طیبہ میں پانچ سال تک قیام کرنے کا شرف حاصل کیا وہاں ۱۶۹۳ء میں انہوں نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف، نور الانوار، صرف دو ماہ کے عرصہ میں روضہ اطہر کے سامنے بیٹھ کر تصنیف کی۔

التفسیرات الاحمدیہ

علوم قرآن میں احمد بن ابوسعید کی یہ معرکہ الراء تصنیف فصیح عربی زبان میں ہے ۱۰۶۴ھ میں جب شیخ احمد کی عمر صرف ۱۶ سال تھی اور زمانہ طالب علمی تھا اس وقت اس کی ابتداء کی اور ۱۰۶۹ھ میں اس کی تکمیل کی پھر ۲۷ سال کی عمر میں اس پر نظر ثانی کی۔ علوم قرآنی میں ان کی یہ معرکہ الراء تصنیف ان کے تبحر اور عربی فصاحت کی مشاہدہ ہے۔

یہ کتاب ۱۸۴۶ء میں کلکتہ سے اور ۱۹۰۹ء میں بمبئی سے طبع ہو چکی ہے ۱۲۷۰ھ میں عبدالعلی

بلگرامی نے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے تفسیر احمدی مکمل قرآن کی تفسیر نہیں بلکہ اس میں صرف ان آیات قرآن کی توضیح کی گئی ہے جو احکام سے متعلق ہیں چنانچہ قرآن مجید کی ۶۱ سورتوں کی احکامی آیات کی توضیح کرتے ہوئے ۲۷۷ احکام بیان کئے ہیں، اس کے علاوہ تمام آیات کو انہوں نے احکام سے خالی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب کے مطابق مصنف نے اپنی تفسیر کی ترتیب دی ہے اور الفاظ کی لغوی تحقیق کو بھی بیان کیا ہے۔

شیخ احمد بن ابوسعید جن آیات کی وضاحت کرتے ہیں اس سے قبل آیات کا شان نزول اس کے پس منظر کے ساتھ ضرور بیان کرتے ہیں۔ یہ تفسیر حنفی نقطہ نظر کو مد نظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔ وہ فقہی بحث کرتے وقت فقہ اور علم کلام کی اہم تصانیف کو مد نظر رکھتے ہوئے منطقی استدلال پیش کرتے ہیں زبان و بیان کے اعتبار سے یہ تفسیر نہایت دلکش اور دلآویز ہونے کے ساتھ ساتھ بندش الفاظ اور متانتِ اسلوب کی شاہکار ہے بعض مقامات پر مسجع عبارت ہے مگر اس کے باوجود مطلب بہت واضح اور اندازِ بیان سہل و عام فہم ہے مصنف نے اس تفسیر کا محرک امام غزالی کی تصنیف کو بنالیا ہے جو ان کی دستیاب نہ ہو سکی۔ امام رازی کی تفسیر کو انہوں نے اصل مآخذ قرار دیا ہے۔

ترتیب اور بتویب ”امام ابو بکر بن عربی اندلسی“ امام ابو بکر الحصاص، حنفی کی احکام القرآن کے انداز پر کی گئی ہے گو مصنف نے کہیں اس کی کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

تفسیر احمدی کی ترتیب میں مصنف نے پیش نظر جو کتابیں تھیں ان کا تذکرہ خود مصنف نے مقدمہ میں کیا ہے۔ کتب مراجع میں کوئی حدیث کی کتاب شامل نہیں ہے (اس کی وجہ ماحول کا اثر انداز ہونا تھا) کیونکہ اس عہد میں کتب احادیث کی طرف کم توجہ تھی اور فقہ کو زیادہ غلبہ حاصل تھا۔ مقدمہ میں مصنف نے جن کتابوں کا تذکرہ کیا ہے ان کی تفصیل اس طرح ہے فن تفسیر میں،

امام بیضاوی کی، انوار التنزیل و مدراک التاویل۔

ملا و اعظ حسین کاشفی کی تفسیر حسینی

زمخشری کی تفسیر کشاف۔ تفسیر غوری، تفسیر زاہدی اور سیوطی کی اتقان فی علوم القرآن۔ ہیں

فقہ میں ”شرح وقایہ مع حواشی۔ ہدایہ۔ (مع شرح اور فتاویٰ حمادیہ)

اصول فقہ میں ”اصول بز دوی۔ کشف الاسرار۔ شرح البرز دوی، حسامی توضیح، مع شرح تلوتح

تفتازانی، مختصر ابن حاجب

علم کلام میں۔ شرح عقائد، شرح مواقف، وغیرہ

احمد بن ابوسعید جب احکام کی وضاحت کرتے ہیں تو ان کے باہمی ربط کو بھی بیان کرتے ہیں

جبکہ ان میں بظاہر یکسانیت نظر نہیں آتی ہے۔ مثلاً سورۃ بقرہ میں روزہ کے احکام کو تفصیلی طور پر بیان کیا

ہے اور اس میں کچھ ایسے احکامات کا بھی تذکرہ کیا ہے جن کا بظاہر کوئی تعلق روزہ کے احکام سے معلوم

نہیں ہوتا۔

کلام پاک میں وارد ہے۔

”واذا سألك عبادي عني فاني قريب۔ اجيب دعوة الداع اذا دعان

فليستحييولي واليومنوا بي لعلمهم يرشدون“

وہ اس آیت کا تعلق و ربط ان آیتوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں جن میں روزہ کے احکام کو

بیان کیا گیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

”انه اجابة لدعوة استغناهم من تلك المعصية وبه ينتظم الآية مع ما قبلها

وما بعدها“ ۸۵

اس طرح سورۃ بقرہ کی آیت: ”وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتٌ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“

اس آیت کے اندر دو مختلف احکام ایک ساتھ بیان کئے گئے ہیں مصنف نے ان دونوں احکام میں باہم ربط بیان کرتے ہوئے تشریح کی ہے۔

”فان قيل ما وجه القتال قوله تعالى وليس البر ببيان الاهلة في آية واحدة من غير مناسبة - قلت وجه اتصاله ما قالوا لما ذكر الهنا مواقيت للحج وهذا ايضا من افعالهم في الحج ذكره لاستطراد والتبعية وانهم سألوا عن الامرين جميعا فاجاب عنهما وانهم لما سألوا عما يعنونه، ولا يتعلق بعلم النبوة وتركوا السؤال عما يغفونه ويختص بعلم النبوة عقب بذكره جواب ما سألوا تنبيهاً على ان الاثني بهم ان يسئلوا امثال ذلك ويتهموا بالعلم بها وان الحراء التنبيه على تعكيهم السؤال وتمثيلهم بجال من ترك باب البيت ودخل من ورائه۔“ ۶۷

دونوں احکام میں یکسانیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چاند کی منزلوں میں حج کو آلہ شناخت اوقات بتلایا گیا ہے اور گھروں میں اس کی پشت کی طرف سے داخل ہونا بھی زمانہ جاہلیت میں حج کا ایک حصہ تھا لہذا اس کو بھی حج کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ مسائل نے دونوں احکام سے متعلق سوال کیا تھا لہذا سوال کے مطابق دونوں کا جواب دیا گیا۔

تیسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ انہوں نے وہ بات دریافت کی تھی جس کا تعلق خود ان سے ہے علم نبوت سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور اس بات کو انہوں نے چھوڑ دیا جس کا تعلق علم نبوت کے ساتھ مختص

ہے اور ان کے لئے مقید ہے۔ لہذا سوال کا جواب دینے کے بعد تاکیداً اس چیز کا تذکرہ کیا گیا ہے تمہارے لئے بہتر یہ تھا کہ تم اس طرح کی چیزیں معلوم کرتے اور ان کو جاننے کی کوشش کرتے۔

چوتھی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ان کے سوال پر تنبیہ کرتے ہوئے ان کو ایسے شخص کے ساتھ مشابہت دی ہے جو اپنے گھر میں دروازہ سے داخل نہیں ہوتا بلکہ اس کی پشت کی جانب سے داخل ہوتا ہے۔ تفسیر میں کئی مقامات پر مصنف کے کچھ تفردات ہیں۔ مثلاً سورہ انعام کی آیت کریمہ:

”وقالوا هذه انعام وحرث حجر لا يطعمها الا من نشاء بزعمهم وانعام حرمت ظهورها وانعام لا يذكرون اسم الله عليها افتراءً عليه سيجزيهم بما كانوا يفترون“

اس آیت کی لفظی تحقیق کرنے کے بعد ایک نئے انداز سے مفسر نے مسائل کا استنباط کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

”ولعمري ان ما اخبره الله تعالى بشناعة حال الكفار في ذلك اصدق دليل على بطلان هذه الرسوم التي اشتهرت بين بعض الانام۔ وتفرد بهذا خاطري وهو اعلم بحقيقة الحال“

کتاب کے خاتمہ پر انہوں نے اپنے نام خاندان مذہب اور مسلک وغیرہ کو بیان کیا ہے اور اس کتاب کی ابتدا و انتہا کے بارے میں بتلایا ہے۔ کتاب کا اختتام ان کلمات پر ہے۔

”الحمد لله الذي على نواله والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله

واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين“ ۱۷

نور الانوار فی شرح المنار

منار الانوار حنفی اصول فقہ کی ایک اہم کتاب ہے اس کی وجہ سے اس کی شروح کثیر تعداد میں لکھی گئی ہیں کشف الظنون، میں 'المنار' کے ذیل میں مصنف نے ان تمام شروح کا تذکرہ کیا ہے۔ المختار کی اہمیت بیان کرتے ہوئے صاحب کشف الظنون، لکھتے ہیں۔

”وہو متن متین جامع مختصر قانع وھو فیہا کتبہ المبسوطة ومختصرانہ المضبوطة اکثرھا تداولاً اقربھا تناولاً وھو مع صفر حجہ وجازة نظمہ۔ بحر محیط بدر الحقائق وکنزاً ودع فیہ الدقائق۔ ومع هذا لا یخلو من نوع التنقید والنحشو والتطویل ممرة الکافی الالحضاری فی مختصرہ الموسوم بسمت الاصول واحسن تحریرہ ورتبة علی ابلغ نظام وترتیب بزیادة التوضیح والتنقیح“ ۸۸

لیکن احمد بن ابوسعید کی شرح اپنی جگہ اہم اور امتیازی مقام رکھتی ہے حنفی اصول فقہ میں نور الانوار، کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ایک طویل عرصہ سے یہ کتاب درس نظامیہ میں شامل نصاب ہے انہوں نے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران صرف سوا دو ماہ میں اس کو تصنیف کیا تھا۔

مصنف کی یہ شرح عربی زبان میں ہے۔ طرز بیان نہایت دلکش ہے اور زبان بہت سہل ہے۔ مصنف نے امدادی کتب کو پیش نظر نہ رکھتے ہوئے محض قوت حافظہ سے اس کتاب کی تصنیف کی اور مضامین کو بڑی خوبی کے ساتھ ترتیب دیا ہے اور قوت استدلال اور مسائل کا استنباط، سنت۔ اجماع، اور قیاس کے مباحث کو واضح طریقہ سے بیان کیا ہے۔

نمونہ کلام

”حتی نوعان مطلق (المنار کی عبارت ہے) ای القدرة التی یتمکن بها

العبد وهى بمعنى سلامة الآلات والاسباب نوعان احدهما مطلق اى غير مقيد
 بصفة اليسر والسهولة مالزمه، وهو شرط فى اداء كل امير۔ اى المطلق ادنى
 ما يتمكن به العبد وهذا القدر من التمكن شرط فى اداء كل امر والباقى زائد وهو
 قدر ما يسع فيه اربع ركعتان من الظهر فان الكتفى بهذا القدرسمى ممكنه،
 وهو الذى سمّاه المنصف مطلقاً وكان ينبغى ان يقول مطلق ومقيد او كامل وقاصر
 وبازديار لفظ ادنى افترق بين المقسم والقسم لان المقسم هو ما يتمكن بها العبد
 والقسم هو ادنى ما يتمكن بها العبد فلا يرد ما يتوهم انه، يلزم انقسام الشئ الى
 نفسه والى غيره، والماقيد باداء كل امير لان القضاء لا يشترط فيه بهذه القدرة
 مطلقاً بل اذا كان المطلوب الفصل واما اذا كان المطلوب السؤال والاثم
 فلا يشترط فيه ذلك فان من عليه الف صلوة يقوله، فى النفس الاخيرة ان هذه الصلوة
 واجبة عليكم وثمرته تظهر ۸۹

آداب احمدی

انہوں نے یہ رسالہ ۱۳ سال کی عمر میں تصنیف کیا تھا اس میں اسرار و سلوک کے بنیادی اصول
 کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ مصنف کی پہلی تصنیف ہے۔
 راقم کی نظر میں اس کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہے تذکرہ نگاروں نے بھی اس بات کی کوئی
 وضاحت نہیں کی ہے کہ یہ کتاب کس زبان میں تھی اور اس کے اہم مباحث کیا تھے۔
 ڈاکٹر مسعود انور علوی صاحب کے پاس اس فارسی کا ایک مخطوط ہے جو مصنف کے حیات پر ہے۔

خطبات جمعہ و عیدین

یہ زمانہ طالب علمی کی ترتیب کردہ کتاب ہے یہ خطبات فصیح و بلیغ عربی زبان میں تھے۔ راقم کی نظر سے اس کے کسی مخطوطہ کی صراحت نہیں گذری ہے۔

خلاصہ و انتخاب شاطبی

یہ کتاب فن تجوید میں تھی مصنف نے اس کو اپنے تذریسی عہد میں مرتب کیا تھا یہ رسالہ اب نایاب ہے غالب گمان یہی ہے کہ یہ رسالہ عربی زبان میں ہی میں رہا ہوگا۔

قاضی محب اللہ بہاری ابتدائی حالات

قاضی محب اللہ ابن عبدالشکور بہاری کا شمار عہد عالم گیری کے ممتاز اور ذہین علماء میں ہوتا ہے۔ فقہ، اصول فقہ، اور منطق میں قاضی صاحب کو مہارت حاصل تھی۔ موضع کڑھ بہار شریف پٹنہ میں متولد ہوئے مختلف مقامات پر ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ”قنوج“ کے ایک عالم، قطب الدین شمس آبادی، کے حلقہ درس میں داخل ہو گئے تعلیم سے فراغت کے بعد، لکھنؤ، اور حیدر آباد کے منصب قضاء پر بھی فائز رہے۔ قاضی صاحب کو رفیع القدر بہادر نبیرہ اورنگ زیب کی اتالیقی کی ذمہ داری بھی سپرد کی گئی تھی۔

عالم گیر کے انتقال کے بعد ان کو شاہ عالم نے تمام ممالک محروسہ کا صدر مقرر کیا تھا اور فاضل خاں کے خطاب سے ان کو نوازا گیا تھا وفات ان کی وفات (۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء) میں ہوئی تاریخ وفات ”شیخ دہر“ سے نکلتی ہے۔

تصنیفی کارنامے

قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ ذہنیت عطا فرمائی تھی۔ تصنیفی ذوق ان کے اندر بے پناہ

تھا۔ عبارتیں مدلل اور مستحکم ہوتی تھیں۔ ان کی ذہانت اور علمی صلاحیت کے پیش نظر علماء کی محفلوں میں انہیں امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ علمی دنیا میں بے پناہ شہرت کی وجہ سے ان کو محسود اقران ہونا پڑا۔ ان کی تصانیف کے ذریعہ ہندوستان میں عربی نثر نے ترقی کی راہ میں ایک قدم اور بڑھایا۔ قاضی صاحب ایک کامیاب منتظم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماہر تعلیم بھی تھے انہوں نے منصب قضا کی اہم ذمہ داریوں کے باوجود ازمنہ وسطیٰ کی قدیم روایت کو باقی رکھتے ہوئے تصنیف و تالیف کی طرف پوری توجہ کی اور ایسی معرکہ الآرا تحریریں سپرد قلم کیں جو آج تک نہ صرف عربی نصاب بلکہ خود اپنے موضوع پر اپنی مثال آپ ہیں۔ ان کی تصانیف میں سلم العلوم (علوم منطق میں) مسلم الثبوت (علم اصول فقہ میں) اور فن فلسفہ میں ”جوہر الفرد“ اور جزء لائنجری کے سلسلہ میں اہم کتابیں ہیں جو عربی درسگاہوں میں مشہور و مقبول ہیں اور نصاب تعلیم کی اہم کڑیاں ہیں۔ ۹۰

مسلم الثبوت

۱۶۹۷ء میں قاضی صاحب نے علم فقہ کی اہم ترین کتاب مسلم الثبوت کو مرتب کیا۔ اگرچہ اس کتاب کا مواد زیادہ تر ماقبل کی تحریر شدہ کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے لیکن اس کی ترتیب کی وجہ سے اس کو امتیازی حیثیت حاصل ہوتی۔ اور اصول فقہ کی نصابی کتابوں میں اس کو شامل کیا گیا۔

”مسلم الثبوت“ کی تصنیف کے وقت قاضی صاحب کے سامنے جو امدادی کتب تھیں ان کا تذکرہ مصر سے شائع ہونے والے مسلم الثبوت کے نسخہ میں کیا گیا ہے اس نسخہ کے آخر میں قاضی صاحب کی ایک خودنوشت یادداشت شائع ہوئی ہے۔ قاضی صاحب نے اس میں لکھا ہے کہ کتاب سے فارغ ہونے کے بعد بعض دوستوں نے اس کتاب کے مشکل مسائل کو حل کرنے اور ایک حاشیہ کی فرمائش کی چنانچہ اصل متن کو تحریر کرتے وقت قاضی صاحب کے سامنے جو امدادی کتب تھیں اس

کا تذکرہ کیا ہے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کی متعدد دوحواشی و شروح لکھی گئیں۔

”ملائم الدین اس کے سب سے پہلے شارح تھے۔ ایک روایت کے مطابق ملا محبت اللہ بہاری کی زندگی ہی میں یہ شرح لکھ کر انہیں ارسال کر دی تھی اس کتاب کے نسخے۔ علی گڑھ رام پور، کلکتہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

سید عبدالحی نے ”الثقافة الاسلامیہ فی الہند“ میں مسلم الثبوت کی آٹھ شرحوں کی نشاندہی کی ہے مولانا بحر العلوم بھی اس کے شارحین کی فہرست میں شامل ہیں۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور دو بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا مقالہ۔ منطقی مسائل سے تعلق رکھتا ہے۔

دوسرا مقالہ۔ حاکم یعنی مقتدر اعلیٰ اور نیک و بد کا یقین کرنے والے سے متعلق ہے اور حقیقی مقتدر اعلیٰ اللہ تبارک و تعالیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے اس مسئلہ میں احناف اور معتزلہ کے درمیان جو اختلاف ہے اس کو واضح کیا ہے اس مقالہ کے دوسرے باب میں مصنف نے نوعیت حکم یعنی فرض، واجب، مستحب، مندوب، جائز، مکروہ، اور حرام پر بحث کی ہے۔

تیسرے باب میں۔ لغوی اور لسانی باریکیوں کی وضاحت کی گئی ہے مقاصد والا حصہ۔ چار ابواب پر مشتمل ہے اور ان کا نام مصنف نے اصول رکھا ہے۔ یہ چار ابواب۔ اسلامی فقہ کے چاروں مآخذ سے متعلق ہیں۔ آخر میں ایک ضمیمہ ہے اس حصہ میں قاضی صاحب نے مسئلہ اجتہاد پر بحث کی ہے اور تفصیلی وضاحت پیش کی ہے۔

جوہر الفرد

اس کتاب میں قاضی صاحب نے جوہر الفرد یعنی جزء لائتجزئی سے بحث کی ہے ان کی یہ کتاب ملا محمود جوہوری کی ”الدوحة الميادية في حقيقة الصورة والحادة“ کے طرز پر ہے انہوں نے اس کتاب میں جزء لائتجزئی سے متعلق تمام دلائل کو یکجا کر دیا ہے۔ یہ تمام دلائل وہی ہیں جو ماقبل کے مصنفین نے اپنی تصانیف میں درج کئے ہیں۔ البتہ قاضی صاحب کی کتاب اسلوب اور اندازِ تحریر کے اعتبار سے ماقبل کی تصانیف سے مختلف ہے۔ جزء لائتجزئی کے مسئلہ میں علمائے متکلمین کا جو نظریہ ہے انہوں نے اس کی تردید کی ہے اور ریاضیاتی ثبوت پیش کئے ہیں۔ مثلاً (۱) ہر خط دو یا تین مساوی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایک خط ایک یا تین ناقابل تقسیم اجزا پر مشتمل ہے تو دو حصوں میں اس کی تقسیم کا مطلب ہے کہ درمیانی جزؤں کی مزید تقسیم کی جائے۔ (۲) اقلیدس کے ۳۹ ویں کلیہ کے مطابق ایک زاویہ قائمہ والے مثلث کے وتر پر مربع باقی دو ضلعوں کے مجموعہ کے مساوی ہے اگر ایک جوہر کی ایک اکائی طویل اور ایک اکائی عریض ہے تو وہ ایک اکائی سے زیادہ اور دو اکائیوں سے کم ہوگا جس کا مطلب ہے کہ جوہر کو مزید توڑنا پڑے گا۔

سلم العلوم

فہم منطق میں لکھی جانے والی کتابوں میں تاریخی اعتبار سے قاضی صاحب کی یہ تصنیف دوسری ہے لیکن اہمیت کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو اس کتاب کو اولیں مرتبہ حاصل ہے ”سلم العلوم“ کو منطق کی اعلیٰ ترین تعلیم کے لئے سب سے زیادہ موزوں قرار دیا گیا ہے اس کے شارحین کی تعداد دیکھ کر اس حیرت انگیز اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے تقریباً ہر دور میں علماء نے ”سلم العلوم“ کی افہام و تفہیم کی کوشش کی ہے۔

عربی زبان و ادب کے مشہور مؤرخ سید عبدالحی الحسینی نے ”الثقافة الإسلامية في الهند“ میں

سلم العلوم کے شارحین کی تعداد ۳۸ بتلائی ہے ان میں ہر ایک منطق کا ماہر فن تھا۔

فاضل صاحب نے سلم العلوم کے مختصر دیباچہ میں اپنی اس تصنیف کے نمایاں کردار ادا کرنے کی تمنا ظاہر کی ہے کہ یہ کتاب اپنے فن میں اس طرح نمایاں رہے جس طرح چاند ستاروں میں نمایاں ہوتا ہے چنانچہ ان کی یہ تمنا پوری ہوئی اور ”سلم العلوم“ کو اتنی اہمیت حاصل ہوئی کہ تقریباً دو سو سال تک اس کی جادو سرچڑھ کر بولتا رہا اور ہر دور میں علماء کی ایک جماعت نے اس کے مسائل کو حل کرنے کے لئے اپنی عمریں صرف کیں۔ اور اس کا مطالعہ ہر دور میں قابلیت کی سند تصور کیا جاتا رہا۔ مصنف نے کتاب کا آغاز روایت کے مطابق حمد و صلوٰۃ سے کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

”سبحانہ ما اعظم شانہ، لایحد ولا یتصور ولا ینتج ولا یتغیر تعالیٰ من

الجنس والجهات جعل الکلیات والجزئیات“ ۹۱

حمد و صلوٰۃ کے بعد مقدمہ کا آغاز کرتے ہوئے علم منطق کی تعریف، موضوع، اور غرض و غایت کو بیان کیا ہے نیز علم کی اقسام تصور اور تصدیق پر بحث کی ہے۔ اس کتاب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ عربی زبان کی نصابی کتب میں اپنے طرز اور اسلوب کے اعتبار سے نہایت ہی عمدہ اور مختصر کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ تمام مسائل پر مشتمل ہے۔ اس کو منطق میں آخری کتاب کا مقام حاصل ہے۔

حواشی

- ۱۔ معارف ۱۹۶۵ء، ص ۲۸۷
- ۲۔ زبدۃ المقامات، ص ۹۱، دائرة المعارف، حیدرآباد
- ۳۔ سید عبدالحی الحسنی۔ الثقافة الاسلامیة فی الهند، ص ۱۴۴، دمشق ۱۹۵۸ء
- ۴۔ رجال السند والہند، ص ۲۸۴، مکتبہ حجازیہ، ۱۹۸۲ء
- ۵۔ ابو ظفر ندوی۔ تاریخ سندھ، ص ۳۷۱، دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۷۰ء
- ۶۔ ہندوستان پر مغلیہ حکومت، ۱۸۲
- ۷۔ مکتوبات، مکتوب، نمبر ۲۴، کتب خانہ اشرفیہ دیوبند، ۱۹۹۴ء
- ۸۔ مکتوبات، مکتوب، نمبر ۴۲، کتب خانہ اشرفیہ دیوبند، ۱۹۹۴ء
- ۹۔ مکتوبات، مکتوب، نمبر ۳۳، کتب خانہ اشرفیہ دیوبند، ۱۹۹۴ء
- ۱۰۔ مکتوبات، ج ۱، مکتوب، نمبر ۵۳، کتب خانہ اشرفیہ دیوبند، ۱۹۹۴ء
- ۱۱۔ مکتوبات، مکتوب، نمبر ۲۸۶، کتب خانہ اشرفیہ دیوبند، ۱۹۹۴ء
- ۱۲۔ بزم تیموریہ ج ۲، ص ۱۳۱
- ۱۳۔ مکتوبات، ج ۱، مکتوب، نمبر ۳۵-۳۴، کتب خانہ اشرفیہ دیوبند، ۱۹۹۴ء
- ۱۴۔ ہندوستان میں عربی زبان و ادب اور علوم اسلامیہ کی تحقیق و تدریس، ۱۱۲
- ۱۵۔ شیخ محمد اکرام۔ رود و کوثر، ص ۳۹۱، مطبوعہ تاج پرنٹر، نجف گڑھ روڈ، نئی دہلی
- ۱۶۔ اثبات النبوة، ۳۲-۳۳
- ۱۷۔ ڈاکٹر زبید احمد۔ عربی وادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ص ۳۱، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۷ء

- ۱۸۔ مکتوبات، مکتوب نمبر ۱۴۲، کتب خانہ اشرفیہ دیوبند، ۱۹۹۴ء
- ۱۹۔ حدائق الحنفیہ، ص ۴۰۹
- ۲۰۔ عبدالرحمان۔ تذکرہ علماء ہند، ص ۲۸۱، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۶۱ء
- ۲۱۔ مآثر الکرام، ج ۱، ص ۲۰۱
- ۲۲۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی۔ نکات الحق۔ بحوالہ حیات شیخ عبدالحق، ص ۱۶۱، ندوۃ المصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۸۲ء
- ۲۳۔ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ج ۲، ص ۱۲۳
- ۲۴۔ حیات شیخ عبدالحق، ص ۱۷۸
- ۲۵۔ مرآۃ الحقائق، ص ۴۸
- ۲۶۔ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ص ۱۳۶
- ۲۷۔ حیات شیخ عبدالحق، ص ۱۹۱
- ۲۸۔ حیات شیخ عبدالحق، ص ۱۷۰
- ۲۹۔ غلام علی آزاد بلگرامی، مآثر الکرام، ج ۱، ص ۱۹۸، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶۲ء
- ۳۰۔ عبدالقادر بدایونی۔ منتخب التواریخ، ج ۳، ص ۱۷۸، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء
- ۳۱۔ منتخب التواریخ، ج ۳، ص ۳۹۹، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء
- ۳۲۔ تذکرہ شعراء کشمیر، ج ۳، ص ۶۳-۶۴
- ۳۳۔ دربار اکبری، ص ۲۷
- ۳۴۔ منتخب التواریخ، ج ۳، ص ۳۰۵

- ۳۵ شہنواز خاں صفوی۔ مآثر الامراء، ج ۲، ص ۵۸۷، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۹۰ء
- ۳۶ ابو الفیض۔ موارد الکلم ومسک دررالحکم، ص ۳، مکتبہ الدراسات الاسلامیہ، اسلام آباد
پاکستان ۱۹۹۶ء
- ۳۷ ابو الفیض۔ موارد الکلم ومسک دررالحکم، ص ۳۷-۳۸، مکتبہ الدراسات الاسلامیہ، اسلام
آباد پاکستان ۱۹۹۶ء
- ۳۸ شہنواز خاں صفوی۔ مآثر الامراء، ج ۲، ص ۵۸۷، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۹۰ء
- ۳۹ منتخب التواریخ، ج ۳، ص ۳۹۳
- ۴۰ زبدۃ المقامات، ص ۱۲۲
- ۴۱ رود کوثر، ص ۱۴۳
- ۴۲ مخزن افغانی، ص ۱۲۴
- ۴۳ غوثی شطاری۔ اذکار ابرار، ص ۹۴، مخطوطہ ۲۴۰ ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ
- ۴۴ معزن افغانی، ص ۱۵۲
- ۴۵ رود کوثر، ص ۱۳۴
- ۴۶ غلام سرور خرنیتہ الاصفیاء، ص ۱۴۴، لکھنؤ ۱۹۷۳
- ۴۷ رود کوثر، ص ۱۲۴
- ۴۸ نزہۃ الخواطر، ج ۲، ص ۱۱۲
- ۴۹ تذکرہ علماء ہند، ص ۳۱۳
- ۵۰ عبد الحکیم سیال کوٹی الحاشیۃ علی تفسیر البیہاوی، ۳۲۲، مطبوعہ دار الکتاب، دیوبند ۱۹۹۰ء

- ۵۱ عبد الحکیم سیال کوٹی۔ الحاشیہ علی تفسیر البیضاوی، ص ۱۲۴
- ۵۲ عبد الحکیم سیال کوٹی۔ الحاشیہ علی شرح العقائد، ص ۱۱۴
- ۵۳ عبد الحکیم سیال کوٹی۔ الدرۃ الثمینہ، ص ۷۴
- ۵۴ عبد الحکیم سیال کوٹی۔ الحاشیہ علی میر قرطبی، ص ۴
- ۵۵ نزہۃ الخواطر، ج ۵، ۲۱۲
- ۵۶ غلام علی آزاد بکرامی۔ سبتہ المرجان، ج ۲، ص ۲۳۴، بمبئی ۱۹۸۰ء
- ۵۷ الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند، ص ۷۴، دمشق ۱۹۵۸ء
- ۵۸ مختارات من ادب العرب، ص ۱۴۴، ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۱۹۵۶ء
- ۵۹ ملّا محمود جو نیوری۔ الشمس البازغہ، ۲،
- ۶۰ رود کوثر، ص ۲۴۲
- ۶۱ رود کوثر، ص ۲۱۲
- ۶۲ رود کوثر، ص ۲۴۴
- ۶۳ مآثر الکرام، ۱۱۵
- ۶۴ عبد الحمید لاہوری، بادشاہ نامہ، ص ۷۷، کلکتہ، ۱۸۶۸ء
- ۶۵ شیخ خیر الزماں۔ باغ بہار، ص ۱۴۸، مخطوطہ کتب خانہ انوریہ، خانقاہ کاظمیہ کاکوری
- ۶۶ شیخ خیر الزماں۔ باغ بہار، ص ۱۱۲، مخطوطہ کتب خانہ انوریہ، خانقاہ کاظمیہ کاکوری
- ۶۷ طبقات شاہجہانی، ۷۴
- ۶۹ الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند، ص ۲۴۴
- ۷۰ ملا عبد السلام دیوی۔ الانشراحات المعالیہ، ص ۲، کتب خانہ انوریہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری

- ۱۔ رود کوثر، ص ۱۴۴
- ۲۔ ملا عبد السلام دیوی۔ الاشرحات المعالیۃ، ص ۷۲
- ۳۔ ملا عبد السلام دیوی۔ الاشرحات المعالیۃ، ص ۵۴
- ۴۔ ملا عبد السلام دیوی۔ شرح تہذیب المنطق، ص ۲۴۲
- ۵۔ رود کوثر، ص ۱۴۲
- ۶۔ تذکرہ علماء ہند، ص ۲۱۲
- ۷۔ تذکرہ علماء ہند، ص ۲۱۵
- ۸۔ رود کوثر، ص ۱۴۴
- ۹۔ مراۃ الاسرار، ص ۶۴
- ۱۰۔ المغالط العامہ، ص ۲
- ۱۱۔ ملا عبد السلام دیوی۔ انفاس الخواص، ص ۵
- ۱۲۔ رود کوثر، ص ۱۱۴
- ۱۳۔ رسالہ نسویۃ، ص ۳۴، خدا بخش لائبریری، پٹنہ
- ۱۴۔ رود کوثر، ص ۱۴۴
- ۱۵۔ احمد ابوسعید۔ التفسیرات الاحمدیۃ، ص ۱، مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدرآباد ۱۹۳۱ء
- ۱۶۔ احمد ابوسعید۔ التفسیرات الاحمدیۃ، ص ۹۴
- ۱۷۔ احمد ابوسعید۔ التفسیرات الاحمدیۃ، ص ۲۴۴
- ۱۸۔ کشف الظنون، ص ۷۴
- ۱۹۔ التفسیرات الاحمدیۃ، ص ۱۷۸
- ۲۰۔ تاریخ ادبیات میں مسلمانان پاک و ہند، ص ۱۱۲
- ۲۱۔ سلم العلوم، ص ۱، مکتبہ مصطفائیہ، دیوبند

﴿تیسرا باب﴾

شیخ عماد الدین عبدالنبی شطاری

حیات اور کارنامے

تیسرا باب شیخ عبدالنبی الشطاری حیات اور کارنامے

راقم کی اس تحقیق کا اصل موضوع ملا عبدالنبی الشطاری کا رسالہ ”دستور المفسرین“ ہے نسخ کے موضوع پر بہت جامع تصنیف ہے اور بہت ہی خصوصیت کی حامل ہے اس رسالہ کے مطالعے کے لئے ملا عبدالنبی کی زندگی کے بارے میں جاننا اور ان کے مشرب و مسلک کی تفصیلات کا علم ہونا نہایت ضروری ہے

شطاری سلسلہ:

عہد وسطیٰ میں شطاریہ طریق تصوف نے فروغ حاصل کیا۔ اسے شیخ بایزید بسطامیؒ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو شطاری اس لیے کہتے ہیں کہ سلوک اور طریقت میں وہ دوسرے سلاسل تصوف کے بزرگوں سے زیادہ تیز اور سرگرم (شطار) ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جنگلوں میں رہ کر سخت ریاضتیں کرتے تھے اور ان سے غیر معمولی افعال و تصرفات منسوب کیے جاتے تھے۔ شمالی بہار میں جہاں شطاری سلسلے نے پہلے قدم جمائے، اس میں اور مدار یہ طریقہ میں کئی مقامی چیزیں داخل ہو گئیں۔ سب سے پہلے شمالی ہندوستان میں جس بزرگ نے یہ طریقہ جاری کیا شیخ عبداللہ شطاری تھے جو اپنے مرشد کی ایما پر ایران سے ہندوستان وارد ہوئے۔ شطاری روایات کے مطابق وہ پانچ واسطوں سے حضرت شہاب الدین سہروردی کی اولاد اور سات واسطوں سے حضرت بایزید بسطامی کے مرید تھے۔ ہندوستان آ کر انہوں نے کچھ وقت دیارِ یورپ میں گزارا۔ مانکپور میں شیخ حسام الدین مانکپوری سے ملاقاتیں کیں۔ پھر جونپور گئے لیکن

سلطان ابراہیم شرقی اور اس کے متشرع اراکین سے ان کی نہ بنی۔ پھر وہ مالوہ گئے۔ جہاں انہوں نے بڑا فروغ پایا اور ظاہری اور باطنی شان و شوکت حاصل کی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ان کے پاس مرید ہونے کے لئے آتا تو وہ اسے کھانا اور سالن کھانے کو دیتے اور دیکھتے رہتے کہ دونوں کو ساتھ ساتھ ختم کرتا ہے یا کوئی چیز بچ جاتی ہے۔ اگر دونوں کو ساتھ ساتھ ختم کرتا تو اسے سمجھ دار اور قابلِ اعتماد انسان سمجھ کر شغل باطنی تعلیم کرتے اور اگر دونوں کو برابر ختم نہ کرتا تو سمجھتے کہ اسے اپنے اوپر ضبط نہیں اور چیزوں کا صحیح اندازہ نہیں لگاتا پھر اس سے فقط ظاہری باتیں کرتے۔ آپ کے طریق کار میں لوگوں کو مرغوب و متاثر کرنے والی کئی باتیں تھیں۔ مشہور ہے کہ آپ نقارہ بجواتے اور اعلان کرتے کہ ہے کوئی خدا کا طالب، جسے ہم راہِ خدا دکھائیں، ”سطوت شوکت ظاہری“ بھی حاصل تھی۔ بڑی شان سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے۔ نقارہ بجواتے۔ علم اٹھواتے۔ خود سلطانی لباس اور ہمراہی صوفی فوجی وردی پہنتے۔ مجلس میں بیٹھتے تو ہر طرف نگاہ دوڑاتے اور کہتے کہ کیا یہاں کوئی تختہ سیاہ یعنی بے اعتقاد اور شکی مزاج طالب علم ہے۔ بعض لوگ تو ان طریقوں کو ناپسند کرتے لیکن بعض پران کا بڑا اثر ہوتا۔ مشہور ہے کہ جب بہار میں پہنچے تو حسبِ معمول شیخ محمد علا کو جواب شیخ قاضی شطاری کے نام سے مشہور ہیں، پیغام بھیجا کہ اس درویش نے اس خیال سے سیاحی اختیار کی ہے کہ اگر کلمہ توحید کے معنی کوئی اس سے بہتر جانتا ہو تو وہ مسافر کو تعلیم دے اور اگر ایسا نہ ہو تو بے مشقت وہ گنج توحید مسافر سے حاصل کرے۔ شیخ محمد علا نے جواب دیا کہ ایسے فضول گواشخاص خراسان اور ایران سے بہت آتے ہیں۔ شاہ صاحب نے سن کر فرمایا کہ شیخ محمد علا کے کمالات کا ظہور مجھ فضول گو کی ہی تلقین پر منحصر ہے۔ گلزار ابرار میں غوثی شطاری لکھتے ہیں کہ اس کے بعد شاہ عبداللہ توماٹو کی طرف روانہ ہو گئے لیکن شیخ محمد علا کو خواب

میں اشارہ ہوا کہ تمھاری گرہ کشائی شاہ عبداللہ سے وابستہ ہے۔ چنانچہ وہ وطن چھوڑ کر مانڈور روانہ ہوئے شاہ صاحب کے دروازے پر تین روز کھڑے رہے۔ چوتھے روز وہ باہر تشریف لائے۔ سرزنش کی۔ امتحان لیا اور بالآخر خلعتِ خلافت سے سرفراز کر کے واپس روانہ کیا۔

شاہ عبداللہ شطاری کی وفات ۱۵۷۲ء میں ہوئی۔ مزار مالوہ کے سابق دارالخلافہ مانڈو میں قلعہ کے اندر ہے۔ ان کے خلیفہ اعظم شیخ محمد علاء المعروف شیخ محمد قاضین شطاری تھے۔ مرشد سے خرقہ خلافت پانے کے بعد انھوں نے عمر کے باقی بیس سال ارشاد و ہدایت میں صرف کیے۔ آپ کی مساعی کا بڑا مرکز ضلع مظفر پور (بہار) کا جنوبی حصہ تھا اور وہ ایک قدیمی ہندو مرکز کے قریب Basert میں مدفون ہیں۔ آپ کے بڑے بیٹے مخدوم منصور حلاج شہید کا مزار بھی یہیں ہے۔ جو ایک مسجد کی تعمیر کے وقت مقامی قبائل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ دوسرے بیٹے عبدالرحمن شطاری تھے۔ تیسرے بیٹے شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست شطاری کا مزار حاجی پور (بہار) کے قریب ہے۔ ان کے خلیفہ شیخ ظہور حاجی حمید حضور گوالیاری (وفات ۱۵۲۳ء) بہار کے مقام رتن سرائے میں دفن ہیں۔ شیخ ظہور نے دو چھوٹے بچوں شیخ فرید الدین جہانگیری اور شیخ خطیر الدین پالا تھا۔ لیکن تاریخ میں وہ بالترتیب شیخ بہلول یا شیخ پھول اور شیخ محمد تموٹ گوالیاری کے نام سے مشہور ہیں۔ ۲

شیخ محمد تموٹ گوالیاری شطاری:

اس سلسلے کے دو اور بزرگوں شیخ بہاء الدین شطاری اور شیخ بدھن شطاری جو نیپوری کا ذکر اخبار الاخبار میں ملتا ہے۔ موخر الذکر نے شاہ عبداللہ شطاری کے ایک خلیفہ سے ظاہری اور باطنی تعلیم حاصل کی اور سکندر لودھی کے زمانے میں شطاریہ سلسلے کی اشاعت کی۔ شیخ عبدالحق محدث

دہلوی کے چچا شیخ رزق اللہ مشتاقی (مصنف واقعات مشتاقی) نے انھیں سے شطاری اعمال و وظائف سیکھے۔ لیکن شطاری سلسلے میں سب سے زیادہ شہرت شیخ محمد غوث گوالیاری کو ہوئی۔ وہ شیخ فرید الدین عطار کی نسل سے تھے۔ شیخ ظہور حاجی حمید نے آپ اور آپ کے بھائی کو فرزندگی میں لیا اور سلوک و باطن کی پوری تعلیم دی ”نامور خاندانوں کے مشائخ جو کمالات اور حالات رکھتے ہیں، ان کے اطوار اور اسرار۔ بالخصوص شطاریہ مشرب کی رفتار۔ دعوت کافن۔ افکار کی طرز اور اشغال و تصورات کی سندیں۔ غرض کہ کل چیزیں دو سال کے اندر تعلیم و تلقین فرمادیں۔“ مزید فیضان کے لیے انھیں کوہ چنار کے جنگلات میں روانہ کیا۔ جہاں شیخ محمد غوث گوالیاری نے تیرہ برس تک بڑی ریاضتیں کیں اور درختوں کے پتے کھا کر یاد الہی کی۔

گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ ہمایوں شیخ ابوالفتح سرمست شطاری کا معتقد تھا۔ شیخ بہلول سے اس کے اعتقاد ارتباط کی کتب تاریخ سے بھی تائید ہوتی ہے۔ بلکہ وہ شیخ سے سیاسی معاملات میں مدد لیتا تھا اور اس لیے مرزا ہندال نے انھیں شہید کرادیا۔

بدایونی ہمایوں کے ان دو بھائیوں سے تعلقات کی نسبت کہتا ہے۔

”وہمایوں پادشاہ را بہ ہر دوایں بزرگوار نسبت عقیدہ و اخلاص بکمال بود چنانچہ بہ کم کسے دیگر آں جہت داشتہ باشند و طریق دعوت اسمازیں اعتراف یاد دے گرفتند۔“

شیخ محمد غوث گوالیاری نے شروع سے ہی مغل بادشاہوں سے روابط قائم کر لیے تھے۔ جب بابر بادشاہ نے قلعہ گوالیار فتح کرنے کے لیے فوج بھیجی تو شیخ ان دنوں قلعہ کے اندر تھے۔ انھوں نے مغل حملہ آوروں کو ایک ترکیب بتائی، جس سے قلعہ آسانی سے فتح ہو گیا۔ مغل سرداروں نے شیخ کے مشورے پر تارخاں والی قلعہ سے درخواست کی کہ ہمیں اجازت دیجئے کہ چند خدمت

گاروں کے ساتھ قلعہ کے اندر رات گزاریں۔ تاتار خاں اس سے پہلے اطراف کے بعض سرداروں کے خلاف بابر سے مدد مانگ چکا تھا۔ اس نے نتائج کا صحیح اندازہ کیے بغیر اس کی اجازت دے دی اور خود مزے سے لمبی تان کر سو گیا۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ بہت سے مغل سپاہی خدمت گار بن کر قلعہ کے اندر آ چکے ہیں۔ قلعہ کے دربان شیخ کے مرید تھے۔ انھیں بھی شیخ کا حکم پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ تاتار خاں نے دیکھا کہ اب قلعہ مغلوں سے نہیں بچایا جاسکتا۔ ناچار اس نے قلعہ کو ان کے حوالے کیا اور خود بابر کی اطاعت اختیار کر لی۔

بابر کے ساتھ شیخ محمد غوث کے تعلقات تو استواری ہو ہی گئے تھے اور ہمایوں بھی ان کا معتقد تھا لیکن اب شیر شاہ کا دور دورہ تھا۔ وہ شیخ کے درپے ہوا۔ چنانچہ شیخ اہل وعیال۔ مریدوں اور ساز و سامان کے ساتھ گجرات ہجرت کر گئے۔ انھوں نے تقریباً اٹھارہ سال اس علاقے میں گزارے۔ کچھ وقت چانپانیر اور بھڑوچ اور باقی وقت احمد آباد میں صرف کیا۔ وہاں بھی انھوں نے بڑا اقتدار حاصل کیا۔ لیکن شیخ علی متقی نے جو بڑے پایہ کے عالم تھے، ان کی بعض تصانیف کی بنا پر ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔ بادشاہ وقت سلطان محمود گجراتی نے ایک دوسرے عالم شیخ وجیہ الدین سے استصواب کیا لیکن وہ شیخ کی روحانیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ خود ان کی بیعت کر لی اور شیخ علی متقی کے فتویٰ کو پارہ پارہ کر دیا۔ اس سے عوام کی نظروں میں شیخ کا اثر اور بھی بڑھ گیا اور کئی لوگ ان کے مرید ہو گئے۔ لیکن اب ایرانی فوج کی مدد سے پھر ہندوستان میں مغل حکومت قائم ہو گئی تھی۔ شیخ نے مغل دربار کا رخ کیا۔ ہمایوں اس زمانے میں وفات پا چکا تھا اور اکبر اس کا جانشین تھا۔ امور مملکتی بیرم خاں کے سپرد تھے اور عہد اکبری کا پہلا صدر شیخ گدائی شیخ کے خلاف تھا۔ جب وہ آگرہ پہنچے تو اس نے بیرم خاں کے کان بھرے کہ رسالہ معراجیہ میں

شیخ نے اپنی معراج کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے آپ کو بڑے پیغمبروں سے فضیلت دی ہے۔ ان سے پوچھنا چاہیے کہ یہ کہاں تک جائز ہے۔ چنانچہ علما و مشائخ کے جلسے ہوئے۔ جن میں اس رسالے پر بحث ہوئی اور شیخ پر اعتراض کئے گئے آخر شیخ آرزوہ دل ہو کر گوالیار چلے گئے۔

دربار اکبری میں شیخ کی حسب توقع قدردانی نہ ہوئی پھر بھی خاندانی تعلقات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے لیے بڑی جاگیر مقرر ہو گئی۔ مآثر الامرا میں لکھا ہے۔

”گویند از جناب عرش آشیانی یک کرد و درم و نطفہ مقرر بود“ پھر خود ہی کہتا ہے۔

”در ذخیرۃ الخوانین آوردہ کہ شیخ نہ لک روپیہ در جاگیر داشت و چہل فیل در فوج ادے

رفت“ ۳

شیخ نے اس روپے سے گوالیار میں ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر کرائی۔ جہاں سماع و سرود اور وجد کا شغل رہتا۔ شیخ خود بھی معرفت کے گیت کہتے و رگواتے تھے۔ انھوں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ رسالہ معراجیہ کے علاوہ جواہر خمسہ۔ کلید مخازن، کنز الوحده، ضما و بصائر ان کی یادگار ہیں۔

انھوں نے بحرالحوۃ میں ہندو یوگیوں اور سیناسیوں کے اطوار و اشغال کو فارسی میں منتقل کیا اور اپنی ابتدائی تصنیف جواہر خمسہ میں بھی ان کی ایک آدھ جھلک دکھائی۔ اس سے شطاریہ طریقے کے اس ارتباط پر روشنی پڑتی ہے جو اس کا ہندو یوگ سے تھا۔ ازمنہ وسطیٰ میں مشرقی ہندوستان کے ہندوؤں میں دو تحریکوں نے جنم لیا (۱) ویشٹومت میں چیتنیہ کی احیائے مذہب کی تحریک نے جس کا اگر ابتدائی رد عمل جو پور سے اٹھنے والی مہدوی تحریک تھی تو آخری جواب حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات تھیں۔ (۲) شیومت والوں میں تنترک طریقوں نے

زور پکڑا۔ جس کی نچلی سطح پر خلاف اخلاقی مظاہرے اور آئین و رواج سے آزادی تھی اور اس سے بالا روحانی سطح پر ریاضتوں اور یوگ سے عناصر فطرت کو تسخیر کرنے کے ارمان تھے۔ عجب نہیں کہ اس تحریک کی بے آئینی نے مداری فرقے کو متاثر کیا ہو اور روحانی سطح پر تسخیر فطرت کے نیم روحانی طریقے انھی اثرات سے شطاری سلسلے میں آگئے ہوں۔

شیخ محمد غوث گوالیاری نے ۱۵۶۲ء میں ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی اور گوالیار میں اپنے عالیشان روضے میں دفن ہوئے۔ شیخ کو موسیقی سے بھی دلچسپی تھی۔ ”بسماع و سرور و وجد اشتغال داشت و خود در راں وادی تصنیف مے کرد“۔ اور یہ ایک اتفاقی امر نہیں کہ ہندوستان کا سب سے بڑا گویا تان سین ان کے روضے کے احاطہ میں دفن ہے۔

شیخ محمد غوث گوالیاری سے شطاری طریقے کو بڑی وسعت ہوئی۔ ان کے ایک عالم مرید شاہ وجیہ الدین احمد آبادی تھے، جن کے ایک شاگرد شیخ صبغت اللہ بھڑوچی نے مدینہ منورہ میں بیٹھ کر اس طریقے کو عالم اسلام میں پھیلایا۔ ان کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔

مغلیہ حکومت کے استحکام کے ساتھ اسلامی علوم کی جو اشاعت ہوئی اور نقشبندیہ طریقے اور شیخ عبدالحق محدث جیسے بزرگوں نے پابندی شرع پر جو زور دیا۔ اس نے شطاری سلسلے کی مقبولیت پر اثر ڈالا۔ لیکن سولہویں صدی میں ہندوستان بالخصوص بنگال۔ بہار۔ مالوہ اور گجرات میں اس طریقے کی اہمیت باقی مشہور قدیمی سلسلوں سے کم نہ تھی۔ اس نے غوثی منڈوی۔ جیسے باخبر اور متوازن الطبع تذکرہ نگار اور شیخ عبدالنبی شطاری اکبر آبادی (وفات ۱۶۱۱ء) جیسے فاضل پیدا کئے۔ جن کی پچاس سے زائد کتابوں کی فہرست تذکرہ علمائے ہند میں درج ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ امام الہند شاہ ولی اللہ اور ان کے محبوب استاد شیخ ابوطاہر نے شطاریہ اعمال و اشغال سیکھے تھے۔

شطاری سلسلے کی تعلیمات:

سلسلہ شطاریہ کی وجہ تسمیہ کی طرح اس کی تعلیمات بھی اپنی روحانی خصوصیات کے لئے مشہور ہیں۔ یہ بھی ایک طرفہ ہے کہ برصغیر ہندوستان میں جتنے روحانی سلاسل کی ترویج و اشاعت ہوئی، ان میں مشرب شطاری کی تعلیمات کے ماخذ سے لے کر مقاصد و اثرات پر سب سے زیادہ نکتہ چینی ہوئی، مگر اس کے باوجود اس مشرب نے ہندی عہدِ وسطیٰ کے بہترین دماغ کو متاثر کیا۔ شطاری روایات کے مطابق لفظ شطار کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو معرفت ذات اور صفاتِ الہی کے لئے جہاد کرتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں بعد مرگ طبعی آخرت میں اپنی رویت اور مشاہدے سے نوازے گا چونکہ یہ لوگ آخرت ارادی سے اس جہاں میں حاصل کرتے ہیں، لہذا شوخ تیز رو اور بازندہ خود کہلاتے ہیں۔

لفظ شطر بمعنی توجہ و یکسوئی کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ قرآن کریم میں فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (اسی معنی میں ارشاد ہوا ہے۔ حضور اکرم ﷺ بعثت نبویؐ سے قبل اسی شطر یعنی یکسوئی کی تلاش میں غارِ حرا میں تخت فرماتے تھے۔ سچ کیونکہ کوئی عبادت و ذکر اس وقت نازل نہ ہوئی تھی۔ اسی زمانہ تخت میں آپ کے قلب انور پر شطر کا نزول ہوا بایں ہمہ آپ نے قبل فرمایا شطاری روایات میں اس حدیثِ نبوی کا ذکر بھی آیا ہے جس میں آپ سے آسان و قرب تر راستہ وصول الی اللہ کا معلوم کیا گیا، جس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ ذکر پر مداومت کرو۔ ۵ صوفیائے کرام خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت نے ذکر نفی و اثبات جیسے سلطان الاذکار کہتے ہیں کرنے کا طریقہ بتایا۔ عراقی نے یہی سوال اپنے مرشد شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (م۔ ۱۲۶۲ء) سے کیا تھا:

صنما رہ قلندر سزد اربن نمائی

کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم و پارسای

صوفیائے کرام کا مقولہ ہے کہ:

جائے کہ زاہداں بصدار بعین می رسند، قلندر ان بیک آہ می رسند

از منطق و از حکمت جز عشق نہ فہمیدم

چنداں کہ نظر کروم شہانہ کتاب اندر

مشرّب شطّار کی تعلیمات دراصل ان اجمال کی تفصیل ہے۔

بانی سلسلہ شاہ عبداللہ شطّار نے اپنی تصنیف لطائف غیبی میں توحید کے اسرار، وجد کے اطوار اور طریقت و حقیقت کے دقائق بیان فرمائے ہیں۔ ۶۔ معدن الاسرار، میں شیخ محمد قاضی شطّاری توبہ سے اپنا بیان شروع کرتے ہوئے، برزخ، تصوّر شیخ، مرشد، ذکر اسم ذات، اسماء و صفات، مراقبہ، محاسبہ، مواعظہ، اذکار، سیرالی اللہ، وصول حق، ذکر نفی و اثبات، اسماء و صفات، خودی و بیخودی، مجاہدہ ظاہری و باطنی، مشرب شطّار، فنا فی الشیخ، سکرو صحو، فنا و بقاء شریعت، طریقت، حقیقت، عشق اور اس کی ماہیت، دعوت اسماء کشف اور شعل آئینہ بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔ شیخ بہاء الدین شطّاری نے ترک دنیا توکل و قناعت اور عزلت گزینی پر زور دیا ہے۔

شیخ محمد غوث گوالیاری نے 'جواہر خمسہ' میں عابدوں کی عبادت، زاہدوں کا زہد، طریقہ دعوت اسماء اور اذکار و اشغال مشرب شطّار پر اور بحر الحیات میں باطنی اعمال، تصویری اشغال، پاس انفاس و دیگر اعمال کے ساتھ ساتھ وجود اور تسخیرات پر بھی بحث فرمائی ہے۔ اور ادغوشیہ میں شیخ نے سالک کے لئے چند وصایا بھی تحریر فرمائے ہیں۔ 'دعائے سیفی' ایک الہامی دعا ہے جو فتح

وظفر اور ہلاکت اعداء کے لئے تیر بہدف ہے۔

شیخ رکن الدین نے اپنے ملفوظات میں شغل آئینہ، دعوت اسماء اور اذکار و مراقبہ پر بڑا زور دیا ہے۔ صوفیائے متقدمین کی کتابیں مثلاً شیخ شرف الدین احمد منیری کی مکتوبات صدی، امام غزالی کی منہاج العابدین، مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کی سراج الہدایہ محمود شہری کی گلشن راز اور شیخ قاضی شطاری کی معدن الاسرار پر تفصیلی بیانات کے ساتھ اپنے مریدین و متوسلین کو ان کتابوں کے لئے رغبت دلائی ہے۔

مشرّب شطاری کی تعلیمات پر میر امام الدین راجگیری کی مناجات الشطار ایک جامع تصنیف ہے اس میں انھوں نے اصولِ راہ سلوک، ارکانِ سلوک، ذکر و مراقبہ، اوضاعِ اذکار اسماء و صفاتِ احوال و اوصاف و اذکار خواجگانِ شطّار اور نتائج و ثمرات وصول الی اللہ پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اور رادِ امام الدین میں جو بجا طور پر مشرب شطّار کا دستور العمل ہے، انھوں نے روزانہ کے اوراد و وظائف بیان کئے ہیں جن میں خواب سے بیدار ہونے، حوائجِ ضروریہ سے فراغت و وضو و غسل، اذکار نماز، شبِ جمعہ و تہجد، چاشت، اشراق، نماز استخارہ، نماز جنازہ، عیدین وغیرہ کے آداب و ادعیات نیز اوراد و سلاسلِ قادریہ و شطّاریہ، مراقبہ و اذکار کے آداب و اشغال شامل ہیں۔

مشرّب شطاری کی تعلیمات پر بحث کے ساتھ یہ بھی وقت کی اہم ضرورت ہے کہ سلسلہ شطّار سے متعلق ارادی اور غیر ارادی طور پر کئے گئے بعض اعتراضات اور کچھ دانشوروں کے ذریعہ پیدا کی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا جائے۔ ان اعتراضات اور غلط فہمیوں نے مشرب شطّار کا ایک طرفہ رُخ پیش کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں ممکن ہے آئندہ نسلیں مشائخ سلسلہ شطّاریہ کو افسوس

و ندامت سے یاد کریں۔ دراصل اب تک سلسلہ شطاریہ کا جدید دانشورانہ سطح پر نہایت سرسری طور پر حالات و کوائف کو کتب تاریخ سے مختصراً بیان کر کے مطالعہ کیا گیا ہے۔ تعلیمات کے سلسلے میں محض قیاس آرائیوں سے کام لیا گیا ہے۔ مشائخ سلسلہ شطاریہ کی تعلیمات جو ان کی تحریروں میں منتشر ہیں ان کا مطالعہ اور تجزیہ کرنے کی سعی و کوشش نہیں کی گئی ورنہ اس طرح کے معاندانہ اعتراضات سرزد نہ ہوئے ہوتے۔ لیکن یہ کام دقت طلب ہے کیونکہ اس طریقے کی تعلیمات میں فلسفہ و تصوف کا جو امتزاج ہے اور جن عمیق فکری و روحانی بیانات سے ان مشائخ کی تحریریں پر ہیں ان کے مطالعے کے لئے صرف علم و عقل سلیم کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ قلب سلیم کی بھی ضرورت ہے۔

سلسلہ شطاریہ اور اس کے مشائخ پر بعض اعتراضات اس طرح ہیں۔

اس سلسلے میں شرع کی پابندی پر اتنا زور نہیں ہے۔

شطاری اور دوسرے آزاد صوفیانہ طریقوں کی ترویج سے ملک میں روحانی انتشار رونما تھا۔ ۸

عجب نہیں کہ اس تحریک (بھگتی کا شیوہ مت فرقہ جس میں تزک طریقوں نے

زور پکڑا) کی بے آئینی نے مداری فرقہ کو متاثر کیا ہو اور روحانی سطح پر تسخیر

فطرت کے نیم روحانی طریقے انہی اثرات سے شطاری سلسلے میں آگئے ہوں۔ ۹

ان (مشائخ شطار) کے فلسفے اور طریقہ زندگی میں بڑا تضاد تھا۔ ۱۰ اعوام کی

رسائی اس طریقے میں نہ تھی۔ صرف علماء اور متمول طبقہ ہی اس کی طرف متوجہ

ہو سکا۔ ۱۱

جیسا کہ ظاہر ہے سلسلہ شطاریہ بایزید طیفور بسطامی سے منسوب ہے لہذا مشرب شطار

کا فکری نظام اور روحانی فلسفہ بایزید کے افعال و اقوال کے ارد گرد گھومتا ہے۔ بایزید بسطامی

کا مشورہ کہ:

اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے کرامات دی گئی ہیں،
یہاں تک کہ وہ ہوا میں اڑتا ہو، پھر بھی تم اس سے دھوکہ نہ
کھانا، یہاں تک کہ تم یہ دیکھ نہ لو کہ وہ اوامر و نواہی، حدود اللہ
کی حفاظت اور شریعت کی پابندی میں کیسا ہے۔“ ۱۲

اور ان کا یہ قول کہ:

میرے اس لباس کے اندر خدا کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔ ۱۳

پابندی شریعت کے براہین ہیں اور شطاری مشائخ نے اپنی زندگی اور تعلیمات میں اسے
ہر وقت مد نظر رکھا ہے یہ بات اور ہے کہ اپنی پابندی شرع کے اقرار میں انھوں نے نقشبندی
بزرگوں کی طرح اعلان اور جوش و خروش کا اظہار نہیں کیا۔ وصول الی اللہ کے لئے ہر منزل
پر پابندی شریعت کا احترام مشائخ شطار کا شیوہ ہے جسے بار بار اپنی تصانیف میں انھوں نے بیان
کیا ہے اور اپنی زندگیوں میں اس کا صحیح التزام رکھا ہے۔ ان کا ایمان تھا کہ تمام اذکار و اشغال
و اوراد سے بس یہی مراد ہے کہ بندہ اپنے خالق کے اوصاف میں گم ہو جائے اور یہ صرف پابندی
شریعت سے ممکن ہے:

نظریاتی افکار و تعلیمات

سلسلہ شطاریہ کے سرخیل حضرت بایزید بسطامی کے عظیم معاصر اور ان کے خیالات کے
مداح حضرت جنید بغدادی کا بیان ہے۔

”بایزید نے اپنے علم توحید کے بعض پہلو بیان کئے ہیں جن میں ایک ایسے قدیم

اور ابتدائی قسم کے طریق فکر کی نشاندہی ہوتی ہے جو صرف مبتدیوں کے لئے موزوں ہے۔ ۱۴۔

بایزید سے منسوب دعویٰ:

سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِی

یا ان کا یہ فرمانا کہ:

خدائے تعالیٰ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور مجھ سے فرمایا کہ،

اے ابویزید میری مخلوق تجھے دیکھنا چاہتی ہے!

میں نے جواب میں عرض کیا،

تو مجھے اپنی وحدت میں گم کر دے اور مجھے پوری طرح اپنالے تاکہ جب تیری

مخلوق مجھے دیکھے تو کہے کہ:

میں نے تجھے دیکھا، تو ہی وہ (خدا) ہے۔ ۱۵۔

اور اس قبیل کے دوسرے بیانات اسلامی تصوف میں فلسفہ وحدت الوجود اور نظریہ فنا کی

بنیاد بتائے جاتے ہیں۔ ۱۶۔ تصوف اسلام میں بایزید بسطامی کو صاحب رائے و اجتہاد تسلیم کیا گیا

ہے۔ لیکن تاریخ تصوف کے طالب علم کو ان کے خیالات و افکار کا تجزیہ کرتے وقت شیخ الاسلام

عبداللہ انصاری پیرہروی کا قول ہے:

ان (بایزید) کے بارے میں بہت سی باتیں مشہور کر دی گئی ہیں۔ ۱۷۔ پیش نظر رکھنا

ضروری ہے اس کے باوجود اس بات میں شبہ کی قطعی گنجائش نہیں کہ اسلامی تصوف میں نظریہ توحید

کے چشمے بایزید کے اقوال سے پھوٹے ہیں اور نظریہ وحدت الوجود کے عظیم فلسفی شیخ محی الدین

ابن عربی (م۔ ۱۲۴۰) بایزید بسطامی کے خیالات سے بے حد متاثر تھے۔ لیکن وحدت الوجود کا

نظر یہ ہمیشہ یکساں نہیں رہا اور نہ ہی مشائخ شطار نے ہمیشہ اس نظریہ کو بحیثیت ایک لازمی فکری عنصر کے اپنایا ہے بظاہر بایزید بسطامی نے جس وحدت میں اپنے آپ کو گرانا چاہا تھا وہ اسی اخلاق الہی سے متصف ہونا مراد ہے جس کی طرف گزشتہ سطور میں اشارہ کیا گیا۔ مشائخ شطار اس معاملے میں اپنے انفرادی خیالات رکھتے تھے۔ شیخ رکن الدین احمد شطاری نے تمام اذکار و اشغال مشرب شطار کا حاصل یہ بتایا ہے کہ سالک پر تو حید حقیقی منکشف ہو جائے۔ ۱۸۔

میر امام الدین راجکیری نے ذاکران و شاغلان پر ظہور انوار کے اثرات کا ذکر فرماتے ہوئے نظریہ وحدت الوجود کے منفی اثرات پر نکتہ چینی کی ہے:

احتمان وجودیہ کہ ایں دید راصل کار داشتہ از ہمہ طاعات و عبادات دست باز کشند خود را
او اصل حق دانند۔ ۱۹۔

لہذا یہ خیال کہ مشائخ شطاری لازمی طور پر فلسفہ وحدت الوجود کے پیرو تھے۔ غلط اور گمراہ کن ہے۔ ۲۰۔

سلسلہ شطاریہ کے مشائخ نظریہ فنا کے پیرو کار تھے اور یہ نظریہ بھی بایزید بسطامی سے منسوب ہے۔ ان کے لئے مشہور ہے کہ انھوں نے فنا کی تعلیم ایک ہندوستانی نو مسلم وارذ خراسان ابوعلی سندھی سے لی تھی اور بایں ہمہ بعض مستشرقین خیال کرتے ہیں ان کا نظریہ فنا ہندوستانی یوگ کی روایات کا مرہون منت ہے، کیونکہ ابوعلی سندھی ہندوستان سے یہ فلسفہ لے کر بایزید تک پہنچتے اور خود بایزید سے تو حید و حقائق کی تعلیم حاصل کی۔ ۲۱۔ مگر یہ خیال صرف قیاس پر مبنی ہے اور قیاس کی بنیاد پر ان کے نظریہ فنا کا منبع ویدانت قرار نہیں دیا جاسکتا، ۲۲۔ اور اگر مان لیا جائے کہ اصول فنا ہندوستان کے بدھی روایات سے اختیار کیا گیا پھر بھی فلسفہ نروان سے اس کی مطابقت نہیں کی جاسکتی۔ ۲۳۔

بایزید بسطامی اور بعد میں شطاری مشائخ نے فنا کے حصول کے لئے زبردست مجاہدے کیے اور ریاضت شاقہ کو اپنایا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے معرفت کیسے حاصل کی تو انھوں نے جواب دیا کہ پیٹ کو بھوکا اور بدن کو ننگا رکھ کر۔ ۲۴ ایک بار انھوں نے فرمایا کہ۔

میں نے تیس سال تک مجاہدہ کیا۔ ۲۵

شیخ محمد غوث گوالیاری کے پیرومرشد شیخ ظہور حاجی حمید حضور نے انھیں تلقین باطنی کے بعد ریاضت و مجاہدات کے لئے چنار کے جنگلوں میں روانہ کیا تھا، جہاں شیخ گوالیاری بارہ سال اور کئی مہینوں تک ریاضات میں مشغول رہے اور برسوں درختوں کے پتے کھا کر مجاہدات پورے کئے۔

مشائخ شطاری نے اپنی توانائی نظریاتی مسائل کی بحث و تہیص میں ضائع کرنے کے بجائے اعمال و اشغال اور ریاضت شاقہ میں گزرا تا زیادہ مناسب سمجھا یہاں تک کہ نوافل کے ترک کو بھی مشرب شطاری میں روار کھا گیا۔ میرامام الدین نے اس سلسلے میں ایک بار شیخ رکن الدین احمد سے استفسار کیا۔ ۲۶

بندہ نے التماس کیا کہ، کیا ترک نوافل	بندہ التماس فرمودہ کہ معمولی مشرب شطاری
مشرب شطاری کا معمول ہے۔ فرمایا کہ تمام	ترک نوافل است۔ فرمودند کہ جمیع نوافل
نوافل ترک کر کے شغل باطن کی طرف متوجہ	ترک وہند مشغول بہ شغل باطن شوند۔
ہو، نوافل اس مشرب میں شغل باطن کے	فرمودند نوافل دریں مشرب سدراہ شغل
لئے سدراہ ہے لیکن جو کچھ حقوق شرعی ہے	باطن است۔ انچہ حقوق شرعی است آں
اس کے ترک کا حکم نہیں پہلے شرعی احکام	راترک دادن کجا آمدہ است۔ اول
کو پورا کریں۔ پھر طریقت میں آئیں۔	داد شریعت دادہ در طریقت می آیند۔ ۲۷

روحانی تعلیمات:

مشائخ شطار کی روحانی تعلیمات، سوز و مستی، جذب و شوق سے لبریز ہے۔ شطاری مشائخ کی تصنیفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بزرگان ہمہ وقت اذکار و اشغال کی فکر میں سرگرداں رہتے تھے۔ ان کے ملفوظات کا مجموعہ ہو یا مشرب شطار پر ان کی تحریر ایک ایک لفظ سے روحانی تعلیمات میں ان بزرگوں کی گہری دلچسپی عیاں ہوتی ہے۔ روحانی تعلیمات پر بحث کرتے وقت ضروری ہے کہ شروع میں نماز عشق کا ذکر کیا جائے، اس کی تعریف اور اس کے اثرات کا ذکر نہیں مل سکا، لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ چونکہ سلسلہ شطاریہ جو طیفوریہ بسطامیہ کے نام سے مشہور تھا۔ عشق و مستی پر زور کی وجہ سے سلسلہ عشقیہ بھی کہا جاتا تھا ممکن ہے اسی نسبت سے نماز عشق مروج ہوئی ہو۔ شیخ رکن الدین احمد نے نماز عشق بطریق مشرب شطار کا طریقہ بیان کیا ہے۔

۱۔ نماز عشق بطریق مشرب شطار:

سورۃ فاتحہ کے بعد سانس روک کر، اللہ اللہ سمیع و بصیر و علیم کے ارادے سے کہیں تاکہ سانس مددگار ہو اس کے بعد رکوع میں سانس روک کر اللہ کہیں اسی طرح تمام ارکان میں اس قاعدے کا خیال رکھیں۔

۲۔ ذکر و اذکار:

مشرب شطار میں ذکر و اذکار پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، ہر ذکر اپنا خاص اثر و رنگ رکھتا ہے مگر سب کا مقصد اصلاح قلب و نفس ہے۔ مشائخ شطار ذکر خفی اور ذکر جہری کا استدلال قرآنی آیت **وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرَّعًا وَ خِيفَةً وَ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ** - ۲۸ اور اپنے پروردگار کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف

اور پست آواز سے صبح و شام یاد کرتے رہو اور دیکھنا غافل نہ ہونا) سے کرتے ہیں۔

مشائخ شطار خیال کرتے ہیں کہ ذکر کے لئے ایک ہزار ایک طریقے ہیں۔ جس شخص کا کثود کار جو ذکر ہوتا ہے وہ اس میں مشغول ہوتا ہے۔ ۲۹ نقشبندی مشائخ اور مشرب شطار میں طریقہ ذکر کا فرق واضح کرتے ہوئے شیخ رکن الدین احمد شطاری بیان کرتے ہیں کہ:

نقشبند بان ذکر آخریٰ با از بلندی کنند و شطاریان ہر ذکر را ذکر آخریٰ شمرده با از بلند کنند۔ ۳۰

بعض مخصوص اذکار جن کا بار بار ذکر آیا ہے اور جو مشائخ شطار عمل کرتے تھے یہ ہیں۔ ۳۱

(الف) ذکر نفی و اثبات:

(ب) ذکر ہشت رکنی۔

(ج) ذکر توحید ناب ہفت تختہ اذکار۔

(د) ذکر سہ پایہ۔

اذکار سے دل کو اللہ کے نور کے قابل بنایا جاتا ہے۔ اس میں خشیت الہی نرمی اور تازگی لا کر گداز پیدا کرتی ہے تاکہ دل التعظیم لا المر اللہ والشفقت علی خلق اللہ کا سرچشمہ بن جائے اور توحید حقیقی اس پر منکشف ہو سکے: ۳۲

از ذکر ہمہ نور فزاید مرا در راہ حقیقت آوردہ مگر را

در صبح نماز شام و در خود ساز خوش گفتن لا الہ الا اللہ را

ذکر نفی و اثبات کو صوفیائے کرام سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں یہ وہی ذکر ہے جس کی تعلیم

رسول اکرمؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دی تھی۔ لا الہ الا اللہ صرف معنویت کی نفی نہیں بلکہ لا الہ

الا اللہ لا موجود الا اللہ لا مقصود الا اللہ وغیرہ اس میں شامل ہیں۔

ذکر ہشت رکنی، مشرب شطار کا خاص ذکر ہے اس میں ارکانِ ثمانیہ میں سے ہر کا اپنا مخصوص اثر و فائدہ ہے۔ ارکان کی تفصیل میرا امام الدین راجکیری نے یوں دی ہے: ۳۳

- ۱۔ رکن اول، ب،
- ۲۔ رکن دوم الف،
- ۳۔ رکن سیوم، ص
- ۴۔ رکن چہارم، م
- ۵۔ رکن پنجم، ث
- ۶۔ رکن ششم، ش
- ۷۔ رکن ہفتم، م
- ۸۔ رکن ہشتم، و ۳۳

ذکر توحید ناب یافت تختہ اذکار کو میرا امام الدین راجکیری نے، معارف خواجگان این فقیر لکھا ہے۔ ۳۴ ہفت تختہ یا الواح سبعہ کی تشریح انھوں نے یوں فرمائی ہے:

- ۱۔ تختہ اول مہات صفات ہے یعنی سمیع بصیر علیم
- ۲۔ تختہ دوم 'پنج نبات' ہے۔
- ۳۔ تختہ سیوم ہفت ملفوف مفتاح الغیب، ہے۔
- ۴۔ تختہ چہارم 'اخوات' ہے۔
- ۵۔ تختہ پنجم ہفت ملاحظات با صرف ندا ہے۔

۶۔ تختہ ششم، ختم ملاحظات با حرف ندا ہے۔

۷۔ تختہ ہفتم، توحید ناب ہے۔

توحید ناب، اس ذکر کالب لبا ہے۔ اس ذکر کے ساتھ ذکر ہفتہ پیکریا 'ذکر صفات سبعہ'

کا بھی بیان آیا ہے جو مشرب شطار کا معمول تھا۔ ۳۵

ذکر ۳ پایہ کے لئے شیخ رکن الدین احمد شطاری کا خیال ہے کہ یہ ذکر:

یکے از کلیات اشغال اذکار مشرب شطار است۔ ۳۶

تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

۱۔ اول سہ پایہ ثمانیہ۔

۲۔ دوم سہ پایہ سات صفات۔

۳۔ سیوم سہ پایہ ذاتی یا اسم ذات

۴۔ چہارم سہ پایہ مربوط۔ ۳۷

میر امام الدین راجگیری نے اخیر ۳ پایہ مربوط بطور چہارم مذکور ہوا ہے اس کی

مزید تشریح کے لئے اپنے مرشد سے عرض کیا کہ اسے مربوط کیوں، کہا گیا، جواب ملا:

اسماء الہی جلالی اندو جمالی مشترک اندیک ۳۷ اسماء الہی جلالی اور جمالی دونوں ہیں اور ایک

پایہ باسم جلالی ودیگرے باسم جمالی وآنکہ مشترک سہ پایہ اسم جلالی اور جمالی دونوں میں مشترک

است رابطہ ہر دو طرف است و مربوط بمعنی بستن ہے اور جو مشترک ہے اس کا رابطہ دونوں طرف

است بمعنی بستہ جلال و جمال است ۳۸ ہے اور مربوط، جوڑنے کے معنی میں استعمال ہوا

ہے یعنی جلال و جمال کو جوڑنے ملائے والا۔

۳۔ شغل آئینہ:

مشرّب شطار کے روحانی اشغال میں شغل آئینہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، مشائخ اپنے مریدین کو اس کی تعلیم دیتے تھے۔ شغل آئینہ دراصل، قصور شیخ، کا عمل ہے جس میں خود نمائی تو ہے مگر خود کو بمثال غیر دیکھنا پڑتا ہے یعنی خود کو بمثال شیخ دیکھتے ہیں۔ مغل بادشاہ ہمایوں، شغل آئینہ کا دلدادہ تھا اور اس سلسلے میں اس کی ایک رباعی بھی ہے۔ ۳۹

در آئینہ گرچہ خود نمائی باشد پیوستہ ز خویشتن جدائی باشد
خود را بمثال غیر دیدن عجب است ایں بوالعجبی کار خدائی باشد
دوسرے سلاسل میں بھی یہ شغل ہے۔ حضرت خواجہ امیر کلاں نقشبند کے ذکر میں آیا ہے کہ تصور شیخ میں انھیں شیخ کی صورت ظاہر نہیں ہوتی تھی لہذا ان کے پیر نے مشورہ دیا کہ ظرف میں پانی لے کر اس میں مشق کریں، ایسا کرنے سے انھیں کامیابی ملی اور نقش پیر ظاہر ہوا۔ ان کے شیخ نے اس کے بعد انھیں امیر کلاں، نقشبند کا لقب دیا، جو سلسلہ نقشبندیہ کی وجہ تسمیہ بھی بتایا جاتا ہے۔ ۴۰

اس طرح شغل ظرف یا طشت میں شروع ہوا۔ بعد میں آئینہ پر مشق ہونے لگی۔ شیخ رکن الدین احمد شطاری سے دریافت کیا گیا کہ شغل آئینہ میں آئینہ لازمی ہے، ارشاد ہوا۔

لازم نیست کہ آئینہ باشد کہ شغل کردہ لازم نہیں ہے کہ آئینہ پر ہی شغل کیا جائے بلکہ
شود۔ بلکہ خواجہ مودود چشتی و رزش در طشت خواجہ مودود چشتی تو طشت آب پر مشق کرتے
آب طالبان را شغل کنانیدند۔ ۴۱ تھے اور طالبان کو شغل کراتے تھے

۴۔ دعوت اسماء:

مشرّب شطار کا مرغوب ترین شغل دعوت اسماء ہے، مگر سب سے زیادہ غلط فہمی بھی مصنفین

مورخین کو اسی شغل شطار سے ہوئی جس کا ذکر کیا جائے گا۔ پہلے یہ عرض کر دیا جائے کہ دعوت اسماء کیا ہے۔ حضرت ابوزید بسطامی کی ایک حکایت سے یہ واضح ہو جائے گا:

”ابوزید رحمۃ اللہ علیہ کے خادم سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابوزید کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: ابوزید! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس اللہ کا اسم اعظم ہے۔ براہ کرم آپ مجھے اس کو سکھا دیجئے اسے سیکھنے کی مجھ کو بڑی خواہش ہے۔ حضرت ابوزید نے تعظیم و احترام کے جذبہ کے ساتھ فرمایا۔ اللہ کا کوئی نام اسم اعظم نہیں اللہ کے اسمائے حسنی کہنے کو محدودے چند ہیں، مگر بلحاظ عظمت ان گنت اور لامحدود اپنے دل کو اس کی وحدانیت کے نور سے منور کر لو۔ دوسرے آقاؤں کو دل سے باہر کرو، پھر جو نام لے کر چاہو اس کو پکارو اور دیکھو کیا ہوتا ہے۔ ان اسماء میں سے کسی ایک اسم گرامی کے سہارے ہی تم نہ صرف یہ کہ پل بھر میں مشرق سے مغرب تک اڑتے پھرو گے بلکہ حیات و ممات کا پیام بن جاؤ گے۔ اس آدمی نے یہ سن کر کہا سبحان اللہ کیا ایسا ممکن ہے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں کیوں نہیں؟ الوالعزم اہل دل کے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں، کیونکہ ہر چیز کلمہ الہیہ ہی کا نتیجہ ہے، البتہ یہ رتبہ بلند ہر کس و ناکس کو حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے حامل تو مخصوص بندگان خدا ہی ہوتے ہیں جو اس کو موقع اور محل کی رعایت سے برتتے ہیں اور جن کے عزم و ہمت کی نگاہ عرش بریں سے کم پر ٹھہرتی ہی نہیں، آدمی نے کہا اس مرتبے پر بھلا کون فائز ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا جی ہاں صرف وہ شخص جو قرب اور وصال کے مقام تک پہنچ چکا ہو“ ۲۴

عہد مغلیہ کے عظیم مؤرخ شیخ ابوالفضل نے شیخ محمد غوث گولیاری اور ان کے برادر بزرگ شیخ محمد پھول کے تئیں جو معاندانہ رویہ اختیار کیا اس کے نتیجے میں اس نے جواہر اسماء کا ذکر کرتے

ہوئے یہ بھی تحریر کیا کہ شیخ محمد پھول سحر افسوں رکھتے تھے۔ ۴۳ بظاہر ابو الفضل نے شیخ محمد پھول کو نیچا دکھانے کی غرض سے یہ تحریر کیا ہوگا لیکن تاریخ مغلیہ کے مآخذ کے انگریزی مترجمین کے ذہن و دماغ پر اس نے بڑا گہرا اثر چھوڑا، غالباً اسی کے زیر اثر سرو لنزی ہیگ نے جواہر اسماء کا ترجمہ بھوت پریت کا سائنس (Science of Exorism) کیا ہے۔ ۴۴

کیا دعوت اسماء صرف شطاریہ سلسلے میں رائج ہے، نہیں! شیخ رکن الدین احمد شطاری فرماتے ہیں:

ایں مشرب بہمہ سلاسل جا ریست۔ ۴۵

لیکن مشائخ اس کی تعلیم کس طرح دیتے تھے۔ ملفوظات رکن الدین شطاری میں درج ہے:

..... اس کے بعد اظہار و تلقین کا ذکر ہوا۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ ابوسعید ابوالخیر ۴۶ کی روش مشرب شطاری کی وضع پر ہے۔ چنانچہ گلشن راز میں ان کی روش تلقین کا بیان ہے کہ اگر کوئی طلب خدا کی غرض سے حضرت کے پاس آتا تو آپ طالب کے سامنے اسمائے الہی کا ورد کرتے اور جس اسم سے طالب کے چہرے پر تبدیلی پیدا ہوتی، اسی اسم میں مشغول کر دیتے تاکہ اس اسم کے آثار اس پر ختم ہو سکیں۔ اس کے بعد پھر اسی نہج سے اسمائے الہی پڑھتے، جس اسم پر تغیر رونما ہوتا دوبارہ اسی اسم میں مشغول فرماتے تاکہ سالک کا کام پورا ہو جائے۔ ۴۷

شیخ محمد قاضی شطاری کے ملفوظات میں دعوت اسماء کی تعلیم تفصیل سے درج ہے۔ شیخ خود اسماء کا ذکر کرتے تھے اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ ان کے بیان میں تحریر ہے۔

ہر کہ خواہد بکلیہ مشغول حق گرد و یا قدوس بہر حالے و ہر کارے کہ باشد شب و روز ایں اسم

گفتہ باشد کلاً و جملہ مشغول حق گردو۔ ۴۸

ملفوظات کے مؤلف مزید تحریر کرتے ہیں:

چند کساں را محمد علاء المعروف بہ قاضی ابن علاء ترہتی اسم مذکورہ را اجازت کردہ یکساں کم و بیش مشغول شدند۔ ۴۹

شیخ محمد قاضی شطاری اپنے پیرومرشد کا بیان نقل کرتے ہیں کہ شاہ عبداللہ شطاردعوت اسماء کے اثرات کے سلسلے میں فرماتے تھے:

ہرچہ دین دنیا برہن است صدقہ ایں اسماء است

یا کافی یا غنی یا فتاح یا رزاق یا کریم ذی الطول ۵۰

شیخ محمد قاضی شطاری اس ذکر کے بعد گویا ہیں:

بجہت فتح دارین وغنی باید کہ بریں اسماء مداومت نماید، و سہ صد و شصت کرہ روزینہ

بخواند۔ ۵۱

۵۔ تسخیر عناصر:

دعوت اسماء کے اثرات سے مشائخ شطار کو عظیم روحانی مراتب حاصل ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ قُرب اور وصال کے مقام پر فائز المرام ہوئے۔ کچھ لوگوں نے مشائخ شطار کی اس عظیم روحانی ترقی کو جو دراصل ظہور انوار اسمائے الہی کے نتیجے میں تھا یہ سمجھ لیا کہ مشائخ نے تسخیر عناصر کا یہ طریقہ بھکتی تحریک کے سیو۔ شاکت فرقہ کے نیم روحانی طریقوں سے اخذ کیا تھا لیکن یہ خیال گمراہ کن ہے۔

۵۲ تسخیر عناصر کے معاملے میں مشائخ شطار کے لئے بایزید بسطامی کا یہ فرمان چراغِ راہ تھا:

”ایک شخص نے بایزید سے پوچھا۔ حضرت کیا یہ صحیح نہیں کہ آپ ہوا اور

پانی پر سے بہ آسانی گزر جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سادہ لوح انسان! چڑیا بھی تو پانی اور ہوا پر بے تکلف گزرتی ہے۔ مومن تو بہر حال چڑیوں سے افضل ہے اور ساتوں زمینوں اور آسمانوں اور عرش و کرسی وغیرہ سے باری تعالیٰ کے نزدیک اشرف ہے۔ ۵۳

۶۔ یوگ کے اثرات:

تصوف اسلام کے اعمال و اشغال پر فلسفہ یوگ کے اثرات ابتداء سے پائے گئے ہیں۔ تصوف اسلام کے ایک اہم ستون اور مشرب شطار کے سرخیل بایزید بسطامی کے افکار و نظریات پر ہندوستانی فلسفہ اور یوگ کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ تصوف کے ساتھ ہندوستانی روایات اور یوگ کا تعلق تاریخ تصوف کے طالب علموں کے لئے دلچسپی کا موضوع رہا ہے۔ ہندوستان کی سرزمین پر چشتیہ سلسلہ نے سب سے پہلے اپنے قدم جمائے، اس سلسلے کے ایک عظیم بزرگ شیخ فرید الدین گنج شکر کی خانقاہ میں یوگیوں کی آمد و رفت تھی۔ ۵۴ شیخ کی خانقاہ میں شیخ نظام الدین اولیاء سے یوگیوں نے عالم علوی اور عالم سفلی پر گفتگو کی۔ ۵۵ شیخ گنج شکر کی ریاضت میں ایک ریاضت چلہ معکوس یا نماز معکوس بھی تھا کہا جاتا ہے۔ ۵۶ کہ چشتیہ سلسلے کے مشائخ میں یہ ریاضت مقبول رہی ہے۔ ۵۷ لیکن یہ نماز کوئی شرعی جواز نہیں رکھتی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

چشتیوں میں ایک نماز رائج ہے، جسے صلوٰۃ معکوس کہتے ہیں، ہم نے احادیث نبوی یا فقہاء کے اقوال میں اس کا کوئی جواز نہیں پایا۔ لہذا ہم نے اس پر زیادہ بحث نہیں کی ہے اس کا شرعی جواز صرف خدا کو معلوم ہے۔ ۵۸

مشائخِ مقتدین میں شیخ ابوسعید ابوالخیر نے یہ ریاضت کی تھی اور فرماتے تھے کہ خود رسول اکرم ﷺ نے نماز معکوس ادا کی تھی۔ ۵۹ ہندوؤں کے اردکھی فرقہ کے سادھوؤں میں اس قسم کی ریاضت عام تھی کہ یہ لوگ درخت کی شاخ یا کسی سہارے سے اُلٹے لٹک کر عبادت کرتے تھے۔ ۶۰ چونکہ شیخ فرید الدین گنج شکر کی خانقاہ میں یوگیوں کی آمد و رفت تھی، لہذا یہ بات بعید از قیاس، نہیں کہ شیخ نے یہ ریاضت یوگیوں سے مستعار لی ہو۔ چشتیہ سلسلے کے علاوہ نقشبندیہ طریقہ جو اپنی قدامت پسندی کے لئے مشہور ہے اس سلسلے کے بعض مشائخ نے یوگ کی تعلیمات کو اپنایا خواجہ محمد ناصر عندلیب اور ان کے صاحبزادے خواجہ میر درد کی تصنیفات سے یوگ میں ان کے غیر معمولی انہماک کا اندازہ ہوتا ہے۔ خواجہ محمد ناصر عندلیب نے لوگوں کے چوراسی آسنوں کی تشریح پیش کی ہے۔ ۶۱ ہندو مذہب اور اس کی تعلیمات کی تشریح کے سلسلے میں مرزا مظہر جان جان کا مکتوب چہار دہم تصوف کی تاریخ میں آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

یہ سب ہوتا رہا مگر سلسلہ شطاریہ کے مشائخ کی خدمات اور وسیع المشرابی کے معاملے میں ان کی مساعی کو تاریخ ہند میں بہ نظر تعصب دیکھا گیا اور جارحانہ تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ شیخ محمد غوث گوالیاری کے تیس شیخ علی متقی اور شیخ گدائی کا رویہ۔ اول الذکر کے بعض بیانات جو انہوں نے عروجِ حال میں وسکروستی کے زیر اثر تحریر کئے تھے اسی کے رد عمل کا نتیجہ تھے۔ ۶۳ موخر الذکر دونوں بزرگوں کا یہ رویہ ان کے مذہبی رجحان اور جذبہ شریعت کا ترجمان ہے۔ اس سے شیخ محمد غوث گوالیاری اور مشرب شطار کو وسعت ملی کوئی ناقابل تلافی نقصان نہیں ہوا۔ سترھویں صدی میں دہلی اور اس کے نواح میں نقشبندی سلسلے کے مشائخ نے اپنا سکھ قائم کیا، ریاست اور حکمران طبقے سے انہوں نے روابط بھی پیدا کر لئے۔ ایک طرف نقشبندیوں کے زورِ احیائیت

نے حکومت وقت کی پالیسیوں کو متاثر کیا اور دوسری طرف وسیع المشرَب روحانی سلاسل کی جانب اُن کے متعصب رویہ نے مشرب شطار کو پس پشت ڈال دیا۔ ۶۴

شطاری مشائخ نے اذکار عربی و فارسی اور ہندی کو اپنے اعمال میں شروع سے روارکھا ہے۔ شیخ محمد قاضی شطاری کے ملفوظات میں ہندی اور اذکار کا کوئی ذکر نہیں آیا ہے۔ مگر ان کے ایک مرید سید جلال الدین کے پوتے میر سید جعفر قادری رشیدی شطاری نے ایک رسالہ شطاریہ تحریر فرمایا تھا۔ جس میں انھوں نے عربی اور فارسی اذکار کے ساتھ ہندی اذکار بھی جمع کئے تھے اور ”سلوک جگہ“ پر تفصیلی بحث کی تھی، مگر یہ رسالہ اب نایاب ہے۔ خوش قسمتی سے شطاری روایات کے عظیم جامع میر امام الدین راجگیری، میر سید جعفر کے صاحبزادے میر سید اسلم سے مجاز تھے اور ان کے برادرِ کلاں سے انھوں نے بعض اوراد و اشغال کی اجازت لی تھی۔ ۶۶ میر امام الدین نے ان تمام اشغال کو جن میں سلوک یوگ بھی شامل ہے۔ اپنی گراں قدر تصنیف مناہج الشطار میں جمع کر دیا ہے۔ ۶۵ ایک ہندی ذکر ملاحظہ ہو:

ہوں اُوہی ہے

اوہن تن

اے سہین تن

ایں ہاں تن! ایں ہاں تن!!

ہوں ہوں

اوہاں تن

اوہی، یہی انہی!!

شیخ رکن الدین احمد شطاری کے ملفوظات میں شیخ فرید الدین گنج شکر سے منسوب ایک 'ہندی ذکر' کا بیان ہے۔ ملفوظات کے مرتب تحریر کرتے ہیں۔

شیخ فرید الدین گنج شکر بزبان ہندوی شغل می کردند۔ ۶۶
شیخ گنج کا شکروہ ہندوی شغل یوں ہے۔

اُہوں تون! اہون تون! اہیمن تون۔ ۶۷

سلسلہ شطاریہ کے ایک اہم بزرگ شیخ بہاء الدین کے رسالہ شطاریہ میں بھی یوگ آسن اور سادھی (بمعنی چلہ خانہ یا ذکر کے لئے ایک مخصوص جگہ) کے ساتھ ساتھ جس ہندی ذکر کا بیان ہے وہ اسی طرح ہے۔ ۶۸

مذکورہ بالا اذکار سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ محمد غوث گوالیاری سے قبل بھی یوگ آسن اور ہندی اذکار جو دراصل سنسکرت کے بعض اشلوک کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں۔ شطاری مشائخ میں رائج تھیں۔ خود شیخ گوالیاری کے پیرومرشد ظہور حاجی حمدی حصور نے جس طرح کی ریاضات شاقہ اُن سے کرائیں، پہاڑوں اور غاروں میں چلہ کش رکھا اور درختوں کے پتوں سے غذا بہم پہنچائی، یہ سب یوگ کے اثرات کا نتیجہ تھا۔ امرت کنڈ جسے شیخ گوالیاری نے بحرالحیات کے نام سے ترجمہ کیا بہت پہلے سے صوفی حلقوں میں عموماً اور شطاریوں میں خصوصاً مروج تھی۔ خود شیخ محمد غوث، بحرالحیات کے تعارف میں تحریر فرماتے ہیں:

مسلمانوں میں اس کتاب (امرکنڈ) کی مقبولیت کی وجہ یہ ہے کہ جب سلطان علاؤ الدین یعنی علی مروان علاء الدین خلجی (۱۲۹۶ء-۱۳۱۶ء) نے بنگال فتح کیا اور وہاں اسلامی حکومت کی

ابتداء ہوئی تو اس کی خبر کا مروپ پہنچی۔ علاقہ کا مروپ کا ایک مشہور فاضل، جس کا نام مکامہ یوگی تھا اور جو علم یوگ کا ماہر تھا۔ عالموں سے مناظرے کی غرض سے لکھنؤتی پہنچا۔ بروز جمعہ اس نے جامع مسجد آ کر عالموں کی مجلس کا پتہ دریافت کیا۔ لوگوں نے اسے قاضی رکن الدین سمرقندی کی مجلس میں بھیج دیا۔ وہاں اس نے عالموں سے سوال کیا! تم لوگ کس کی عبادت کرتے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا: ہم لوگ خدائے پاک و بے عیب کی عبادت کرتے ہیں۔ اس نے پوچھا مذہب اسلام کا بانی کون ہے؟ جواب ملا محمد ﷺ۔ یوگی نے پوچھا: تمہارے امام نے روح کے مسئلے میں کیا بتایا ہے؟ عالموں نے کہا: روح کو خدا کا حکم بتایا گیا ہے۔ یوگی نے کہا: میں نے برہما و شنو اور مہیش کی کتابوں میں بالکل ایسا ہی لکھا دیکھا ہے۔

بعد ازاں یوگ مشرف بہ اسلام ہوا اور امور اسلامی کی تعلیمات حاصل کرنے لگا۔ کچھ ہی عرصہ میں تمام امور کا ماہر ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے امرت کنڈ، کا علم قاضی کو کو سکھایا۔ قاضی نے اس علم کو ہندی سنسکرت میں لکھ لیا۔ اور اس کے دس حصے کئے لیکن ٹوٹی پھوٹی زبان اور الفاظ کی توڑ مروڑ کی وجہ سے کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ۶۹

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ بحر الحیات، شیخ گوالیاری نے اپنے قلم سے تحریر نہیں فرمایا۔ جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے، بلکہ بطور تقریر یا ملفوظات کے بیان فرمایا اور مریدین

میں سے کسی نے بطور کاتب اسے ضبط تحریر میں لے لیا۔ آگے کی عبارت یوں ہے۔

شیخ محمد غوث نے کامرو سفر اختیار کیا اور اس علم کی از سر نو تلاش کی قصبہ بھڑوچ کے لوگوں کے اصرار پر شیخ کو خیال ہوا کہ اس کتاب میں بہت سے علوم کا ذکر ہوا ہے مگر یہ غیر مربوط ہے لہذا اسے دوبارہ لکھ دیا جائے۔ شیخ جو کچھ بیان فرماتے ہیں یہ غلام (کاتب) اسے لکھ لیا کرتا۔ شیخ گوالیاری کی رشحات قلم کا نمونہ جو ہر خمسہ ہے اس کتاب میں بھی سلوک یوگیہ کی ایک آدھ جھلک دیکھنے میں آتی ہے۔ ایک ہندی ذکر، جس کا شغل شیخ رکھتے یہ ہے۔

ہا ہوی اے

مذکورہ بالا ہندی اذکار سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اذکار یوگ سے لئے گئے ہیں اور یوگ کا مآخذ ویدانت، اُپنیت اور پران ہے۔ اذکار ہندی یا ہندوی کی ابتدا شیخ فرید الدین گنج شکر نے کی۔ شیخ کا زمانہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس وقت بھگتی تحریک کا مرکز ثقل جنوب سے شمالی ہندوستان کی طرف منتقل ہو رہا تھا جہاں بھگتی تحریک تصوف سے متعارف ہوئی مشائخ نے کچھ اذکار و اشغال اس سے مستعار لئے، مگر یہ محض ابتدائی وسیع المشربی کے اس عروج کمال کی جس میں شطاری بزرگوں نے اہم کردار ادا کیا اور شیخ محمد غوث گوالیاری نے اسے پروان چڑھایا۔ شیخ گوالیاری بنفس نفیس کامرو ب تشریف لے گئے جو بھگتی کے سیو۔ شاکتہ فرقے کا ایک عظیم مرکز تھا اور وہاں انھوں نے امرت کنڈ کے علم کو از سر نو دریافت کیا۔

امرت کنڈ کے فاضل یوگی نے لکھنوتی میں علماء کے جواب میں کہا تھا کہ بلاشبہ یہی باتیں

میں نے برہما، وشنو اور مہیش کی کتابوں میں دیکھی ہیں، یوگی کی مراد ویدانت، اپنیشد اور پران سے تھی جو ہندو مذہب کی مقدس الہامی کتابیں ہیں۔ ان کے مطابق دنیا کا خالق ایک ذات برحق ہے اور وہ ذات پر برہم کی ہے جسے برہم بھی کہتے ہیں برہم کی تین صفات ہیں۔ برہما، وشنو اور مہیش۔ ان تینوں کی بھی تین تین صفات ہیں جنہیں ہوا، آگ اور سورج کی علامتوں سے ظاہر کیا گیا ہے۔ ان صفات کا ایک ایک لفظ 'ادم' کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

ا۔ اکار = ہوا

ا۔ اکار = آگ

ا۔ اکار = سورج

اس طرح یہ تینوں صفات اپنی ذات سے ملی ہوئی ہیں جو دراصل ذات حق ہے۔ ۲۔
مشائخ کے شغل دعوتِ اسماء اور ہٹ یوگ میں بڑی مماثلت ہے اور اس مماثلت کی بنا پر مشائخ شطار نے ہندی اذکار مستعار لئے۔ انہی آئیں اور انہی سے مراد تینوں اسماء و صفات ہیں جن کا ذکر اپنیشد میں آیا ہے۔ مشرب شطار نے انہیں اپنا کروسیع المشربی کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم فرمایا: ۳۔

اخلاقی تعلیمات

تصوف اسلام کی تحریک دراصل مکارمِ اخلاق کی درستگی اور انسان کے ظاہر و باطن کے اصلاح کے تحریک تھی۔ صوفیائے متقدمین نے اپنے اصلاحی پروگرام میں ان باتوں پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ شطاری مشائخ نے بھی اپنے لائحہ عمل میں اخلاق کی درستگی اور اعمال کی پاکیزگی کو مد نظر رکھا۔ ایک درویش کامل کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ظاہر احکامِ شرعی کے عین مطابق

اور باطن ابدی حقیقت سے آشنا ہو۔ ۳۔ حقیقت کے راستہ پر گامزن ہونے سے یہ معرفت کا حصول ممکن ہے۔ ۴۔ شیخ محمد قاضی شطاری نے شریعت کو کشتی، طریقت کو سمندر اور حقیقت کو سمندر کی تہہ میں پائے جانے والے موتی سے تشبیہ دی ہے۔ ۵۔ یعنی سالک راہِ خدا، شریعت کی کشتی میں سوار ہو کر طریقت کے سمندر سے حقیقت کے دُر آبدار کا جو یا ہوتا ہے۔

شطاری مشائخ کے مطابق جو شخص اپنی خواہشوں کا غلام ہوگا وہ کبھی راہِ خدا کا سچا طالب نہیں ہو سکتا۔ انسان کو حسد، خود ستائی، بخالت، غرور و تکبر، خود بینی، غصہ انتقام اور اپنے خواہ مخواہ کے اظہار تقدس سے دور رہنا چاہئے جس طرح ایک ناپاک جسم سے پاکیزہ لباس کے باوجود عبادت قبول نہیں ہوتی۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کسی شخص کے دل و دماغ میں بُرے خیالات ہوتے ہیں ہر چند کہ اس کا جسم پاک ہو، درحقیقت عبادت میں اسے جمیعت خاطر نصیب نہ ہوگی۔ ۶۔ شیخ محمد قاضی شطاری نے شطار و دینِ کامل کے ذکر میں بیان فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو ارشاد و تلقین کا کام کرتے ہیں۔ انھیں اپنی درویشی کو سرِ عام بدنام نہیں کرنا چاہئے بلکہ اظہارِ کرامت سے پرہیز کرتے ہوئے اپنے مریدین و متوسلین کی راہ نمائی پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ درویشی کو دوکانداری اور کرامت فروشی کا ذریعہ نہ بنانا چاہئے اگر ایسا ہونے لگا تو روحِ تصوف ختم ہو جائے گی اور مشائخ ختم ہو جائے گی اور مشائخ پر سے عوام کا اعتبار جاتا رہے گا۔ ۷۔

سلسلہ شطاریہ کے مشائخ نے ستر احوال کا بڑا لحاظ رکھا ہے۔ باوجودیکہ اس مشرب میں عشق پر زور ہے اور مشائخ نے اپنی زندگیاں سکروستی میں بسر کیں مگر سوائے مراقبہ و مشاہدے کے ان کے پیش نظر کچھ اور مقصود نہ تھا۔ شیخ محمد غوث گوالیاری نے و معراج نامہ کے مندرجات میں

اپنے روحانی عروج و کمال کا جو ذکر فرمایا ہے وہ راہِ سلوک کے ایک خاص مقام کا اظہار تھا اور ان کے فنا فی ذات حق کا ایک وقتی مشاہدہ، لہذا اسے اظہارِ کرامت یا بے ستری پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ سلسلہ شطاریہ کے عظیم علمی و عرفانی آثار میں جو اس سلسلے کے مشائخ کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہیں اس طرح کے بیانات سے گریز ہے۔ مشائخ شطارتو اپنی ریاضات و مجاہدات اور مقامِ عبادت و ریاضت کو بھی اخفا میں رکھتے تھے۔ ۸۔

شیخ گوالیاری کی ولّادیز شخصیت اخلاقِ کریمانہ کی بہترین مثال تھی جس محبت و ملامت سے شہنشاہِ اکبر کو انھوں نے گوالیار کی خانقاہ میں خوش آمدید کہا اور تحائف کے ساتھ وہ جانور بھی ہدیہ کر دیا، وہ اخلاقِ نبوی کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ ہر چند کہ شیخ کی محبت و مرحمت اور سادہ لوحی اکبر کے مشیر ابوالفضل کو حماقت نظر آتی ہے۔ شیخ گوالیاری غیر مسلموں کا استقبال کھڑے ہو کر فرماتے، لیکن بعض متعصب لوگوں نے صرف اس بنا پر شیخ سے ملاقات نہیں کہ شیخ گوالیاری کے اخلاق کا اثر تھا کہ عہدِ وسطیٰ کا عظیم گویا تان سین ان کے روضہ کے احاطہ میں مدفون ہے:

ہمی خواہم کہ گر میرم بکویت

مزارم زیر دیوار تو باشد

مشرّب شطاریہ میں جن امور پر درستگی اخلاقی کے لئے زور ڈالا گیا ہے، ان میں 'سفر' کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ یوں تو اعمال و اخلاق کی درستگی کے لئے سفر مشائخ متقدمین کے وقت سے مقبول رہا ہے۔ عام طور پر مشائخ اپنی اصلاحِ نفس کے لئے اسے اختیار کرتے تھے مگر مشرب شطار نے سفر کے ذریعہ دوسروں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا شاہ عبداللہ شطار کا واضح اعلان کہ:

طالبے ہست کہ بیاید اور ابجد راہ نمائیم

لوگوں کو متاثر کرتا تھا۔ جہاں جو یائے حق مل جاتے وہاں ٹھہر کر ارشاد و تلقین، ورنہ سفر جاری رہتا۔ لیکن یہ تصویر کا صرف ایک رخ ہے۔ مشائخ شطار نے قدماء کی روایت سے انحراف نہیں کیا۔ دوران سفر اگر کسی سے کچھ سیکھنے کا موقع ملتا اور ملاقاتی اس حیثیت کا ہوتا تو وہ اپنی اصلاح بھی فرماتے۔ شیخ محمد قاضی شطاری کو بھیجے گئے ان کے پیام میں یہ بات صاف طور پر واضح ہے۔

مشائخ شطار کی اخلاقی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ سلاطین و امراء ان کی طرف متوجہ ہوتے تھے اخلاق کی بلندی اور اعمال کی پاکیزگی کی مثال شہنشاہ ہمایوں کے اس عریضے سے عیاں ہے جو اس نے جلا وطنی کے زمانے میں شیخ محمد غوث گوالیاری کو لکھا تھا۔ اُن کے مکارم اخلاق سے متاثر ہو کر شیخ ابو الفتح کی اولاد نے اسے جلا دینے کا حکم دیا۔ سلاطین و امراء سے تعلقات کے ذریعہ انھوں نے عوام کی خوشحالی اور بہبودی کے لئے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ غوثی شطاری مشائخ شطار کو ان مساعی کو ایک رباعی میں بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے:

سعی من از برائے فروماندگاں بود

در خدمت کسے نشا بم برائے خویش

ہر کس کہ باکساں بنماید نیاز و ناز

غوثی کہ ہست خسرو وقت و گدائے خویش

مکارم اخلاق پیدا کرنے کے لئے مشرب شطار نے جو شرائط رکھی تھیں اسے رسالہ شطاریہ

میں تین چیزوں کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہے۔ ۹۔

مکارم اخلاق پیدا کرنے کے لئے مشرب شطار نے جو شرائط رکھی تھیں اسے رسالہ شطاریہ

میں تین چیزوں کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہے: ۹۔

۱۔ تقویٰ

۲۔ توکل و قناعت

۳۔ عزلت گزینی

یہ حقیقت ہے کہ مشائخ شطار کا معلم اخلاق ان تین شرائط کے ارد گرد گھومتا ہے۔ ان بزرگوں پر یہ تنقید کہ ان کے فلسفے اور انداز زندگی میں تضاد ہے، لا حاصل ہے کیوں کہ دوسرے سلاسل کے مشائخ کی طرح مشرب شطار نے بھی سفر در وطن اور خلوت در انجمن کے فلسفہ پر عمل کیا ہے۔ ۸۰۔

شیخ عبدالنبی الشطاری

ابتدائی حالات:

عماد الدین محمد عارف ابن شیخ عبداللہ شطاری عہد جہاں گیری کے ممتاز عالم فاضل تھے اپنی عمر کا کافی حصہ انہوں نے عہد اکبری میں گزارا۔ ان کے والد شیخ عبداللہ شطاری کا شمار بھی ممتاز علماء و بزرگوں میں ہوتا تھا۔ تصوف اور علم کی دولت شیخ عبدالنبی شطاری کو اپنے والد سے ورثہ میں ملی تھی۔

ولادت:

شیخ عبدالنبی شطاری کی ولادت اور وفات کی تاریخوں کا حتمی علم تو نہ ہو سکا البتہ اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا عہد سولہویں صدی کے آخر اور سترہویں صدی کے ابتدا کا ہے جیسا کہ ان کی بعض

تصانیف سے معلوم ہوتا ہے۔

صاحب نزہۃ الخواطر نے لکھا ہے۔ ذکرہ الشیخ عبدالحی ابن عبدالحلیم الانصاری اللکھنوی فی طرب الاماثل رأیت فواتح الانوار شرح لوائح الاسرار للشیخ عبدالغنی مکتوباً بخطہ سنة سبع وثمانین ومائین والفاء وکان فی آخرہ قد وقع الفراغ يوم الجمعة ثامن ثانی عشر من عشرين من حادی عشر من الهجرة تجاه مرقد الشیخ الوالد ببلدة آکرہ صالحها الله عن جميع ما یکرہ وتاریخ اتمامہ ”افضال حق“

انتہی

اسی طرح کی عبارت تذکرہ علماء ہند میں بھی ملتی ہے انہوں نے بھی طرب الاماثل کے حوالہ سے نقل کرتے ہوئے ان کا زمانہ ۱۰۲۰ھ متعین کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

”ان کا سال انتقال معلوم نہ ہو سکا فو تح الانوار کے خاتمہ میں جو بتاریخ ۸ ذی الحجہ یوم الجمعة (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء) میں تصنیف ہوئی لکھتے ہیں۔ بروز جمعہ ۸ رذی الحجہ ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱) میں والد بزرگ وار کے مرقد کے پاس شہر آگرہ میں (اللہ تعالیٰ اس کو مکروہات سے محفوظ رکھے فراغ حاصل کیا اور اس کے اتمام کی تاریخ ”افضال“ اس عبارت سے صاحب ترجمہ عبدالنبی شطاری کا زمانہ حیات جیسا کہ ذکر ہوا معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔“ لیکن شیخ عبدالنبی کی ایک اور تصنیف، دستور المفسرین، جو ۱۰۲۱ھ کی تصنیف ہے اس کے خاتمہ پر سن تصنیف دو شنبہ ۲۱ ۱۰۲۱ھ درج ہے اس لئے یہ بات یقینی ہے کہ وہ ۱۰۲۱ھ تک بقید حیات تھے۔

تصانیف:

شیخ عبدالنبی شطاری کی متعدد تصانیف ہیں جن کا ذکر تذکرہ علماء ہند، فوائح الانوار اور نزہۃ الخواطر، میں ملتا ہے ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

- (۱) ذریعۃ النجاة شرح المشکوۃ،
- (۲) شرح النصوص،
- (۳) شرح ترجمۃ النصوص،
- (۴) مختصر الفوائح المسمی بالروائح،
- (۵) شرح اللوائح،
- (۶) شوارق اللغات شرح اللمعات،
- (۷) شرح خلاصۃ العشق،
- (۸) شرح جام جہان نما،
- (۹) شرح الغیۃ،
- (۱۰) شرح شرح نخبۃ الفکر،
- (۱۱) شرح معماء المیسر حسین،
- (۱۲) شرح الجواہر الخمسہ،
- (۱۳) شرح کلید مخازن،
- (۱۴) شرح تحفۃ حل الودود،
- (۱۵) شرح علی حاشیۃ السید علی العہدی المسمی بفیض الخیر،

- (١٦) الرسالة في تعريف الفقر،
- (١٧) رسالة كشف الجواهر،
- (١٨) الرسالة في رسم الذات،
- (١٩) رسالة لطائف العشر في حقيقة البشر،
- (٢٠) الرسالة في المعراج،
- (٢١) الرسالة في شرح خير الاسماء عبد الله وعبد الرحمن،
- (٢٢) رسالة كنوز الاسرار في اشعار الشطار،
- (٢٣) جوامع كلم الصوف،
- (٢٤) مقامات العارفين
- (٢٥) فتوحات المغنمية
- (٢٦) حدائق الانشاء،
- (٢٧) رسالة في النسخ والمنسوخ المسمى بدستور المفسرين،
- (٢٨) بحر الكرام شرح عين العلم،
- (٢٩) حاشية على شرح الجامي من بحث الحال الى المجرورات،
- (٣٠) سواطع الالهام شرح تهذيب الكلام
- (٣١) شرح معراج المؤمنين،
- (٣٢) شرح حديث، كنت كنزاً مخفياً،
- (٣٣) رسالة دستور السعادة في بيان الولاية،

- (٣٣) فيض القدوس منتخب نقد النصوص،
- (٣٥) مطالع الانوار الخفي شرح اجوبة
- (٣٦) جواهر الاسرار
- (٣٧) شرح نصوص الفارابي
- (٣٨) فيض الملك المبين شرح حق اليقين
- (٣٩) حاشية على نقد النصوص،
- (٤٠) لوامع الانوار في مناقب السعادة الاطهار
- (٤١) رسالة في السماع
- (٤٢) رساله في جواب اسئلة الفاضل النانوي
- (٤٣) شرح جواب ابن سينا لمكتوب الى الخير مولانا ابى سعيد
- (٤٤) مواهب الهى شرح اصول ابراهيم شافعى،
- (٤٥) شرح ارشاد النحول للقاضى شهاب الدين،
- (٤٦) روح الارواح شرح الحكمة الاشراقية
- (٤٧) رسالة في ايمان فرعون
- (٤٨) رسالة في خلوات الوجود
- (٤٩) رسالة ناسخ التناخ
- (٥٠) شرح حضرات الخمس،
- (٥١) كشف الانوار شرح جواهر الاسرار (بالفارسي في علم الدعوة)

(۵۲) شرح فیہ الجواہر الثالث من الجواہر الخمسة للشیخ محمد غوث گوالیاری۔

مذکورہ بالا کتابوں کا تذکرہ جناب عبدالرحمان صاحب نے ”تذکرہ“ علمائے ہند میں کیا ہے، لیکن جن کتابوں تک ہماری رسائی ممکن ہو سکی، ان میں صرف تین کتابیں مطبوعہ شکل میں اور دو کتابیں مخطوطوں کی شکل میں موجود ہیں۔

(۱) ذریعہ النجاة شرح المشکوۃ

یہ کتاب دارالعلوم دیوبند کے قدیم کتب خانہ میں موجود ہے، اس کا سن اشاعت ۱۹۳۲ء ہے جس کو کتب خانہ عزیز یہ دیوبند نے شائع کیا ہے۔

یہ کتاب اس حیثیت سے منفرد نظر آتی ہے کہ اس میں مصنف نے حدیث فقہی پر زیادہ زور دیا ہے۔ عام روش جو علما کی تھی کہ وہ احادیث کی شرح میں فقہی بحثیں چھیڑتے تھے، مصنف طریقہ شرح میں یہ ہے کہ وہ ہر باب کے شروع میں ایک مقدمہ لکھتے ہیں، اور اس باب کی تینوں فصلوں میں وارد احادیث کا من حیث المجموع جائزہ لیتے ہیں، کہیں کہیں حدیث کی حیثیت بھی متعین کرتے ہیں۔ جس سے بات بہت واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے، اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کی ضرورت ہے، مصنف نے یہ کتاب بروز دوشنبہ ۱۰۰۲ ہجری کو مکمل کی ”جیسا کہ آخر میں لکھتے ہیں۔

اکملت ہذا الكتاب بعون الله تعالى في يوم الاثنين من شهر المحرم عام ۱۰۰۲ھ ذریعۃ النجاة شرح المشکوۃ (۵۱۲)

(۲) رسالہ کنوز الاسرار فی اشعار الشطار، یہ رسالہ بھی کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں

دستیاب ہے۔ اس کا سن اشاعت معلوم نہیں کیونکہ اس کا سرورق پھٹا ہوا ہے۔ اس رسالے میں مصنف نے شطاری سلسلہ کے بزرگوں کے عربی و فارسی اشعار کا تذکرہ کیا ہے مقامات تصوف سے

بھی بحث کی ہے، اور ان کنوز و معارف کا تذکرہ کیا ہے جو خود مصنف پر شطاری سلسلہ سے وابستگی کی وجہ سے منکشف ہوئے۔ مثلاً انہوں نے اس رسالہ میں یہ تذکرہ کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ کا لایا ہوا طریقہ پہنچانے کا بھی ایک طریقہ ہے اور یہ مستقل ایک فن ہے، اس فن کے اپنے اسرار و رموز ہیں، جب تک داعی ان اسرار و رموز کو نہ سمجھے اس وقت تک وہ اچھا داعی نہیں بن سکتا اس کتاب کے آخری صفحات بھی غائب ہیں۔ اس لئے سن تالیف کا بھی پتہ نہیں چل سکا۔

(۳) الرسالہ فی اُسماء الذات

یہ رسالہ خدا بخش لا بیری پٹنہ میں موجود ہے اور اچھی حالت میں ہے اس میں مصنف نے ان تمام مسائل کا تذکرہ کیا ہے جن کا تعلق اللہ کے ذاتی و صفاتی ناموں سے ہے اور ان تمام اختلافی مسائل سے تعرض کیا ہے جو متقدمین علماء کے یہاں صفات باری تعالیٰ کی نسبت پائے جاتے ہیں، اور آخر میں ایک محاکمہ پیش کیا ہے، اور ابوالحسن ماتریدی کے مسلک کو اقرب الی الکتاب والسنة بتایا ہے۔ مذکورہ بالا دو تصانیف کے علاوہ دور سائے مخطوطہ شکل میں دستیاب ہیں۔

(۱) الرسالہ فی تعریف الفقر:

یہ رسالہ راقم کو جناب حافظ اسحاق صاحب سہارنپوری کے کتب خانہ میں دستیاب ہوا۔ راقم ایک ذاتی کام سے سہارن پور گیا تھا حافظ صاحب موصوف کے دولت کدے پر حاضری ہوئے انھوں نے برسبیل تذکرہ مشغلہ کی بابت استفسار کیا میں نے کہا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں شیخ عبدالنبی الشطاری کے ایک اہم رسالہ دستور المفسرین پر کام کر رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ شیخ عبدالنبی الشطاری کا ایک مخطوطہ ہمارے پاس بھی ہے راقم نے اشتیاق ظاہر کیا تو انہوں نے وہ رسالہ دکھایا، مخطوطہ اچھی حالت میں ہے، اور عربی زبان میں ہے اس رسالہ میں مصنف نے فقر

کے حوالے سے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو جمع کر کے ان سے فقر کی فضیلت ثابت کی ہے، یہ کتاب ۹۹۲ھ کی تالیف ہے۔ اور مخطوطہ خط بخط نستعلیق ہے۔

(۲) لطائف العشر فی حقیقۃ البشر:

یہ کتاب مخطوطہ کی شکل میں مظاہر علوم سہارنپور کے قدیم کتب خانہ میں ہے۔ اور بہت بوسیدہ حالت میں ہے عبارتیں جگہ جگہ سے مٹی ہوئی ہیں، البتہ، اتنا ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ مصنف نے اس رسالہ کی بنیاد ایک حدیث پر رکھی ہے اور وہ ہے ”الناس معاون“ مختلف لوگوں کی مختلف طبائع کا ذکر کیا ہے، اور لوگوں کو دس قسموں میں تقسیم کیا کہ لوگ دس طرح کے ہیں، اور ہر قسم کے لئے الگ الگ اصلاح حال کے طریقے ذکر کیے ہیں۔ مخطوطہ ۸۴ اوراق پر مشتمل ہے، آخر میں اوراق کرم خوردہ ہیں اس لئے سن تالیف کا پتہ لگانا مشکل ہے۔

حواشی

- ۱۔ مناجح الشطار، ورق، ۱۳۴ الف۔ (مخطوطہ) خدا بخش لائبریری پٹنہ، نمبر ۴۴۲۲
- ۲۔ قرآن کریم ۱۱۴۱۲
- ۳۔ صحیح بخاری، ابتدائی اوراق۔
- ۴۔ ملفوظات رکن الدین شطاری، اوراق ۲ الف تاب۔
- ۵۔ مناجح الشطار، محولہ بالا۔
- ۶۔ اذکار ابرار، ترجمہ گلزار ابرار، ص ۱۶۲۔
- ۷۔ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، ص ۵۶۶۔
- ۸۔ ایضاً، ص ۴۔
- ۹۔ ایضاً، ص ۴۔
- ۱۰۔ K.A.Nazami.Shattarisaints And their Attitudetow ards the state. P.60
- ۱۱۔ ایضاً، ص ۹۹۔
- ۱۲۔ ضیاء الحسن فاروقی، حضرت جنید بغدادی: شخصیت اور تصوف، ص ۱۳۶۔
- ۱۳۔ ایضاً،
- ۱۴۔ ایضاً
- ۱۵۔ ابونصر سراج، کتاب الممع فی التصوف تدوین، آر۔ اے۔ نکلسن، (لیڈن)
- ۱۶۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، برہان احمد فاروقی۔

- ۱۷ طبقات الصوفیہ۔ مکتبۃ الدراسات الاسلامیۃ اسلام آباد
- ۱۸ ملفوظات رکن الدین شطاری، ورق، ۵ الف۔
- ۱۹ مناجات الشطار، ورق، ۱۹۵ ب
- ۲۰ Encyclopaedia of Islam, Vol. 1, P. 339
- ۲۱ R.C Zedinar, Hindu And Muslim Mysticism, London, 160, PP. 94-95
- مجم البلدان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ خراسان کے قریب سنہ نام کا ایک گاؤں تھا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو یا قوت مجمل البلدان، قاہرہ، ۱۹۰۶ء جلد سوم، ص ۲، لہذا عزیز احمد کا خیال ہے کہ ابوعلی کی وطنی نسبت سندھی، کو وادی سندھ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ملاحظہ ہو۔
- ۲۲ A.J. Arverry, Sufism, London, 1950, PP. 91-92
- ۲۳ R.A. Nicholson. The Mystics of Islam. London, 1914, P. 17
- ۲۴ حضرت جنید بغدادی: شخصیت اور تصوف، ص ۱۲۶۔
- ۲۵ ایضاً
- ۲۶ ملفوظات رکن الدین شطاری، ورق، ۶۳ ب
- ۲۷ ایضاً، ورق، ۹ الف
- ۲۸ قرآن کریم، ۷: ۲۰۵۔
- ۲۹ ملفوظات رکن الدین شطاری، ورق، ۱۶ ب۔
- ۳۰ ایضاً، ورق، ۱۳ الف۔
- ۳۱ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مناجات الشطار، منہج چہار۔ در بیان احوال و اذکار.....

خواجه گان شطاری۔ اس منہج میں چوبیس فصلیں ہیں۔ ملاحظہ ہوں مطالعہ ہوا کا حصہ تعارف۔

۳۲ ملفوظات رکن الدین شطاری، ورق ۱۲۰ الف۔

۳۳ منہج الشطار، منہج چہارم، فصل سیوم تا ہشتم۔

۳۴ ایضاً، فصل دہم۔

۳۵ ایضاً فصل ہفتدہم۔

۳۶ ملفوظات رکن الدین شطاری، ورق ۵، ب۔

۳۷ ایضاً۔

۳۸ ایضاً۔

۳۹ ایضاً، ورق ۱۱۵ الف۔ دیوان ہمایوں بادشاہ (مخطوطہ) خدابخش اور نیٹل پبلک لائبریری

پٹنہ، ایکسیشن نمبر ۱۲۵۹، ورق ۱۲۱ الف پر یہ رباعی موجود ہے۔ واضح رہے کہ دیوان

ہمایوں کا یہ نسخہ نامکمل ہے۔

۴۰ ملفوظات رکن الدین، ورق ۳۴، الف۔

۴۱ ایضاً، ورق ۱۱۵ الف۔

۴۲ حضرت جنید بغدادی: شخصیت اور تصوف، ص ۲۰۹-۲۰۸ بحوالہ معالی اللہم

۴۳ اکبرنامہ، جلد دوم، ص ۱۳۵۔

۴۴ منتخب التواریخ، انگریزی ترجمہ، جلد سوم، ص ۸،

۴۵ ملفوظات رکن الدین شطاری، ورق ۳۳، ب۔

۴۶ حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- ۴۷ ملفوظات رکن الدین شطاری، ورق ۳۳ ب۔
- ۴۸ معدن الاسرار، فصل پنجاہ و نہم۔
- ۴۹ ایضاً
- ۵۰ ایضاً نیز مناجات الشطار، منہج چہارم فصل بست و دوم۔
- ۵۱ ایضاً
- ۵۲ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، ص ۴۰
- ۵۳ حضرت جنید بغدادی، شخصیت اور تصوف، ص ۲، ۳، بحوالہ معالی اللہم۔
- ۵۴ امیر حسین سبزی، فوائد الفوائد، لکھنؤ، ۱۳۰۲ھ، ص ۸۵، ۸۴
- ۵۵ ایضاً۔
- ۵۶ میر خورد، سیر الاولیاء، دہلی، ۱۳۰۲ھ، ص ۴۰
- ۵۷ میر خورد، کا بیان ہے کہ خواجہ ابو محمد چشتی بھی نماز معکوس کا شغل رکھتے تھے۔
- ۵۸ ایضاً۔
- ۵۹ محمد بن منور، اسرار التوحید فی مقامات ابوسعید، تہران۔ ۱۳۱۳ھ، ص ۷۷۔
- ۶۰ J.C.Oman, The Mystics, Ascetics and Saints of India, London, 1905. P. 46
- ۶۱ نالہ عندلیب، بھوپال، ۱۳۱۰ھ جلد اول، ص ۸۰۲-۷۸۹۔
- ۶۲ کلمات طیبات (ملفوظات و مکاتیب مرزا مظہر) و نیز بشارات مظہر یہ۔

۶۳ غلام سرور، خزینۃ الاصفیاء لکھنؤ ۳۷۸، ص ۳۴، ۳۳۲۔

۶۴ مناجح الشطار، ۱۴۶۶ الف۔

۶۵ ایضاً، منہج چہارم۔

۶۶ ملفوظات رکن الدین شطاری، ورق ۶۳، ب

۶۷ ایضاً

۶۸ رسالہ شطاریہ، اوراق ۱۴، اب۔ ۱۱۵ الف۔

۶۹ بحر الحیات، مطبوعہ مطبع رضوی، دہلی، ۱۳۱۱ھ۔

۷۰ ایضاً۔

۷۱ ملفوظات رکن الدین شطاری، ورق ۶۳، ب بحوالہ جواہر خمسہ۔

۷۲ چھاند یوگ اپنشد، ۱-۱۳۔ نیز مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

Vasudevas Agarwala.Matsyapurana-Astudy Varanasi.1963,PP.37.38

۷۳ معدن الاسرار فصل چہارم و سیوم: در بیان شریعت۔

۷۴ ایضاً، فصل چہل و پنجم۔ در بیان مراد حقیقت و معنی حقیقت۔

۷۵ ایضاً، فصل چہل و چہارم: در بیان طریقہ و چہارم مشرب

۷۶ ایضاً۔

۷۷ ایضاً، فصل سی و یکم: در بیان مشرب شطار و دین کامل۔

۷۸ بہاء الدین شطاری، رسالہ شطاریہ محولہ بالا۔

۷۹ ایضاً۔

۸۰ معدن الاسرار، فصل بست و سیوم۔

﴿چوتھا باب﴾

دستورالمفسرین ایک جائزہ

چوتھا باب ”دستور المفسرین“ ایک جائزہ

یہ مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں فرنگی محل کلکشن میں ۴۱/۱۸ کے تحت محفوظ ہے مخطوطہ کی حالت خستہ ہے، مگر قابل استفادہ ہے۔ کچھ جگہوں سے پورے پورے اور اوراق غائب ہیں اور درمیان میں مخطوطہ کرم خوردہ ہے، جس سے الفاظ صاف اور واضح نہیں ہو پاتے، اس کے مصنف ملا عبد النبی الشطاری ہیں جنہوں نے یہ مخطوطہ اپنے دوران قیام آگرہ لکھا ہے۔ یہ رسالہ نسخ کے موضوع پر بہت جامع تصنیف ہے اور متقدمین و متاخرین علما کی آراء کا مجموعہ ہے، مصنف ہر مسئلے میں علماء کی رائے کا اظہار کرنے کے بعد اپنی رائے کا بھی اظہار کرتے ہیں اور دلائل کے ساتھ اپنی رائے کو مبرہن کرتے ہیں ابتدا میں انھوں نے ایک طویل مقدمہ لکھا ہے جس میں نسخ کی اہمیت اور کتاب کی بابت کچھ باتیں کی ہیں۔

اس رسالے کو اس طرح شروع کرتے ہیں۔ الحمد للہ الذی نسخ سنن الضلالة والہوی۔ ومسح ومحی سنن الغواية والردی وأنزل علی عبدہ الكتاب ولم يجعل له عوجاً قیما لینذر باسا شدیداً من لدنہ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید وبشر المومنین الذین یعملون الصالحات ویقیمون الطاعات ان لهم اجرًا جمیلًا وجزاً جزیلاً من ولی حمید۔

رسالہ کے شروع میں لفظ نسخ کا استعمال کر کے اس بات کو بتانا چاہتے ہیں کہ یہ رسالہ نسخ کے موضوع سے متعلق ہے۔ چونکہ وہ نسخ کے جواز اور وقوع دونوں کے قائل ہیں اس لئے شروع

ہی سے اس طرح کی عبارت لکھتے ہیں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ نسخ کے وقوع کے قائل ہیں۔
فرماتے ہیں:

”يحدد آية مكان آية على وقف المصالح والحكم، وعند مفاتيح
الغيب لا يعلمها الا هو ونسخ حكما وثبت آخر حسب ما اقتضت مشيئته وإرادته
لا يهتدى إليه احد فلا كاشف له الا هو ما ينسخ من آية أو ينسخها يأت بخير منها
أو مثلها جامعة للحقائق۔“ ۲

نسخ کے جواز اور وقوع کی طرف اشارہ کرنے کے بعد مصنف ایک دوسرے مسئلہ کی طرف
اشارہ کرتے ہیں اور وہ آیات تشابہات میں نہ الجھنے کا مشورہ اور آیات محکمات کے مطالعہ کی
ترغیب اس کے بعد علم غیب کا اللہ کے لئے اثبات کل کرتے ہیں۔ حمد و ثناء میں ان باتوں کی طرف
اشارہ کرنے کے بعد حضور اکرم ﷺ کی مدح سرائی فرماتے ہیں، اور آپ کی صفات حمیدہ کا
تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

فخصص من بينهم فاتح الابواب خزائن الجود في الوجود، وسنafi
أسرار الحضور والشهود، صاحب الخلق العظيم والخلق الوجيه والوجه
الكریم۔ ۳

اس کے بعد آپ کی شان میں شاعر کا قول نقل کرتے ہیں۔

منزه عن شريك في محاسنه

فجوهر الحسن فيه غير منقسم

الموید بالروح الأمين

ذی قوۃ عند ذی العرش مکین ۴

جناب رسول اللہ ﷺ کی مدح سرائی کے بعد صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے حق میں دعا فرماتے ہیں، انھوں نے رسالہ کے اصل مضمون کی طرف آنے سے قبل تقریباً ایک صفحہ اپنے بارے میں اور علم تفسیر کی فضیلت میں لکھا ہے۔ اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔

فيقول العبد المفتقر إلى العناية القيومية عبد النبي بن سراج الدين شيخ
عبد الله الصوفي العثماني نسبة والشطاري خرقه والحنفي مذهبا، والآجروى
موطنا، وإقامة - ٥ -

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا تعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہے۔
اور آپ مسلک حنفی ہیں اور آگرہ کے رہنے والے ہیں۔ اپنے تعارف کے بعد فوراً علم تفسیر کی
فضیلت اور اس علم کی تعظیم بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

”إن علم التفسير من بين العلوم علم أرفعها قدرا ومنالاً، وأعظمها نفعا
واعتباراً، اذ هو مفخر العلوم ومنبعها، وكنز الشرائع ومعدنها،“ ۶

اس علم کو اعلیٰ اور ارفع بتانے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ تمام دیگر علوم اسلامیہ علم تفسیر کے اوپر
موقف ہیں جو مقدم و مؤخر یعنی ناسخ و منسوخ کا علم، علم تفسیر کا بنیادی حصہ ہے فرماتے ہیں جس کو اس
علم سے ناواقفیت ہو اس کے لئے قرآن کریم کی تفسیر کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کے لئے آیات
قرآنیہ سے استفادہ ممکن ہے کیونکہ ناسخ و منسوخ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وہ حلال و حرام
میں تمیز نہ کر پائے گا، اور معایر بدلے گا، کہتے ہیں فإنہ یفضی إلى تحریم الحلال وتحلیل
الحرام وإباحة المحظور وحظر المباح للأنام۔ پھر اپنے اس دعوے کی تائید کے طور پر
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کوفہ کی مسجد

میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ابو موسیٰ اشعری کا عبدالرحمان نامی شاگرد تفسیر بیان کر رہا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہیں ناسخ و منسوخ کا علم ہے اس نے کہا نہیں، آپ نے پوچھا تم کون ہو، کہا میں ابو یحییٰ ہوں، حضرت علی نے اس کی خوب گوشمالی کی، مصنف فرماتے ہیں، فأخذ بأذنيه فعللها فتلا شديدا، اور یہ فرمایا کہ آج کے بعد میں تمہیں یہاں تفسیر بیان کرتے ہوئے نہ دیکھ لوں اس کے بعد حضرت حذیفہ بن الیمان کا یہ قول نقل کرتے ہیں ”لا يحل لأحد أن يعظ ويفسر القرآن الآن يكون عالما بالناسخ والمنسوخ ليميز بذلك الحلال عن الحرام والواجب عن الجائز اس کے بعد کعب الأ جبار کا واقعہ نقل کرتے ہیں جن کو حضرت علیؓ نے ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہونے کی وجہ سے تفسیر کرنے سے منع کر دیا تھا۔ مصنف کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں بہت متشدد ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں ایک غیرت مند انسان یہ کبھی پسند نہیں کرے گا کہ اس کے سامنے کوئی کتاب اللہ کا لاعلمی کی بنیاد پر مذاق اڑائے، اس کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس رسالے میں ان سب باتوں کو لکھنے کا عزم کیا ہے جو ایک مفسر قرآن کے لئے ضروری ہیں فرماتے ہیں:

عزمت على أن أجمع رسالة كاملة في هذا الباب شاملة لجميع الفصول،
محتوية لجميع ما لهم ويقصد في هذا المقصد الأعلى جامعة لكل ما يجب أن
يعلم ويطلب في هذا المطلب الأسنى من كون السور مكية ومدنية مع ما فيها
من المختلفات۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس موضوع سے متعلق جو رسائل یا کتابیں اس سے قبل لکھی گئی
ہیں وہ میں نے قدر المستطاع کنگھالی ہیں، اور بڑی دیدہ ریزی کے بعد میں صحیح اور غلط میں تمیز

کر پایا اس رسالہ کا نام میں نے دستور المفسرین رکھا نام ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مصنف نے مفسرین کی رہ نمائی کے پیش نظر لکھا ہے۔

اس کے بعد وہ اپنے اس کام کی بابت لکھتے ہیں کہ یہ کتاب میں نے ابوالفتح ظفر خان خاں کے لئے لکھی ہے صاحب کتاب نے جس طرح ان کی تعریف و توصیف کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا تعلق مستقل دربار اکبری سے تھا، اور اکبر کے امراء کے ساتھ ان کے تعلقات تھے، اور بہت ممکن ہے کہ اس طرح کے علمی کام کرنے کی وجہ سے ان کے لئے امراء نے کچھ رقم مقرر کر رکھی ہو، اور ظاہر ہے اس طرح کے تحقیقی کام جب ہی ممکن ہیں جب کہ انسان کو فارغ البالی ہو ان ہی ابوالفتح کی شان میں مصنف نے کچھ اشعار بھی لکھے ہیں جو کہ غالباً انہی کے ہیں۔ ان کی توصیف میں مصنف کی ایک عبارت ملاحظہ ہو:

وجعله يختتم لخدمة المولى الأعظم وإلى اقاليم الفضل والكرم مالك
ديوان الممالك شرقا وغربا صاحب رقاب الخلائق بعداً وقرباً الخ

ان کی طرف کتاب کے انتساب کے بعد موضوع کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس کتاب میں مصنف جب بھی کسی نے مسئلہ کو شروع کرتے ہیں تو عنوان کو لال قلم سے لکھتے ہیں اور ہر ایک کا عنوان ایک ہی لفظ ہے اور وہ ہے لفظ (تنبیہ) عام طور پر جو مصنفین کی عادت ہے وہ اس کتاب میں نہیں ہے بلکہ انہوں نے اپنا منفرد انداز و اسلوب اپنایا ہے۔ اور نئے مسئلے کو شروع کرنے سے قبل کہتے ہیں (تنبیہ) گویا یہ پہلی فصل ہے۔ نسخ کے لغوی معنی سے بحث اس فصل میں بغیر کسی تمہید کے نسخ کے معانی بیان کرتے ہیں، نسخ کے کئی لغوی معنی ہیں جن میں ایک ازالہ کے ہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

(۱) اعلم أن النسخ في اللغة الإزالة يقال نسخت الكتاب أي نقلته، یہاں

عبارت کرم خوردہ ہے اور بات واضح نہیں ہو پاتی ہے۔

(۲) دوسرے معنی تبدیلی کے بتائے ہیں اور اس معنی کی تائید میں ایک آیت پیش کی ہے۔

واذا بدلنا آية مكان آية - قرآن کریم میں نسخ کا لفظ ازالہ اور نقل کے لئے استعمال ہوا اسی کے

ضمن ایک ذیلی مسئلہ کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ نسخ کی اصل وضع کسی معنی کے لئے ہوئی

ہے۔ اس سلسلے میں علما کا اختلاف نقل کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ لفظ دونوں معنی

میں مشترک ہے، جبکہ بعض دوسرے علما نے نسخ کی اصل وضع ازالہ کے لئے بتائی ہے۔ اور نقل کے

معنی میں مجاز استعمال ہے۔ کچھ حضرات کا خیال اس کے برعکس ہے اور آخر میں ایک محاکمہ

فرماتے ہیں کہ آخر کے دونوں اقوال اشتراک کے قول سے بہتر ہیں کیونکہ کسی بھی لفظ کا مجازی معنی

میں استعمال اشتراک سے بہتر ہے فرماتے ہیں۔ والأخيران أولى من الأولى، لأن المجاز

وان كان على خلاف الأصل، لكنه خير من الاشتراك۔

نسخ کے اصطلاحی معنی کا بیان:

نسخ کے لغوی معنی بیان کر لینے کے بعد اور اس کے مجازی و حقیقی معانی کی طرف اشارہ

کر لینے کے بعد نسخ کے اصطلاح شرعی میں کیا معانی ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔

”النسخ هو رفع الحكم الشرعي بدليل شرعي متأخر۔

کہ کوئی بھی شرع حکم ختم ہو جائے یعنی شرعی حکم کو اٹھا لیا جائے اور کسی دوسری دلیل شرعی کو

بیان کیا جائے۔ یعنی کوئی بعد میں ایسی شرعی دلیل آ جائے جس سے پہلا حکم مرفوع ہو جائے اس

کو نسخ کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر الآن خفف الله عنكم یہ دلیل شرعی ہے جو کہ آیت ان

یسکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مأتین کے حکم ختم کرتی ہے، کہ پہلا حکم اٹھالیا گیا ہے اور بعد کا حکم باقی ہے۔

اس کے بعد اس تعریف کے جامع و مانع ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ رفع الحکم ایک جنس ہے جس میں نسخ اور غیر نسخ سب شامل ہیں جب شرعی کہا گیا تو اس سے مباح چیزیں نکل گئیں کیونکہ وہ دلیل شرعی اور حکم شرعی سے ثابت نہیں، بدلیل شرعی کی قید سے وہ حالات اس تعریف سے باہر ہو گئے جن میں کسی عذر مثلاً نوم یا غفلت کی وجہ سے حکم زائل ہو جاتا ہے۔ متأخر کی قید سے وہ حکم نکل گیا جو کہ پہلے یا ساتھ ساتھ اتارا گیا ہو۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا قول اقتلوا المشرکین ولا تقتلوا اهل الذمة۔ اس کی کئی مثالیں مصنف بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد ایک اور مسئلہ کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ کہ آیا نسخ کا جواز اور وقوع بھی ہے یا نہیں۔ اس میں اصفہانی کے حوالے سے علمائے امت کا اجماع نقل کرتے ہیں کہ نسخ جائز بھی ہے اور واقع بھی ہوا ہے۔ البتہ یہود کا اس میں اختلاف ہے۔

نسخ کے جواز اور وقوع پر عقلی دلیل:

اللہ تعالیٰ کو یہ اختیار ہے کہ بندوں کو کسی کام کو ایک وقت میں ان کے مصالح کے پیش نظر کرنے کا حکم دے اور دوسرے وقت اس کام کے کرنے سے منع کر دے۔ وہ فرماتے ہیں۔

”اذلا یمنع أن یعلم الله تعالیٰ استلزام الأمر بالفعل فی وقت واحد

لمصلحة واستلزام رفعه فی وقت آخر لمصلحة اخرى للقطع بأن المصلحة قد

تختلف بالأوقات كما یختلف بالأشخاص۔ ۹

جواز کی دلیل بیان کر لینے کے بعد وقوع نسخ کی بھی دلیلیں بیان کی ہیں اور اس سلسلے میں

اجماع صحابہ نقل کیا ہے۔ قرآن کریم سے نسخ کے وقوع کے دلائل پیش فرماتے ہیں۔

(۱) ہماری شریعت محمد ﷺ تمام پہلی شرائع کے لئے نسخ ہے۔

(۲) تحویل قبلہ کا حکم بیت الحرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم بیت المقدس کی

طرف نماز پڑھنے کے حکم کے لئے نسخ ہے، فوول وجھک شطر المسجد الحرام۔

(۳) وصية الوالدین والأقربین :

ان سے معلوم ہوا کہ نسخ قرآن کریم میں واقع ہوا ہے تو اس لئے جائز بھی ہے۔ اس کے

بعد فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے نسخ کے جواز اور وقوع کا انکار کیا ہے۔ ان کے دلائل کو بیان نہیں

فرمایا اور کہتے ہیں کہ اگر شوق ہے تو مطولات کا مطالعہ کرو، فرماتے ہیں۔

واما دلائل المانعين وشبهها تهم فمذكورة في كتب اصول الفقه فلا تذکره

صونا عن الإطالة والملاال۔ ۱۰

یہاں پہلی فصل پوری ہوگئی۔

مصنف نے اس فصل میں جو باتیں بیان کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) معانی نسخ: لغوی معنی۔ اصطلاحی معنی۔

(۲) اصطلاحی تعریف کی جامعیت کا بیان۔

(۳) نسخ کے جواز وقوع پر عقلی اور شرعی دلائل۔

(۴) نسخ کے جواز وقوع پر اجماع امت۔

(تنبیہ)

اس فصل میں ایک دوسرے مسئلہ سے تعرض کرتے ہیں کہ نسخ کا وقوع کن چیزوں پر

ہوتا ہے فرماتے ہیں۔ قال مجاہد بن جبیر وسعيد بن جبیر وعكرمة ان النسخ لا يقع الا على الأمر والنهي فقط۔ ان حضرات کی رائی یہ ہے کہ نسخ صرف اوامر و نواہی پر ہوتا ہے۔ امام راغب اصفہانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ اخبار جو کہ امر و نہی کے معانی پر مشتمل ہوں ان پر نسخ واقع ہوتا ہے اور جو اخبار طلب کے معنی پر مشتمل نہ ہوں ان پر نسخ واقع نہیں ہوتا کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ استثناء پر بھی نسخ واقع ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ نسخ کے محل وقوع کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے اور اس سلسلے میں تین آراء ذکر کی ہیں ان تینوں کے دلائل کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ اسی ضمن میں ایک اور مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی چیز عادتاً ہوتی ہو اور عقلی طور پر بھی اس کے ہونے میں کوئی اشکال نہ ہو جیسا کہ وجود باری تعالیٰ، آگ کے اندر جلانے کی صفت وغیرہ اگر اس خبر کو منسوخ کیا جائے تو یہ صورت تو جائز ہے، البتہ اس چیز کو اگر اس کی نقیض سے منسوخ کیا جائے تو کیا یہ جائز ہے بعض شوافع اور اشاعرہ کا مذہب جواز کا نقل کرتے ہیں اور اس کی دلیل بھی دیتے ہیں، اور معتزلہ کا اختلاف نقل کرتے ہیں۔ اس مسئلہ کے نقل کرنے کے بعد ایک اور مسئلہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور وہ مدلول الخبر کے نسخ کا ہے۔ اس میں تھوڑی تفصیل نقل کرتے ہیں۔ فان كان مدلولاً مما لا يتغير كالوجود الباري وحدوث العالم فلا يجوز نسخه اتفاقاً۔ لیکن اگر مدلول خبر متغیر ہوتا ہو اس میں بھی دو صورتیں ہیں ماضی ہوگا یا مستقبل۔ پہلی صورت میں جمہور کے یہاں نسخ جائز ہے۔ اور اگر نسخ مستقبل کا ہو تو اس میں ذرا اختلاف ہے۔ عبد الجبار بصری کا قول تو یہاں بھی جواز کا ہے۔ البتہ دوسرے علماء نے اس کی مخالفت کی ہے۔ دونوں مسلکوں کی دلیلوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس فصل کے آخر میں یہود اور ملحدین کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقالت الملاحدة ليس فى القرآن ناسخ ولا منسوخ وهو لاء قوم وافقو
اليهود والكحل عن الحق صدوا وبافكهم على الله ردوا والكتاب ناطق بإثبات
ما جحدوا - الله

مصنف نے اس فصل میں محل نسخ کے مسئلہ سے تعرض کیا ہے۔ اور اس کے ذیل میں مندرجہ
ذیل مسئلے ذکر فرماتے ہیں۔

(۱) امر ونہی کے سلسلے میں نسخ کا حکم اور علماء کی رائے۔

(۲) دوسرا مسئلہ الاخبار المشتملة على الأمر والنہی کے نسخ کا مسئلہ۔ اور اس کے بارے میں
علماء کی آراء اور ان کے دلائل۔

(۳) عقلاً اور عادة اگر کوئی چیز ممکن ہو اس کے نسخ کا حکم، اور اس کی تفصیل مختلف شکلوں
میں علماء کا اختلاف۔

(۴) مدلول الخبر کے نسخ کے سلسلہ میں علماء کی آراء اور اس کی تمام صورتوں کا ذکر۔

(۵) اور آخر میں نسخ کے جواز وقوع کے سلسلے میں ملحدین اور یہود کے اختلاف کی طرف
اشارہ کر کے اس کی تردید۔

(تنبیہ)

اس فصل کو یوں شروع کرتے ہیں، يقول الوالى المحقق السيوطى فى الإقتان -
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کو لکھتے ہوئے مصنف کے پیش نظر دوسری کتابوں کے
ساتھ ساتھ الإقتان فى علوم القرآن للسيوطى ہے اور عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام سیوطی
کے بہت احسان مند ہیں، اسی لئے الوالى المحقق کے القاب سے ان کو یاد کرتے ہیں اس فصل میں

نسخ کی اقسام عامہ سے بحث کرتے ہیں۔ نسخ عام کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) نسخ ماکان شرعاً لمن قبلنا، یعنی ہم سے پہلے لوگوں کے لئے جو چیزیں شرعی طور پر کرنے کا حکم تھا ان کا نسخ مثلاً، بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، یہ بیت الحرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے حکم سے منسوخ ہے۔ اور جیسے یوم عاشورا کا روزہ، محرم کی دس تاریخ کا روزہ فرض تھا اور تمام امم سابقہ پر فرض تھا اور ابتدائے اسلام میں مسلمانوں پر بھی فرض تھا، لیکن جب آیت یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(۲) نسخ المامور بہ قبل امتثاله، یعنی کسی کام کے کرنے کا حکم دیا گیا ہو اور ابھی اس کو کیا بھی نہ ہو کہ اس کے نسخ کا حکم آ جائے جیسا کہ آیت النجوىٰ میں صدقہ دینے کا حکم۔

(۳) ما امر بہ بسبب ثم یزول بسبب لیکن درحقیقت یہ کوئی نسخ نہیں اس قسم کو مصنف نے یوں بیان فرمایا ہے۔

فالمسنی هو الأمر بالقتال الآن یقوی المسلمون بمعنی ان کل أمر ورد تحت امتثاله فی وقت مالعلة تقتضی ذلك الحکم ثم یشغل بانتقال تلك العلة إلى حکم آخر ولیس بنسخ، أما النسخ الإزالة للحکم حتی لا یجوز امتثاله - ۱۲

اس کے بعد نافع بن کثیر کی کے حوالے سے نسخ کی اقسام بیان کرتے ہیں اور انہوں نے دو قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) فرض نسخ فرضاً۔ اس کا حکم یہ ہے کہ لایجوز العمل بالاول۔

(۲) فرض نسخ ندباً

(تنبیہ)

اس فصل میں کتاب اللہ میں واقع نسخ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں۔ اس مسئلے میں مصنف نے کافی بسط و تفصیل سے بیان فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں واقع شدہ نسخ کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) الرفع إلى ما هو أغلظ من الأول وأثقل منه۔

(۲) الرفع من غير بدل۔

(۳) الرفع إلى ما هو أخف منه

(۴) الرفع إلى ما هو مثله

ان مذکورہ چار اقسام کے بارے میں علماء کا اختلاف اور ان کی مثالیں بڑے بسط و تفصیل سے بیان فرمائی ہیں۔

الرفع إلى ما هو أغلظ من الأول وأثقل منه۔ اس سلسلے میں جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور قرآن کریم میں واقع ہوا ہے جبکہ شوافع اس بات کے منکر ہیں۔ جمہور کی دو دلیلیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) الجواز العقلي۔ ظاہری بات ہے کہ مثلاً اس کے وقوع کے تصور میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

(۲) الوقوع۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ قرآن کریم میں واقع ہوا ہے اور اس کی دلیل

ہے کہ یوم عاشور کا روزہ رمضان کے روزوں سے منسوخ ہے۔

اس کے بعد منکرین جواز وقوع النسخ فی القرآن کی دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) ان النسخ يبدل أثقل أبعد عن المصحلة۔ اس کی نسخ کسی بھی زیادہ سخت چیز

سے مصلحت شرعیہ کے خلاف ہے۔

(۲) إن جاز النسخ ببدل كذب قوله تعالى 'يريد الله أن يخفف عنكم

وخلق الإنسان ضعيفاً، ایسے اللہ کا قول یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر -

کہ اگر یہ بات مان لی جائے تو اللہ کے فرمان بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔

ان دونوں کا جواب یہ دیا ہے کہ جو حکم بعد میں دیا جا رہا ہو وہ مکلف کے لئے

آخرت کے اعتبار سے زیادہ سودمند ہو۔

(۲) الرفع من غیر بدل

اس میں بھی علماء کے درمیان جواز وقوع میں اختلاف نقل کرنے کے بعد ان کی دلیلیں

پیش کرتے ہیں۔

(۳) الرفع إلى أخف منه:

یعنی پہلا حکم سخت تھا اور اب اس کے بدلے آسان حکم دیا گیا ہے اس میں مصنف نے کوئی

اختلاف نقل نہیں کیا، اور دلیل میں ابتدائے اسلام میں حکم جہاد کو بیان کیا ہے جس میں حکم تھا، فان

يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين الخ۔ جس کو آیت الآن خفف الله عنكم

سے رفع کیا گیا ہے۔

(۴) الرفع إلى ما هو مثله:

یہ صورت بالاتفاق نسخ کی پائی جاتی ہے مثلاً تحویل القبلة من بیت المقدس إلى بیت

الله الحرام۔

اس رسالہ کے بہت اہم مباحث میں سے یہ بحث ہے اور اگر کوئی اس کی تفصیل جاننا

چاہتا ہے تو خود مخطوطہ کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

(تنبیہ)

مصنف نے اس فصل میں نسخ کے متعلق ایک بحث چھیڑی ہے جو کہ ایک حد تک ضمنی مسئلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ فعل کے وقت کے آنے سے قبل کیا نسخ جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً شارع یہ حکم دے کہ اس سال حج کرو، لیکن یوم عرفہ کے آنے سے قبل حج کرنے سے منع کر دے۔ اس مسئلہ میں اختلاف نقل کرتے ہیں، اور اپنا رجحان جواز کی طرف بتاتے ہیں، کہتے ہیں وہو المختار، وہو قول الأ شاعرة وأ کثر الشافعية، لیکن احناف میں سے ابو بکر الجصاص کا اختلاف نقل کرتے ہیں اور جواز کی دو دلیلیں بیان کی ہیں۔۔۔

(۱) اگر وقت فعل سے قبل تکلیف کا ثبوت ہے تو قیاساً اس کا رفع بھی جائز ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ فعل کے وقت تک مکلف موجود نہ رہے اور تکلیف فعل کے وقت موجود ہو المکلوم موجود فاللازم کذلک۔

(۲) دوسری دلیل وقوع کی دی ہے۔ اور وہ یہ کہ شب معراج میں ہمارے اوپر پچاس نمازیں فرض ہوئیں، لیکن وہ وقت فعل کے دخول سے قبل منسوخ ہو گئیں، اس کے بعد مصنف نے معراج میں حضور کی گفتگو حضرت موسیٰ کے ساتھ نقل کی ہے اور مانعین جواز کے دلائل کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

(تنبیہ) اقسام نسخ

یہ فصل اس رسالے کی سب سے اہم فصل ہے۔ اس میں مصنف نے نسخ کی شکلیں بتائی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ إن النسخ علی أقسام اور نسخ کی چار قسمیں اور شکلیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) نسخ الكتاب بالكتاب

(۲) نسخ الكتاب بالسنة

(۳) نسخ السنة بالسنة۔

(۴) نسخ السنة بالكتاب۔

یہ چار شکلیں ہیں جو کہ نسخ کی ہو سکتی ہیں۔ مصنف نے چاروں قسموں کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

الاول

نسخ الكتاب بالكتاب۔ یعنی قرآن کریم کی آیات سے قرآن کریم کی آیات کا نسخ کہتے ہیں۔ اما الأول فجائز اتفاقاً لتساويهما في المعنى، اس کے وقوع کی مثالیں قرآن کریم سے پیش کرتے ہیں۔

مثالیں

(۱) والذين يتوفون منكم فيذرون أزواجاً وصية لأزواجهم متاعاً إلى الحول غير اخراج اس آیات میں متوفی عنہا زوجہا کو ایک سال عدت گزارنے کا حکم تھا، لیکن یہ دوسری آیت سے منسوخ ہے، والذين يتوفون منكم فيذرون أزواجاً يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً اس آیت میں چار مہینے دس دن عدت گزارنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

(۲) دوسری مثال: نبوی رسول سے قبل صدقے کا حکم اس آیت میں مذکور ہے،

يا ايها الذين آمنوا اذنا جئتم الرسول فقد موابين يدي نجواكم صدقات۔ یہ حکم

صدقہ دوسری آیت سے منسوخ ہے۔ ارشاد ہے۔ اأشفقتم أن تقدموا بين يدي نجواكم صدقات لّٰح۔

(۳) ابتداء اسلام میں ہر مسلمان کو یہ حکم تھا کہ اگر دس آدمیوں سے مقابلہ کرنا پڑا تو پیٹھ پھیر کر مت بھاگو بلکہ دس آدمیوں سے لڑو، لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ مصنف نے اور بھی بہت ساری مثالیں دی ہیں، اور یہ فرمایا دأمثلة ذلک کثیرۃ اس کے بعد ابو مسلم الاصفہانی کا اختلاف نقل کیا ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ جائز تو ہے لیکن قرآن کریم میں واقع نہیں ہوا وہ ان آیات کی تاویل کرتے ہیں۔ مصنف نے ان کی تاویلات کا ذکر کرنے کے بعد ان کو کالعدم قرار دیا ہے۔ انہوں نے آیت لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ سے استدلال کیا ہے۔ اس میں بطلان فی کتاب اللہ کی نفی ہے اور نسخ ابطال حکم ہے۔ مصنف جواب یہ دیتے ہیں کہ نسخ ابطال حکم نہیں بلکہ بیان حکم ہے۔

القسم الثانی۔

نسخ الکتاب بالسنة:

کیا کتاب کا نسخ حدیث سنت سے ہو سکتا ہے، یا نہیں، اس مسئلے میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں۔

ذهب الجمهور إلى جواز نسخ القرآن بالسنة المتواترة لا بالأحاد، ومنع

الشافعی نسخ القرآن بالنسة۔

جمہور کا مسلک چونکہ جواز کا ہے، اس لئے اس کے جواز کی دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

نسخ القرآن بالسنة جائز ہے کیونکہ یہ قرآن کریم میں واقع ہوا ہے۔ اس میں حدیث لا وصیۃ لوارث

کا ذکر کیا ہے۔ یہ خبر متواتر ہے اس سے وہ آیت منسوخ ہے جس میں اقربا اور والدین کے لئے وصیت کے بارے میں بتایا ہے ایک اور مثال بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ماعز الا سلامی کو رجم کروایا، جو کہ آیت جلد کے لئے نسخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مانعین جواز نسخ القرآن بالسنة کی دلیل کے طور پر یہ آیت نقل کرتے ہیں وقال الذين لا يرجون لقاءنا آيت بقرآن غير هذا او بدله قل ما يكون لى أن ابدله من تلقاء نفسى ان اتبع الامايو حى الى - یہاں فرماتے ہیں کہ۔ وجہ الاستدلال ﷺ أن الآية دالة على أن النبى ﷺ لا يبدل حكم القرآن من تلقاء نفسه ولو نسخ القرآن بالسنة لثبت تبديله من تلقاء نفسه - اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ حضور ﷺ بذات خود قرآن کریم میں تبدیلی نہیں کر سکتے لیکن بذریعہ وحی آپ کے لئے تبدیلی کرنا جائز ہے۔ جیسے کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى -

اس کے بعد اور کئی مثالیں بیان کی ہیں۔ اور جواز کی تمام دلیلوں کا جواب دیا ہے۔

القسم الثالث:

نسخ السنة بالسنة:

اس نسخ کی کئی شکلیں بیان کی ہیں اور سب میں اختلاف اور علماء کی آراء نقل کی ہیں۔

(۱) اخبار متواترہ کا اخبار متواترہ سے نسخ یہ تو بالاتفاق جائز ہے۔

(۲) نسخ الاحاد بالاحاد یعنی خبر واحد کا خبر واحد سے نسخ بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ

حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کنت نهيتكم عن زيارة القبور للنساء الا فروروها۔

(۳) نسخ الاخبار المتواترة بالاحاد: اس آخری صورت کے عقلی جواز کو بیان

کرنے کے بعد اس کے وقوع میں اختلاف نقل کیا ہے اس سلسلے میں مختار قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں البتہ تخصیص حکم کا فائدہ ضرور ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اختلفوا فی وقوعه شرعا فنفی وقوعه الا کثرون بخلاف تخصیص العام

فإنه يجوز بالخبر الواحد كما تقرر فی کتب الأصول -۱۲

جن لوگوں نے اس صورت کے جواز کا حکم لگایا انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ اس کا وقوع ہوا ہے، اور اس سلسلے میں وہ تحویل قبلہ والے واقعہ کو نقل کرتے ہیں کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا تو اتر سے معلوم ہوا لیکن جب مسجد قباء میں نماز پڑھنے والے لوگوں کو صرف ایک آدمی نے تحویل قبلہ کی خبر سنائی تو وہ سب کے سب نماز میں گھوم گئے اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد سے تو اتر اور خبر متواتر کا نسخ کیا جاسکتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ وہاں معاملہ مختلف تھا، اور لوگوں میں اس سے قبل تحویل قبلہ کی بات ہو رہی تھی اس لئے انہوں نے ان صاحب کی بات صحیح مان کر اپنا قبلہ بدل دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ خبر واحد سے صرف ظن اور شک کا فائدہ ہوتا ہے جبکہ خبر متواتر قطع اور یقین کا فائدہ دیتی ہے۔

القسم الرابع

نسخ السنۃ بالکتاب یعنی کتاب اللہ سے سنت کا نسخ۔ اس سلسلے میں جمہور علماء معتزلہ اشاعرہ سب کا قول جواز کا ہے البتہ امام شافعی کے دو قول نقل کیے ہیں۔ جواز وعدم جواز، مجوز بن اور مانعین کی دلیلیں دی ہیں۔

مانعین کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح تو لوگ حضورؐ کی سنت مطہرہ سے متنفر ہو جائیں گے اور آپؐ کی اطاعت سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ فرماتے ہیں۔

لوجاز لزم تنفير الناس عن النبي ﷺ عن طاعة ولا نه توهم أن الله تعالى لم يرض بما بينه الرسول فلا يحصل مقصود البعثة، اس کا جواب یوں دیا ہے واعلم أن الرسول مبلغ للأحكام لا واضع لها فلا نفرة لأن الكل من عند الله۔

جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے یہود یوم عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا نحن أحق بصيامه من اليهود۔ لیکن اس کے بعد جب رمضان میں روزہ کا حکم ہوا تو صوم یوم عاشورا کا حکم اپنے آپ منسوخ ہو گیا۔

(تنبیہ)

اس فصل میں نسخ سے متعلقہ ایک اور بحث چھیڑتے ہیں، فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں منسوخ کی تین قسمیں ہیں، یعنی کتاب اللہ میں تین طرح کے منسوخ پائے جاتے ہیں اور وہ تین یہ ہیں۔

(۱) مانسوخ حکمہ وخطہ

(۲) مانسوخ خطہ وبقی حکمہ

(۳) مانسوخ حکمہ وبقی خطہ۔

ان تینوں صورتوں کے جواز اور وقوع پر دلائل پیش کرتے ہیں ایک تو عقلی دلیل پیش کی ہے کہ یہ بات عقلاً ممکن ہے کہ کوئی حکم اور کتابت دونوں کسی ایسی وجہ سے منسوخ ہو جائیں جس کا علم صرف اللہ کو ہے۔

دوسری دلیل وقوع ہے۔ جواز کے اوپر مصنف نے یوں بھی دلیل بیان کی ہے کہ تلاوت کا حکم ایک شئی ہے اور اس میں مذکورہ حکم دوسرے چیز ہے اور ان دونوں چیزوں میں کوئی تلازم نہیں اس بات کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

”وقد يستدل على الجواز بأن جواز التلاوة حكم للآية، وما يدل عليه من
الاحكام حكم آخر لها ولا تلازم بينهما فيجوز نسخ كل منهما بدون الآخر
ونسخ كليهما ايضا۔ اس مسئلے میں معتزلہ کا اختلاف نقل کرتے ہیں اور ان کی دلیل نقل کر کے
اس کا جواب نقل کرتے ہیں۔ ہر ایک قسم کی مصنف نے تفصیل بیان کی ہے۔

أما الضرب الأول

(۱) نسخ الحكم والخط: یعنی آیت کا حکم اور اس کی تلاوت دونوں منسوخ ہو جائیں اس کی کئی
مثالیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) قدیم انبیاء کے صحف کا نسخ، ارشاد باری ہے۔ إن هذا لفى الصحف الأولى
صحف ابراهيم وموسى۔ ایسے وانہ لفی زبر الأولین نسخ کی یہ شکل حضور اکرم ﷺ کے
زمانے میں جائز ہے۔ ارشاد باری ہے، سنقرئك فلا تنسى الا ما شاء الله۔ مصنف اس
آیت کے ضمن میں حسن اور قتادہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ ای الا ما شاء الله من القرآن ای
نسخه فنساه، وقال تعالى ما ننسخ من آية أو ننسها نأت بخير منها۔ ایک اور آیت
نقل کرتے ہیں۔ ولئن شئنا لنذهبن بالذى أوحينا إليك۔ لیکن بعض روافض اور ملاحدہ
کا اختلاف نقل کرتے ہیں کہ یہ صورت ان کے یہاں اب بھی جائز ہے۔ اور پھر اہل سنت کی دلیل
کے طور پر آیت انانحن نزلنا الذكر واناله لحافظون نقل کرتے ہیں۔ لفظ حفظ کے معانی
یوں بیان کرتے ہیں۔

المراد به الحفظ بعد وفاته ﷺ اذ ليس المراد الحفظ لديه تعالى، لانه
لا يجوز ان يوصف الله بالغفلة والنسيان، فالمراد بذلك الحفظ لدينا لان الغفلة

والنسيان متوهم منا، اس کے بعد آیات کے نسخ کے کچھ واقعات نقل کرتے ہیں، ایک مرتبہ کچھ صحابہ کرام آپ کے پاس تشریف لائے کہ اے اللہ کے رسول قرآن کریم کی فلاں آیت رات ہمیں یاد تھی، جب صبح ہم نے پڑھنے کی کوشش کی تو ہم سے وہ آیت پڑھی نہیں گئی، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ رات وہ آیت منسوخ ہو گئی ہے اس کے بعد ایک منسوخ الحکم والتلاوة آیت نقل کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے۔

”لو أن لابن آدم واديان من ذهب لابتغى إليهما ثالثاً ولو أن له ثالثاً لابتغى إليها رابعاً ولا يملأ جوف ابن آدم الا التراب ثم يتوب الله على من تاب۔“
یہ وہ آیت ہے جس کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہیں مصنف نے ایک اور مثال بھی نقل کی ہے، جس کے بارے میں وہ بھی مشکوک سے نظر آتے ہیں۔

الضرب الثاني للمنسوخ:

دوسری قسم منسوخ کی یہ ہے کہ جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہو اور حکم باقی رہ گیا ہو۔
ہو باقی حکم و نسخ خطہ اس قسم کے بیان کے ضمن میں حضرت عمر کا مشہور مقولہ نقل کرتے ہیں۔

”لو لا إني أخشى أن يقول الناس زاد عمر بن الخطاب في كتاب الله لكتبت بيدي آية الرجم قرأتها على عهد رسول الله ﷺ والآية۔ الشيخ والشيخة إذا زينا فارجموهما نكالا من الله والله عزيز حكيم۔ یہ آیت منسوخ التلاوة تو ہے لیکن منسوخ الحکم نہیں ہے اور دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ماعز الا سلمیٰ کو رجم کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن یہ آیت اب منسوخ التلاوة ہے۔ اس آیت کو نقل کرنے کے بعد ایک دوسرے مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ جس چیز کا حکم ثابت ہے اس کو تلاوت میں شامل کرنے میں کیا حرج ہے۔ اس مسئلے کو

اتقان کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی ہمارے ہاتھ کی بات نہیں بلکہ العلام الخیر کا کلام ہے، وہ جس کو چاہے باقی رکھے اور جس کو چاہے منسوخ کر دے۔ جہاں اس بات سے آیت کو منسوخ التلاوة مع بقاء الحکم کے جواز کا پتہ چلتا ہے وہیں اس سے عدالت اور صداقت صحابہ کرامؓ کی یقین دہانی ہوتی۔ صحابہ کرام نے قرآن کریم کی کس قدر حفاظت کی اس کا اندازہ اس آیت کے عدم شمول فی القرآن الکریم سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد ایک اور آیت نقل کرتے ہیں، کفارہ یمین کے سلسلے میں آیت ہے فصیامہ ثلثة ایام (متتابعات) متابعات ابن مسعود کی قراءت ہے، یہ قراءۃ مشہور ہے لیکن متواتر نہیں ہے، اس لئے اس کو منسوخ فی التلاوة مانا جاتا ہے، لیکن اس کا حکم باقی ہے۔ اس کے بعد ابن عباس کی قراءت فافطر بعدہ من ایام اخر اور سعد بن ابی وقاص کی قراءت وله أخ أو اخت لأم ولکل واحد منهما السدس نقل کرتے ہیں کہ ان آیات میں بعض حصے منسوخ التلاوة مع بقاء الأحکام پائے جاتے ہیں۔

اس کے بعد منسوخ التلاوة آیت کے حکم کے اثبات کے سلسلے میں دلائل پیش کرتے ہیں۔ (۱) ابتداء وحی غیر متلو سے اثبات حکم جائز ہے۔ تو پھر وحی متلو منسوخ ہے کسی حکم کا اثبات نہ ہونا چہ معنی دارد، کیونکہ نظم میں منسوخ ہو جانے سے کسی بھی چیز کا وحی ہونے سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا ہے وحی تو وہ باقی ہی رہے گی لیکن اب وہ وحی غیر متلو بن گئی ہے اور وحی غیر متلو سے احکام کا ثبوت محقق ہے اور جائز ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے قبل آیت کا ذکر کر چکے ہیں جس کا حکم ثابت ہے۔ دوسری دلیل یوں بیان فرماتے ہیں۔

ولان الحکم لا یحتاج إلی بناء السبب حکم کے ثبوت کے لئے سبب کا وجود کوئی

ضروری نہیں۔

اس کے بعد ثبوت حکم کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔

(۱) حکم قائم تعین صیغہ

(۲) حکم قائم تعین معنی صیغہ

اور ان دونوں میں کوئی لزوم نہیں، دونوں الگ الگ واقع ہو سکتے ہیں، ایک کے نسخ سے دوسرے کا نسخ ضروری نہیں۔ اتقان کے حوالہ سے اس قسم کی بہت ساری مثالیں بیان کی ہیں، اور آخر میں فرماتے ہیں وأمثلة هذا الضرب كثيرة من شاء فليبراجعها في المطولات - (تنبيه)

یہاں پر مصنف نے اس مسئلے کے تعلق سے ایک ذیلی عنوان قائم کیا ہے۔ اس باب میں نسخ کی کیفیت کا مسئلہ چھیڑا ہے کہ نسخ کس طرح ہوتا ہے؟ ابوبکر رازی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”نسخ الرسم والتلاوة إنما يكون بأن ينسيهم ويرفع مزاوالتهم ويامرهم بالإعراض عن تلاوته وكتبه في المصحف فيندرس على الأيام كسائر كتب الله القديمة ذكرها في كتابه بقوله - إن هذا في الصحف الأولى صحف إبراهيم وموسى - ۱۳

نسخ تلاوت کا حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی امکان نہیں اور حضرت عمرؓ کے یہ فرمانے کہ لولا ان اخشي نے یہ ثابت کر دیا ہے اس آیت کا حکم باقی ہے، اور اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی، اگر اس آیت کی تلاوت منسوخ نہ ہوئی ہوتی تو حضرت عمرؓ لوگوں کی پرواہ کرنے والے ہرگز نہیں تھے، اس کے بعد آیت الشیخ والشیخ کے متعلق ایک طویل بحث کی ہے کہ آیا یہ نسخ ہے یا منسی ہے۔

الضرب الثالث:

مابقی خطہ و نسخ حکمہ:

اس تیسری شکل کے جواز و وقوع کے سلسلے میں علماء کا اختلاف نقل کرتے ہیں۔ جمہور علماء کے یہاں یہ جائز بھی اور واقع بھی ہوا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک نہ یہ جائز ہے اور نہ واقع ہوا ہے ان کی دلیل ہے کہ مقصود نص سے اس کا حکم ہے جب مقصود ختم ہو گیا تو نص کے معنی کا کیا مطلب ہے؟ جیسا کہ طہارت کا وجوب نماز کے لئے جنابت یا حیض کی وجہ سے ساقط ہو جانے سے ختم ہو جاتا ہے اس کا جواب بھی مختصر لفظوں میں نقل کیا ہے۔

جہاں تک مجوزین نسخ کے دلائل کا تعلق ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کریم میں واقع ہوا ہے اور وقوع جواز کا سبب ہے جہاں تک عقلی دلیل کا تعلق ہے یہاں بھی مصنف نے حکم کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک تو حکم قائم تعین صیغہ، جیسا کہ وجوب الصلاة مع بقاء الحرمة علی الجنب، اور دوسرے قائم تعین معنی صیغہ، اور دونوں الگ چیزیں ہیں ایک کا نسخ دوسرے کے نسخ کو مستلزم نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز ایک وقت میں مصلحت ہو لیکن وہ مصلحت بعد میں باقی نہ رہی ہو۔ تلاوت تو باقی رہی لیکن وہ حکم باقی نہیں رہا۔ اس کے بعد ایک بہت اہم بات یہ بتاتے ہیں کہ وہ آیات جن کی تلاوت باقی ہے اور حکم منسوخ ہو گیا وہ آیات تریسٹھ ہیں اور پھر ان کی چند مثالیں بیان کی ہیں۔

ما الحکمة فی رفع الحکم و بقاء التلاوة : فالجواب من وجهین۔

(۱) ایک جواب تو یہ ہے کہ حکم کے منسوخ ہونے کے بعد تلاوت کے بقا میں حکمت ہو سکتی

ہے کہ اس کا ثواب ہی کم از کم ملتا رہے، جس کو یوں بیان کرتے ہیں، إن القرآن يتلى لتعرف

الحکم منه والعمل به كذلك يتلى فيثاب عليه یا کم از کم اس سے تلاوت کا ثواب تو باقی رہے گا۔

(۲) دوسری وجہ مصنف نے اس کی جو بیان کی ہے وہاں سے مخطوطہ کرم خوردہ ہے اور پوری عبارت حذف ہے۔ اس کے بعد بعض لوگوں کا یہ خیال نقل کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں سوائے دو آیات کے کوئی نسخ اور منسوخ نہیں۔ ایک تو سورہ بقرہ کی وہ آیت جس میں متوفی عنہا زوجہ کو ایک سال عدت گزارنے کا حکم ہے، اور دوسری آیت لا تکمل لک النساء من بعد ہے۔ یہ دونوں آیات منسوخ ہیں اور بس بعض لوگوں نے ایک اور تیسری آیت کا بھی اضافہ کیا ہے اور وہ ہے سورہ حشر کی آیت۔

اس کے بعد ایک اور بات بتاتے ہیں کہ قرآن کریم میں کونسا حکم سب سے پہلے منسوخ ہوا اس سلسلے میں اپنی رائے یہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم منسوخ ہوا، اور اس سلسلے میں ابن عباس کا قول نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں اول ما نسخ من القرآن الكريم شأن القبلة اس کے بعد بعض رسائل کے حوالے سے بھی اس کو سب سے پہلا حکم منسوخ شمار کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

”وفى بعض رسائل الناسخ والمنسوخ، أعلم إن أول ما نسخ الصلاة الأولى ای القبلة الأولى ثم الصوم الأول ثم الزكاة الأولى ثم الاعراض عن المشركين ثم العفو والصفح۔ یعنی یہ بعض احکام کے نسخ کی زمینی ترتیب۔

(تنبیہ)

منسوخ کی تین شکلیں بیان کرنے کے بعد اب قرآن کریم کی سورتوں کی اس فصل میں نسخ

کے اعتبار سے تقسیم کرتے ہیں، مصنف نے قرآن کریم کی سورتوں کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ہر قسم میں الگ الگ سورتوں کے نام گنوائے ہیں اور ان کی تعداد لکھی ہے فرماتے ہیں۔

قال بعض العلماء سور القرآن باعتبار النسخ والمنسوخ قسم ليس فيها ناسخ ولا منسوخ یہ پہلی قسم ہے۔ یعنی

(۱) قسم السور التي لا يوجد فيها ناسخ ولا منسوخ اس قسم کے تحت آنے والی سورتیں ۳۷ ہیں۔ مصنف نے ان کے نام گنوائے ہیں۔

(۲) قسم فيه الناسخ والمنسوخ، یہ وہ قسم ہے جس میں ناسخ اور منسوخ دونوں پائے جاتے ہیں ان کی تعداد ۳۵ ہے۔

(۳) تیسری قسم وہ ہے جس میں صرف ناسخ آیات ہیں اور ایسی صرف چھ سورتیں ہیں۔

(۴) چوتھی قسم ان سورتوں کی ہے جن میں نہ ناسخ ہے اور نہ منسوخ، یعنی نہ کوئی آیت ناسخ ہے اور نہ منسوخ ہے۔ ایسی سورتوں کی تعداد چالیس ہے اور ان کے نام گنوائے ہیں۔ اس کے بعد سورہ قرآن کریم کی باعتبار نسخ تقسیم کے سلسلے میں علماء کا اختلاف نقل کرتے ہیں کہ کون سی سورتیں کس قسم میں داخل ہیں اس کو مفصل بیان کیا ہے۔

(تنبیہ)

یہ ایک ذیلی فصل ہے اس میں ایک ذیلی مسئلہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں دو آیات ایسی ہیں جو کہ قرآن کریم کی بہت ساری آیات کے لئے ناسخ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور ان سے بہت ساری آیات قرآن نہ منسوخ ہیں۔

(۱) آیت السیف۔ اس رسالہ میں اس آیت کا تذکرہ بار بار آئے گا، اس کے بارے میں

بتاتے ہیں کہ اس سے قرآن کی ایک سوتیرہ آیات منسوخ ہیں۔ اور وہ آیت یہ ہے، فاذا نسلخ
 الأشهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم وخذوهم واقعدوا لهم كل
 مرصد۔ اس کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا بعض حصہ آیت وان احد من المشركين
 استجارك سے منسوخ ہے۔ یعنی یہ آیت بیک وقت نسخ من وجہ اور منسوخ من وجہ آخر ہے۔

(۲) دوسری آیت آیت القتال ہے۔ اور وہ ہے قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله
 ولا باليوم الآخر ولا يحرمون ما حرم الله ورسوله ولا يدينون دين الحق من الذين
 اوتوا الكتاب الخ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے آٹھ آیات منسوخ ہیں اور ان آیات
 کا ذکر کیا ہے کہ وہ کون کون سی آیات ہیں۔

(تنبیہ)

اس فصل میں مصنف نے ایک اور اہم مسئلے سے تعرض کیا ہے اور وہ ہے استثناء کا مسئلہ کہ
 آیا یہ نسخ ہے یا تخصیص حکم ہے اس سلسلے میں دونوں آراء ہیں اور مصنف نے دونوں کو تفصیل سے
 بیان کیا ہے، یہاں ایک بات عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتی ہے اور وہ ہے کہ استثناء کا مسئلہ علماء
 کے نزدیک بہت مختلف فیہ رہا ہے اس سلسلے میں مصنف کی عبارتوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
 انہوں نے اس سلسلے میں بہت اختصار سے کام لیا ہے۔

اس فصل میں مصنف نے استثناء کی اقسام بھی بیان کی ہیں۔ جیسا کہ استثناء متصل
 اور دوسرے استثناء منفصل وغیرہ۔

(تنبیہ)

یہ اس رسالہ کی آخری فصل ہے اور سب سے زیادہ طویل ہے، اس میں مصنف نے

قرآن کریم میں باعتبار ترتیب پائی جانے والی منسوخ آیات اور ان کے نواسخ کا بیان کیا ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی کی ہے کہ مصنف نے نسخ کے معنی میں بہت تو وسیع سے کام لیا ہے، یعنی جہاں نسخ ہے وہاں تو ہے ہی انہوں نے استثناء و تخصیص حکم کو بھی نسخ کی اقسام میں شمار کر لیا ہے۔ جہاں سورتوں میں ناسخ و منسوخ بیان کیا ہے وہیں ان کے مدنی و مکی ہونے کے اختلاف کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ان سورتوں کی آیات کلمات اور حروف کی تعداد بھی لکھی ہے، جس چیز پر مصنف نے زیادہ بحث کی ہے وہ ہے سورتوں کے مکی و مدنی ہونے کا اختلاف اس کے علاوہ اگر کسی سورت کے مکی ہونے کا حکم لگایا ہے اور ان میں بعض مدنی آیات بھی پائی جاتی ہیں تو ان کا ذکر بھی کیا ہے۔ یا اس کے برعکس ہونے کی سورت میں کچھ آیات کے مکی ہونے کا ذکر کیا ہے۔

سورة الفاتحة مکیة :

یہ سورة ام الكتاب ہے، اس سورت کے مکی ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔
فجميعها محکم لیس فیہا ناسخ ولا منسوخ۔ اس میں سات آیات اور پچیس کلمات ہیں۔ اکثر لوگوں کا خیال اس کے مکی ہونے کا ہے، لیکن مجاہد سے اس سورت کے مدنی ہونے کا قول معروف ہے وہ ابو عبید اور دوسرے علماء کے حوالہ سے یہ بتاتے ہیں کہ یہ دو مرتبہ نازل ہوئی، ایک مرتبہ مدینہ میں اور ایک مرتبہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں، یہاں یہ بات قابل ذکر معلوم ہوتی ہے کہ مصنف نے اس فصل میں یہ تذکرہ نہیں کیا ہے کہ ان کے نزدیک مدنی اور مکی ہونے کا کیا مطلب ہے البتہ درمیان میں ان کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مکی سے مراد وہ سورتیں لی ہیں جن کا نزول ہجرت مدینہ سے قبل ہوا اور مدنی سے مراد وہ سورتیں لی ہیں جن کا نزول ہجرت مدینہ کے

بعد ہوا۔

سورة البقرة مدنیہ:

سورہ بقرہ بالاتفاق مدنی ہے اس کے کلمات آیات اور حروف کی تعداد لکھنے کے بعد اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سورت میں ۳۰ آیات منسوخ ہیں ان آیات کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) ومما رزقناهم ينفقون ، اس آیت کے بارے میں بتاتے ہیں کہ یہ آیت آیت الزکاة سے منسوخ ہے جس میں حکم فرمایا گیا ہے ، خذ من أموالهم صدقة تطهرهم بها وتزكهم ، اس آیت سے سورہ بقرہ کی وہ آیت منسوخ ہے۔

(۲) وقولوا للناس حسنا واقیموا الصلاة ، اس آیت کا پہلا حصہ منسوخ ہے ، اس آیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف نقل کرتے ہیں اور اختلاف کی بنیاد حسنا کی تفسیر کے اندر اختلاف کی وجہ سے ہے۔ بعض لوگوں نے تو اس کا مصداق حضور اکرم ﷺ کو بتایا ہے ، اس صورت میں تو اس کے منسوخ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اس کے معنی مشرکین سے اچھی طرح بات کرنے کے ہیں ، جیسا کہ عطاء بن رباح اور تمام مفسرین کا قول ہے تو یہ آیت منسوخ ہے آیت وجاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم سے ، جس کے معنی مصنف یوں بیان کرتے ہیں ، واغلظ علیہم فی الکلام ولا تلافیہم البتہ یہ حکم مسلمانوں کے حق میں ایک دوسری حدیث کی وجہ سے باقی رہ گیا ، جس میں ارشاد نبوی ہے فلا یقول المسلم للمسلم الا خیرا۔

(۳) إن الذین امنوا والذین ہا دو منسوخہ ، یہ آیت بھی آیت ومن یتبع

غیر الاسلام دینا سے منسوخ ہے ، لیکن مجاہد و ضحاک نے اس آیت کو محکم بتایا ہے۔

(۴) ودّ کثیر من اهل الکتاب لو یردونکم کفارا حسدا من عند انفسہم

یہ آیت آیت قتال سے منسوخ ہے اس میں حکم دیا گیا معافی کا حکم منسوخ ہے آیت قتال سے یعنی
وَقَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

(۵) لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے۔

فَإِنَّمَا تُولُوا فَتْمٌ وَجْهَ اللَّهِ: یہ آیت بھی سورہ بقرہ کی ایک دوسری آیت سے منسوخ
ہے جس میں ارشاد ہے وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ اس آیت کے نسخ و عدم نسخ
میں علماء کا اختلاف نقل کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کے خیال میں یہ آیت محکم
ہے، یہ آیت نقل نماز کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے اور بعد کی آیت کا حکم فرض نمازوں کے لئے
ہے، اس آیت کے ضمن میں یہ بھی بتاتے ہیں کہ تحویل قبلہ کا حکم صبح کی نماز میں ہوا تھا۔

(۷) فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا یہ آیت منسوخ

ہے آیت وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ الْأَمْنِ سَفَهَ نَفْسَهُ سے ۔

(۸) إِنْ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى یہ آیت منسوخ ہے

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا سے، یعنی اس کے بعد میں آنے والے استثناء سے جیسا کہ ہم پہلے بھی
بیان کر چکے ہیں کہ نسخ کے معنی میں مصنف نے بہت وسعت سے کام لیا ہے ان کے نزدیک استثناء
بھی نسخ کی ایک قسم ہے۔

(۹) إِنْ أَحْرَمَ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ، یہ آیت کا حصہ منسوخ ہے ایک حدیث سے جس

میں حکم فرمایا گیا، أَحَلَّتْ لَكُمْ مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ - السَّمَكُ وَالْجَرَادُ وَالْكَبِدُ وَالطَّحَالُ لیکن
اصلاً یہ کوئی نسخ نہیں بلکہ یہ تخصیص حکم ہے اس لئے آیت کو آیات منسوخہ کی فہرست میں سے شامل کر
نا محل نظر ہے۔

(۱۰) یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص یہ آیت منسوخ ہے آیت
و کتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس سے، اس کے ضمن میں دوسری آیت کے شان نزول
کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

(۱۱) گیارہویں آیت سورۃ بقرہ کی، کتب علیکم إذا حضر أحدکم الموت الخ ہے
جو کہ آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم سے منسوخ ہے۔

(۱۲) یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من
قبلکم۔ اتنی مقدار منسوخ ہے، لیکن مصنف نے اس کے نسخ کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

(۱۳) وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ اس میں دیا گیا حکم تخیر جو ہے
وہ منسوخ ہے اور عملی آیت محکم ہے، یہ آیت فمن شہد منکم الشهر فلیصمه منسوخ ہے۔
(۱۴) وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم یہ آیت بھی آیت فمن اعتدی
علیکم سے منسوخ ہے۔

(۱۵) وقاتلوا المشرکین كافة۔ یہ آیت آیت الیف سے منسوخ ہے۔

(۱۶) ولا یقاتلوہم عند المسجد الحرام یہ آیت منسوخ ہے آیت فاقتلوہم

حیث وجدتموہم سے

(۱۷) فان انتهو فان اللہ غفور رحیم۔ یہ آیت آیت الیف سے منسوخ ہے۔

(۱۸) ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الہدی محلہ۔ یہ آیت بھی منسوخ ہے۔

(۱۹) یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو، یہ آیت آیت زکوٰۃ انما الصدقات

للفقراء سے منسوخ ہے۔

(۲۰) یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فيه - یہ آیت منسوخ ہے، فاقتلوا المشرکین سے کیونکہ ابتداء اسلام میں اشہر حرم یعنی رجب، ذوالقعدة ذوالحجہ اور محرم میں لڑائی جائز نہیں تھی۔

(۲۱) یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہا اثم کبیر یہ آیت منسوخ ہے، آیت إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام سے اس کے لئے ایک اور نسخ نقل کرتے ہیں اور وہ قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن الخ

(۲۲) یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو یہ آیت بھی آیت زکاة سے منسوخ ہے
(۲۳) ولاتنکحو المشرکات حتی یومن، اس آیت کا بعض مصدر آیت والمحصنات من الذین اوتوا الكتاب من قبلکم سے منسوخ ہے۔

(۲۴) والمطلقات یتربصن بأنفسهن الخ - یہ آیت منسوخ ہے۔ آیت فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ سے۔

(۲۵) ولا یحل لکم أن تأخذوا مما آتیتموهن شیئاً یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی آیت نسخہ ہے اس کا استثناء یعنی الا أن یخافا ان لا یقیما حدود اللہ۔

(۲۶) والوالدات یرضعن أولادهن یہ آیت منسوخ ہے۔ اس کے استثناء سے اور وہ ہے فان ارادا فصلاً عن تراض منہما وتشاور۔

(۲۷) والذین یتوفون منکم ویذرون أزواجاً وصیة لأزواجهم الخ۔
ابتداءً اسلام میں متوفی عنہا زوجہا کے لئے ایک سال عدت تھی پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی
اور دوسرا حکم آ گیا۔ اور وہ ہے والذین یتوفون منکم ویذرون أزواجاً یتربصن

بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً اس آیت نے پہلے آیت کا حکم بدل دیا اور اب متوفی عنہا زوجہا کے لئے صرف چار مہینہ دس دن عدت گزارنے کا حکم ہے اس آیت کے ضمن میں مصنف نے ایک ایسا مسئلہ چھیڑا ہے جس کا آج کل بہت چرچا ہے اور وہ ہے متوفی عنہا زوجہا کے حق میں وصیت مقبول ہوگی یا نہیں ایسے اس کو گھر دیا جائے گا یا نہیں، وصیت کی بات تو آیت میراث سے منسوخ ہے، البتہ سکنی کا مسئلہ باقی رہتا ہے، اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی منسوخ ہے اور بعض کے نزدیک یہ منسوخ نہیں ہے، مصنف نے اس پورے مسئلہ کو بڑی تفصیل سے اس آیت کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

(۲۸): لا اکراه فی الدین، یہ آیت اور اس کا حکم جناب رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا تھا، لیکن بعد میں یہ حکم آیت وقاتلوالمشرکین سے منسوخ ہو گیا۔

(۲۹) واشهدوا اذا تبایعتم، یہ آیت مبايعت کی وقت اشہاد کے وجوب کا پتہ دیتی ہے، لیکن یہ آیت منسوخ ہے، اشہاد کا حکم جو ہے وہ ندب پر دلالت کرتا ہے، اشہاد مستحسن ہے۔

(۳۰) وان تبدوا ما فی أنفسکم أو تخفوه یحاسبکم به الله، یہ آیت منسوخ ہے آیت لا یشکلف الله نفساً الا وسعها سے سورہ بقرہ کی یہ تیس آیات ہیں جن کو مصنف نے منسوخ شمار کیا ہے، ان آیات کے منسوخ ہونے میں ہم مصنف کی رائے سے بہت حد تک متفق نہیں ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مصنف نے نسخ کے معنی کی تطبیق میں بڑی وسعت سے کام لیا ہے، جن آیات کو اس سورت میں انہوں نے منسوخ شمار کر لیا ہے، وہ سب کی سب اصلاً منسوخ نہیں ہیں، بلکہ بعض آیات سے دوسری بعض آیت کی شرح بالتفسیر مقصود ہے۔

سورة آل عمران مدنیة:

سورة آل عمران مدنی سورت ہے، اس میں دو سو آیات ہیں۔ اس کے مدنی ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، مصنف نے اس کے کلمات و حروف کی تعداد بتانے کے بعد لکھا ہے، والمنسوخ فیہا تسع آیات، اس میں نو آیات منسوخ ہیں۔

(۱) فان تولوا فانما علیکم البلاغ وعلینا الحساب یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت السیف ہے جس میں اعلانیہ قتال کا حکم ہے۔

(۲) الا ان تتقوا منهم تقاة یہ آیت بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۳-۴-۵) تین چار پانچ آیات جو کہ شروع ہوتی ہیں کیف یهد اللہ قوما کفورا سے لایخفف عنهم العذاب ولا هم یبظرون۔ یہ آیات منسوخ ہیں، ان کے بعد آنے والی آیت سے، جو کہ الا الذین تابوا واصلحوا سے شروع ہوتی ہے۔

(۶) ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا، ولله على الناس حج البيت عام ہے جس کا نسخ من استطاع إليه سبيلا سے ہے یعنی وہ عموم اس قید سے ختم ہو گیا تو گویا یہ آیات کا حصہ پہلے والے کے لئے ناسخ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۷) یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاہ۔ یہ آیت سورہ تغابن کی آیت سے منسوخ ہے، جس میں حکم فرمایا گیا ہے، فاتقوا اللہ ما استطعتم۔ مصنف نے اس آیت کے تحت کافی تفصیل درج کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس آخر آیت سے کون کون سی آیات منسوخ ہیں، اور ساتھ ساتھ حق الاتقاء کا مطلب بھی بتایا ہے جمہور کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہے اس لئے کہ انکے یہاں حق تقاہ کا مطلب ہے واجب تقواہ، لیکن مصنف اس مسئلے میں ان کے ساتھ نہیں

ہیں، بلکہ ان کے قول کی تاویل کی ہے، اور اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے دلائل پیش کیے ہیں۔

(۱) ومن یرد ثواب الدینا نوتہ منها الخ یہ آیت منسوخ ہے آیت ومن یرید

العاجلة عجلنا له فیہا ما نشاء ثم جعلنا له جہنم سے۔

(۹) فان تصبروا وتنفقوا فان ذلك من عزم الأمور یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی

ناسخ ہے آیت واقتلوہم حیث وجدتموہم۔

سورة النساء مدنیة:

یہ چوتھی سورت ہے، اور یہ بھی مدنی ہے اتقان کے حوالہ سے نحاس کا قول اس سورت

کے مکی ہونے کا نقل کرتے ہیں، اس سلسلے میں انہوں نے آیت إن اللہ یا مریکم أن تؤ دو

الامانات إلی أهلها سے استدلال کیا ہے۔ بالاتفاق مکی ہے۔ لیکن ایک آیت کے مکی ہونے

سے پوری آیت کا مکی ہونا کہاں لازم آتا ہے اس سورت میں مصنف کے بقول ۲۴ آیات منسوخ

ہیں۔ فرماتے ہیں۔ والمنسوخة فیہا أربع وعشرون آية۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) واذا حضر القسمة أولی القربی والیتامی والمساکین اس آیت کے معنی

میں مفسرین کا اختلاف ہے مجاہد کہتے ہیں کہ یہ ابتدائے اسلام میں تھا کہ تمام ذوالقربی یتامی اور

مساکین کا میراث میں حصہ ہوا کرتا تھا لیکن یہ آیت میراث کے نزول کے بعد منسوخ ہو گیا۔

(۲) ولیخس الذین لو ترکوا من خلفہم ذریۃ ضعیفا الخ یہ آیت منسوخ ہے،

آیت فمن خاف من موص جنفاً أو اثماً سے۔

(۳) إن الذین یأکلون أموال الیتامی یہ آیت منسوخ ہے یسئلونک عن

الیتامی قل اصلاح لهم خیر سے

(۴) واللاتی یاتین الفاحشة من نسائکم الخ یہ آیت ابتدائے اسلام میں زانیہ کی سزا کو بتاتی ہے کہ ان کو گھروں میں قید کر لیا جاتا ہے، لیکن اس کے بعد جب آیت جلد نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا، اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہی ہمارا مختار مذہب ہے۔

(۵) والذان یاتیانہا منکم الخ یہ آیت بھی آیت جلد سے منسوخ ہے، بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ نہیں ہے، بلکہ یہ حکم لواطت کی سزا کے لئے ہے، لیکن صحابہ میں سے کسی نے بھی اس آیت پر لواطت کے سلسلے میں اور معاملوں میں عمل نہیں کیا امام شافعی کے یہاں یہ آیت آیت الزنا سے منسوخ ہے، جبکہ احناف کے یہاں یہ آیت ایک حدیث البکر بالبکر جلد مائة و تغریب عام سے منسوخ ہے اور پھر یہ حدیث بھی آیت حد زنا سے منسوخ ہے۔

(۷) إنما التوبة على الله للذين يعملون الخ یہ آیت بھی آیت لیست التوبة للذين يعملون السيئات حتی اذا حضر احدہم الموت سے منسوخ ہے۔ یہاں یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس آیت سے ایک اور آیت بھی منسوخ ہے اور وہ ہے ان الله یقبل التوبة عن عباده اسی ضمن میں توبہ کے قبول ہونے کا مسئلہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ توبہ کب تک مقبول ہے، اس مسئلہ کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔

والأصح أنه یقبل التوبة من المسلم والكافر ومن مات منهم قبل أن یغرغر وقبل أن یرى ملائكة الرحمان عن یمین وملائكة العذاب عن شماله۔ اس کے بعد یہ یہ بتاتے ہیں کہ اگر اس مسئلہ کی مزید وضاحت مطلوب ہو تو ابو عبد اللہ الحلیمی کی کتاب ”المنہاج“ کا مطالعہ کریں۔ کہتے ہیں ذکر ابو عبد اللہ الحلیمی فی کتاب المنہاج

فصلا شافيا طويلا في ذلك۔

(۷) يا ايها الذين امنوا لا يحل لکم ان ترثوا النساء کرها لئن اس کا آخر اور اول دونوں منسوخ ہیں، اس میں ایک استثناء ہے، اور یہاں استثناء اس سے ہے جو کہ اس سے پہلے کہا گیا ہے یہ آیت آیت حد الزنا سے منسوخ ہے۔

(۸) ولا تنکحو امانکح آباؤکم، الا ما قد سلف سے منسوخ ہے۔ یہاں پر مقصود الا ما قد سلف تحریم میں مبالغہ ہے۔

(۹) وأن تجمعوا بین الاختین، یہ آیت استثناء سے منسوخ ہے، اس مسئلہ میں فقہائے صحابہ کا اختلاف نقل کرتے ہیں کہ کیا دو بہنوں کو ایک ساتھ جمع کیا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں ظاہری بات ہے نکاح کے ذریعہ تو یہ جائز نہیں لیکن اگر ایک کو ملک کے ذریعے اور دوسرے کو نکاح کے ذریعہ جمع کرنا جائز ہے یا نہیں، لیکن اس سلسلے میں اختلاف ہے، مصنف نے اس اختلاف کو نقل کیا ہے۔

(۱۰) فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة۔ اس آیت کے حکم کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ آیت نکاح مؤید کے بارے میں ہے جبکہ بعض لوگ اس سے نکاح متعہ کو ثابت کرتے ہیں۔ یہ آیت والذین هم لفروجهم لحافظون سے منسوخ ہے اس آیت کے ضمن میں مصنف نے نکاح کی حلت و حرمت کے سلسلے میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے، اور اخیر میں اس کی حرمت ابدیہ کا فیصلہ کیا ہے۔

(۱۱) يا ايها الذين آمنوا لا تأكلوا اموالکم بینکم لئن اس آیت کے بارے

میں نسخ کا فیصلہ کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اہل عرب میں یہ عادت تھی کہ جب وہ سفر پر جاتے تھے

تو ایک دوسرے کے مال بغیر ان کی اجازت کے کھا لیتے تھے، اس کی حرمت اس آیت میں آگئی تو لوگوں کو پریشانی ہونے لگی، تو اس حکم کی عمومیت منسوخ ہوگئی اور اس کی ناسخ آیت لیس علی الأعمی حرج ولا علی الاعرج حرج الخ ہے۔

(۱۳) والذین عقدت إيمانكم الخ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت

والولی الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب اللہ ہے۔

(۱۳) فاعرض عنهم وعظهم۔ یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۱۴) ولوأنهم اذ ظلموا أنفسهم جاؤك الخ یہ آیت منافقین کے بارے میں

نازل ہوئی ہے جس کا خیال یہ تھا کہ ان کی توبہ قبول ہو جائے گی، اس آیت سے ان کی تردید کی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ ان کے لئے استغفار کر دیں تو ان کے گناہ معاف ہو جائیں گے، لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ آیت منسوخ ہے آیت التوبہ سے جس میں حکم ہے۔

استغفر لهم أو لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین کی توبہ کبھی قبول نہیں ہوگی، مصنف اس آیت کے تحت زندیق کی توبہ کا مسئلہ بھی ذکر کرتے ہیں اور اس میں علماء کا اختلاف نقل کرتے ہیں، اس بارے میں امام مالک کے قول لا تقبل توبہ کو درست قرار دیتے ہیں البتہ زندیق کی توبہ قبول ہونے کی ایک صورت علما نے یہ لکھی ہے کہ وہ بھرے مجمع میں آ کر اپنی توبہ کا اعلان کرے۔

(۱۵) فانفروا ثبات أو انفروا جميعاً الخ یہ آیت منسوخ ہے، آیت وماکان

المؤمنون لينفروا كافة سے، اس آیت کے ذیل میں مسئلہ قدر ذکر کرتے ہیں، کہ یہاں پر حذر کا کیا مفہوم ہے جبکہ تقدیر تو پہلی لکھی جا چکی ہے۔ اس کا جواب مصنف نے یہ دیا ہے کہ یہ عالم

اسباب ہے اور یہاں کے معاملات مختلف ہیں،

(۱۶) ومن تولیٰ فمما ارسلناک علیہم حفیظاً یہ آیت منسوخ ہے آیت فاقتلوا
المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ سے۔

(۱۷) فاعرض عنہم وتوکل علی اللہ۔ اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ
توکل کا حکم تو ثابت ہے البتہ حکم الإعراض آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۱۸) فقاتل فی سبیل اللہ لاتکلف الانفسک وحرص المؤمنین، یہ آیت
منسوخ ہے آیت قاتلوا المشرکین کافۃ سے اور وہ اس طرح کہ اس آیت سے جہاد کی
فرضیت صرف آپؐ کے اوپر تو ثابت ہوتی ہے البتہ سب کے اوپر جہاد کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی،
بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاد اوروں پر فرض کفایہ ہے لیکن آیت قاتلوا المشرکین نے اس اقتباس کو
رفع کر دیا۔ اور اس خصوص کو عموم میں بدل دیا۔

(۱۹) فما لکم فی المنافقین فئتین الخ یہ آیت ایت السیف سے منسوخ ہے۔

(۲۰) الذین یصلون إلی قوم بینکم و بینہم میثاق أوجاؤکم حصرت
صدورہم، یہ آیت منسوخ ہے، آیت براءة من اللہ ورسولہ إلی الذین عاہدتم من
المشرکین اور وہ اس طرح کہ جب آپؐ نے کفار مکہ سے معاہدہ صلح کر لیا، تو کچھ قبائل ایسے تھے
جن کے ساتھ کفار مکہ کا معاہدہ تھا، آپؐ نے ان کا رخ کرنے کا ارادہ کیا، اور ان کی سرکوبی کی
نیت کی تو یہ آیت نازل ہوئی، اور آپؐ کو اس سے روک دیا گیا، لیکن بعد میں یہ آیت نازل ہوئی
براءۃ من اللہ ورسولہ الخ۔

(۲۱) ستجدون آخرین یریدون ان الخ یہ آیت بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۲۲) فان كان من قوم عدد لكم الخ یہ آیت منسوخ ہے آیت براءة من الله

ورسولہ سے۔

(۲۳) ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاءه جہنم خالداً فیہا۔ اس آیت میں

خالداً کا حصہ منسوخ ہے۔ اہل سنت والجماعت کا اس کے نسخ کے سلسلے میں اجماع نقل کرتے ہیں، لیکن معتزلہ اور قدریہ کا اختلاف ہے۔

اہل سنت کی دلیل ہے آیت ان الله لا يغفران يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء لیکن اس کے بعد ابن عباسؓ اور عبداللہؓ بن عمرؓ کا قول نقل کرتے ہیں جو اس حصہ کے محکم ہونے کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حکم کلمہ خلود محکم ہے۔ اسی ضمن میں قیاس بن ضابہ اللیشی کا واقعہ نقل کرتے ہیں جس نے اپنے بھائی ہشام کو بنی النجار میں مقتول پایا یہ معاملہ جب آپؐ کے سامنے آیا تو آپؐ نے اس کے ساتھ نبی فہر میں سے ایک شخص کو اپنا قاصد بنا کر بنی النجار کے پاس بھیجا کہ یا تو اس کے بھائی کے قاتل کو اس کے بھائی کے حوالے کر دو یا پھر دیت دو، تو انہوں نے سواونٹ دیت دیے، اس کے بعد جب یہ دیت کا سامان لیکر بنی النجار سے نکلے تو راستے میں ایک جگہ آرام کرنے کے لئے رکے، قیاس بن ضابہ کے دماغ میں بے ایمانی آگئی اس نے حضور ﷺ کے قاصد کو قتل کر دیا اور دیت کے اونٹ لیکر مکہ روانہ ہو گیا۔ اور مکہ میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے داخل ہوا۔

قتل به فہر وحملت عقلة

یسرفنی النجار ارباب فارع

وادرکت ثاری واضطجعت مؤسلا

و کنت إلى الأوثان أول راجع

تو یہ آیت نازل ہوئی، ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاءه جہنم خالداً فیہا۔ فتح
مکہ کے دن حضور اکرم ﷺ نے اس کا خون کرنا جائز قرار دیا، وہ لوگوں کو بازار میں ملا تو اس کو قتل
کیا، چنانچہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ یہ آیت اس صورت کے لئے محکم ہے جبکہ کوئی کافر مؤمن کو قتل
کر دے۔

(۲۴) ان المنافقين فی الدرك الأسفل من النار یہ آیت اس کے بعد میں آنے
والی آیت میں جو استثناء آیا ہے اس سے منسوخ ہے جس میں توبہ کرنے والوں کو اس حکم سے خارج
کر دیا گیا ہے۔

سورة المائدة

اس سورت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ سورت مدنی ہے اور اس میں یہ بھی ذکر کرتے
ہیں کہ اسی سورت میں قرآن کریم کی آخری آیت نازل ہوتی ہے۔ وہ ہے الیوم اکملت لکم
دینکم واتممت علیکم نعمتی، اس کی آیات کلمات اور حروف کی تعداد کے ذکر کے بعد
کلمات اور حروف کی تعداد کے ذکر کے بعد بتاتے ہیں کہ اس میں نو آیات منسوخ ہیں۔

(۱) یبتغون فضلا من الله ورضوانا الخ یہ حصہ منسوخ ہے اس آیت کے تحت
شرحیل الکندی کا قصہ ذکر کرتے ہیں، یہ آیت ولا تحلوا شعائر الله والالشهر الحرام
والالهدی ولا القلائد الخ سے منسوخ ہے۔

(۲) فاعف عنهم واصفح، اس آیت کا مطلب ہے واعرض عن اليهود یہ

آیت منسوخ ہے آیت وقتلو الذین لا یؤمنون بالله ولا بالیوم الآخر -

(۳) إنما جزاء الذین یحاربون الله، یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے جو اس

کے بعد آرہی ہے الا الذین تابوا۔

(۴) فان جاؤک فاحکم بینہم أو اعرض عنہم یہ تخیر ہے عکرمہ اور مجاہد کا

قول یہ ہے کہ یہ تخیر غیر المعاہدین کے حق میں منسوخ ہے۔ اور اس کا نسخ آیت وأن احکم بینہم بما أنزل الله ہے۔

(۵) ما علی الرسول الا البلاغ، یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے

(۶) یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذاہتدیتم:

اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ آیت کا اتنا حصہ منسوخ ہے آیت کنتم خیر امة اخرجت للناس سے۔

اس آیت کے ضمن میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ آپ خطبہ دینے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور پھر کھڑے ہوئے اور گر گئے، اور پھر تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا اس کے بعد منبر پر پکڑ کر بیٹھایا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس آیت یا ایہا الذین آمنوا علیکم الخ کا مطلب غلط مت سمجھ لینا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس آیت کا غلط مطلب سمجھ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے باز آ جاؤ اور دین کی اساس ہی ختم ہو جائے۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں۔

فوالذی نفس بیدہ لتامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر أو سلط الله

علیکم شرارکم فیعاقبکم بما لا یطیقون، المراد من الاية الأمر بالمعروف

والنهي عن المنكر قوله۔ والذي نفسى بيده ليس معناه أن تشغلوا بأنفسكم ولكن معناه ان اهتديتم أن يمنعوا غيركم من المعصية بامرہ بالطاعة، یعنی مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنا فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ادا کرنے پر ہو گے تو تمہیں کسی کی گمراہی کوئی نقصان پہنچانے والی نہیں ہے۔ اس کے بعد اس آیت کے شان نزول کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ آیت ہجر نامی جگہ کے مجوسیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو کہ حضور ﷺ کو ان سے جزیہ وصول کرنے پر ملامت کرتے تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ آپؐ ان کے ملامت کرنے سے دلبرداشتہ مت ہوئے۔

اذا حضر احدكم الموت حين الوصية یہ آیت منسوخ ہے آیت واشهدو ذوی عدل منکم سے۔

(۸) فان عشر على أنهما استحقا إثمًا الخ یہ منسوخ ہے آیت ولا يضار كاتب ولا شهيد ہے۔

سورة الأنعام مكية:

عادت کے مطابق اس سورت کی آیات، کلمات اور حروف کی تعداد نقل کرتے ہیں، یہاں پر اس مخطوطے کے الفاظ بالکل سمجھ میں نہیں آتے اور اوراق کی ترتیب میں بھی گڑبڑ ہے، اور خود کاتب نے بھی کافی کانٹ چھانٹ کی ہے کافی سہو بھی ہوا ہے جس کو انہوں نے حاشیہ پر لکھا بھی ہے، لیکن بات واضح نہیں ہو پاتی، البتہ اس سورت کے بارے میں اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اس کی چودہ آیات کو منسوخ بتایا ہے، کہتے ہیں ویحتوی على أربع عشرة آية

منسوخہ کچھ آیات کا ذکر اس صفحے پر ہے۔

- (۱) قل إنی أخاف ان عصیت الخ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت سورہ فتح کی ہے جس میں فرمایا گیا لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک الخ
- (۲) قل لست علیکم بوکیل: یہ آیت منسوخ ہے آیت السیف سے۔
- (۳) ارأیت الذین یخوضون فی آیاتنا الخ یہ آیت منسوخ ہے فلا تقعدوا معهم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ سے بس صرف تین آیات مخطوطہ میں ملتی ہیں باقی آیات کا ذکر مخطوطہ میں نہیں ملتا۔

سورة الأعراف:

اس سورت کے کئی ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اس میں آٹھ آیات مدنی بھی ہیں، اور وہ شروع ہوتی ہیں واسألہم القرية التي كانت حاضرة للبحر سے اور ختم ہوتی ہی واذنتقنا الجبل پر مزید برآں صرف تین آیات منسوخ ہیں۔

- (۱) واملی لہم ان کیدی متین یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے
- (۲-۳) خذ العفو وأمر بالمعروف، یہ آیت بھی مصارف زکاۃ والی آیت سے منسوخ ہے اور اس آیت کا تیسرا حصہ واعرض عن الجاہلین، آیت السیف سے منسوخ ہے۔

اس آیت کے کچھ فضائل بھی گنوائے ہیں فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق کا قول ہے، ”لیس فی القرآن العزیز أجمع لمکارم الأخلاق من هذه الآية۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جبریل امین آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اے محمد ﷺ آپ کا رب آپ کو مکارم

اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، آپؐ نے پوچھا کہ اے جبرئیل امین وہ کیا ہیں، حضرت جبرئیلؑ فرماتے ہیں
صل من قطعك وأعط من حرمك واعفو عن ظلمك واحسن إلى من أساء
إليك الخ

سورة الأنفال مدنیة:

یہ سورۃ مدنی ہے، مگر دو آیات مکی ہیں۔ (۱) واذا یمکربک الذین کفروا اور دوسرے
یا ایہا النبی حسبک اللہ الخ

اس میں چھ آیات کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) یسئلونک عن الأنفال، اس میں انفال اور غنیمت کے معنی بیان کرتے ہیں بلکہ
اس کے معنی زیادتی کے ہیں اور غنیمت صرف امت مسلمہ کے لئے حلال ہے، یہ آیت منسوخ ہے
آیت واعلموا أنما غنمتم من شئی سے،

(۲) وماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم، یہ آیت منسوخ ہے آیت وما لہم
الایعذبہم اللہ وہم یصدون عن المسجد الحرام سے،

(۳) قل للذین کفروا إن ینتہوا یغفرلہم ماقد سلف، یہ آیت وقاتلوا
المشرکین کافۃ سے منسوخ ہے۔

(۴) وان جنحوہ للسلم فاجنح لہا الخ یعنی اگر یہود صلح و آشتی کی طرف مائل
ہو جائیں تو تم بھی اس سے گریز نہ کرو یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۵) وإن یکن منکم عشرون صابرون الخ یہ آیت منسوخ ہے آیت الآن خفف

اللہ عنکم وعلم أن فیکم ضعفا، اس کے بعد اس آیت کے ضمن میں کچھ تفصیل ذکر کی ہیں، فرماتے ہیں کہ بعض علماء کا قول اس کے عام نسخ کا بھی ہے، اور یہ آیت حالات المسلمین کے تابع ہے۔

(۷) والذین آمنوا مالکم من ولا یتھم من شئی یہ آیت منسوخ ہے۔ آیت

وأولو الأرحام بعضهم أولى ببعض فی کتاب اللہ سے۔

سورة التوبة مدنیة

جہاں سے یہ سورت شروع ہوتی ہے۔ وہاں سے مخطوطہ پھٹا ہوا ہے، اور اس سے جگہ خالی ہے، البتہ سورہ توبہ کی گیارہ منسوخ آیات میں سے جن کا تذکرہ مصنف نے کیا ہے دوسری آیت سے مخطوطہ کی تحریر ملتی ہے۔

(۲) ان الذین عاہدتم عند المسجد الحرام یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۳) وبشر الذین کفروا بعذاب ألیم: جنہوں نے یہاں عذاب کا مطلب قتال بیان کیا ہے ان کے نزدیک یہ آیت الذین عاہدتم من المشرکین سے منسوخ ہے۔

(۵) وان أحد من المشرکین استجارک یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے

چھٹی اور ساتویں آیات کی تفصیل بھی مخطوطہ میں نہیں ملتی،

(۸) الاتنفروا یعذبکم الخ۔ یہ آیت منسوخ ہے آیت وماکان المؤمنون لینفروا کافة سے، اس آیت کے شان نزول کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ یہ آیت مقداد بن الاسود کے بارے میں نازل ہوئی جو موٹے تھے اور انہوں نے جہاد میں جانے سے اجازت چاہی تو آیت انفرو خفافا وثقالاً نازل ہوئی۔

(۹) عفا اللہ عنک الخ یہ آیت منسوخ ہے آیت فاذا استاذنوك فاذن لمن

شئت منهم سے -

(۱۰) استغفرلہم أولا تسغفرلہم - الخ یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی جو رییس المنافقین تھا۔

(۱۱) الأعراب أشد کفرا ونفاقا وأجدر ان لا یعلموا الخ یہ آیت منسوخ ہے آیت ومن الأعراب من یومن باللہ والیوم الآخر سے -

سورة یونس مکیہ

یہ سورت مکی ہے۔ اس کے مکی ومدنی ہونے میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے فرماتے ہیں اس میں تین آیات مدنی ہیں اور وہ ہیں فان كنت فی شك من دینی سے لیکر اس سورت کے آخر تک کی آیات مدنی ہیں۔ اس سورت کے شان نزول کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں، اس سورت کی ابتدائی آیات اس وقت نازل ہوئیں جب کفار مکہ یہ کہنے لگے کہ کیا اللہ کو بھی رسول کی ضرورت ہے۔ تو اس کے جواب کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اُکان للناس عجبا ان اوحینا إلی رجل منهم أن انذر الناس الخ فرماتے ہیں کہ اس سورت میں نو آیات منسوخ ہیں۔

(۱) إنی أخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم - یہ آیت سورہ فتح کی آیت لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک سے منسوخ ہے۔

(۲) فانتظروا إنی معکم من المنتظرین یہ آیت بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۳) فان کذبوک فقل لی عملی الخ یہ آیت بھی منسوخ ہے اور اس کی ناسخ بھی

آیت السیف ہے۔

(۴) فاصبر حتی یحکم اللہ الخ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۵-۶) فمن اہتدی فانما یہتدی لنفسہ، ومن ضل فانما یضل علیہا یہ بھی

آیت السیف سے منسوخ ہیں۔

شاید یہاں لکھنے میں کچھ سہو ہو گیا ہے ورنہ انہوں نے نو آیات کے منسوخ ہونے کا ذکر کیا تھا، لیکن صرف چھ آیات گنوائی ہیں۔

سورة ہود مکية:

اس کی تعداد آیات کلمات وحروف ذکر کرنے کے بعد اس کے مکی ومدنی ہونے کے بارے میں اختلاف نقل کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں صرف چار آیات منسوخ ہیں۔

(۱) انما انت نذیر: یہ آیت سیف سے منسوخ ہے۔

(۲) من کان یرید الحیوة الدنیا وزینتہا الخ یہ آیت منسوخ ہے آیت من کان یرید العاجلة عجلنا له سے۔

(۳) قل للذین لایومنون اعملوا علی مکانتکم انی عامل، یہ آیت بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۴) وانتظرو انی معکم من المنتظرین بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة یوسف مکية

یہ بھی مکی سورت ہے لیکن اس کے مکی ومدنی ہونے میں کافی اختلاف نقل کیا ہے، اس میں صرف دو آیات منسوخ ہیں ایک تو متفقہ طور اور دوسری مختلف فیہ ہے۔

سورة الرعد مدنیة

(۱۰) فانما علیکم البلاغ: یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۲) وان ربك لذو مغفرة للناس علی ظلمهم یہ آیت بھی منسوخ ہے ظلم کے معانی کے تعین میں علماء کا اختلاف نقل کرتے ہیں، قال بعض المفسرين الظلم هو المعصية علی مذهب أهل السنة والجماعة اور کچھ لوگ اس کے معنی کفر و شرک کے لیتے ہیں۔

سورة ابراهيم مکیة:

اس سورت کے کئی ہونے کا ذکر کرتے ہیں تعداد آیات، حروف و کلمات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس سورت میں کوئی نسخ اور منسوخ نہیں ہے۔

سورة الحجر مکیة

یہ کئی سورت ہے بعض آیات مدنی ہیں جیسے ولقننا آتیناک سبعا من المثانی الخ اس کے بارے میں بتاتے ہیں کہ اس میں چار آیات منسوخ ہیں۔

(۲-۱) ذرهم یا کلوا ویتمتعوا ویلهم الأمل فسوف یعلمون یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۳) لاتمدن عینیک إلی مامتعنابه أزواجاً منه الخ۔ یہ آیت بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۴) واعرض عن المشرکین یہ بھی آیت السیف سے منسوخ ہیں۔

سورة النحل مکیة

اس میں اختلاف نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں وقیل من أولها اربعون آية مکیات

والباقية منها مدنيات - اس سورت میں چار آیات کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) ومن ثمرات النخيل والأعناب، یہ آیت آیت إنما حرم ربی الفواحش
ماظہر منها وما بطن سے منسوخ ہے۔

(۲) فان تولوا فإنما عليك البلاغ الخ، یہ آیت بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۳) واصبر وما صبرك الا بالله، یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۵) وجادلهم بالتی هی أحسن، یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة بنی اسرائیل مکیة:

یہ سورت بھی مکی ہے، اس سورت میں صرف دو آیات کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) وقضى ربك الاتعبدوا الاياه وبالوالدين احسانا الخ یہ آیت ماکان
للنبی والذین آمنوا ان يستغفروا للمشرکین الخ سے منسوخ ہے۔

(۲) وما ارسلناک علیہم وکیلا، یہ بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة الکہف مکیة:

یہ سورت بھی مکی ہے، اس میں صرف ایک آیت کے منسوخ ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليکفر، یہ آیت وما تشاؤون الا أن يشاء
الله رب العالمین سے منسوخ ہے۔

سورة مريم مکیة:

یہ سورت بھی مکی ہے، اس میں پانچ آیات کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) وانذرهم يوم الحسرة الخ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۲) فـخـلـف مـن بـعـدہـم خـلـف الخ اس آیت میں جو استثنا آ رہا ہے اس سے یہ آیت منسوخ ہے اور وہ الامن تاب و آمن الخ ہے۔

(۳) فـلـیـمـدـد لہ الر حمان مداء، یہ آیت السف سے منسوخ ہے۔

(۴) و لا تعجل علیہم یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۵) و ان منکم الا وارد ہا کان علی ربک حتما مقضیا الخ یہ آیت و ینجی اللہ الذین اتقوا بمفازتہم سے منسوخ ہے۔

سورة طہ مکیة:

یہ سورت مکی ہے اس کے شان نزول کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، اس میں چار آیات کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) و لا تعجل علیہم بالقرآن من قبل ان الخ یہ آیت منسوخ ہے سنقرئک فلا تنسی سے

(۲) و اصبر علی ما یقولون یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۳) و لا تمدن عینک إلی ما تمنا بہ الخ یہ آیت بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۴) قل کل متربص فتربصوا آیت بھی منسوخ ہے آیت السیف سے۔

سورة الانبیاء مکیة:

یہ بھی مکی سورت ہے، سوائے افلا یرون انسانا تئ الأرض الخ اس میں تین آیات کے منسوخ ہونے کا ذکر کیا ہے۔

(۱) فانکم و ماتعدون (۲) ان الذین سبقت لہم منا الحسنی الخ یہ دونوں

آیت السیف سے منسوخ ہیں۔

(۳) فان تولوا فقل اذنتکم علی سواء یہ بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة الحج مکیة :

یہ سورت بھی مکی ہے، اس کے مکی اور مدنی ہونے میں علماء کا اختلاف نقل کرتے ہیں اور اس سورت کے بعض فضائل نقل کرتے ہیں اس سورت میں تین آیات منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا ان اس آیات کا حکم آیت

سنقرئك فلا تنسى سے منسوخ ہے۔

(۲) فان جادلوك فقل الله أعلم بما تعلمون یہ بھی آیت السیف سے منسوخ

ہے

(۳) تیسری آیت ہے وجاهدوا فی الله حق جهاده۔ یہ آیت فاتقوا الله

ما استطعتم سے منسوخ ہے۔

سورة المؤمنون مکیة :

یہ سورت مکی ہے، اس میں صرف دو آیات کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) فذرهم فی غمرتهم حتی حين ان یأتی السیف سے منسوخ ہے۔

(۲) ادفع بالتي هی احسن یہ بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة النور مدنیة :

کافی سورتوں کے بعد یہ مدنی سورت آئی ہے اس کے مدنی ہونے میں علماء کا اتفاق نقل

کرتے ہیں۔ اس میں مصنف کے نزدیک نو آیات منسوخ ہیں۔

(۱) ولا تقبلوا لهم شهادات ابد ، یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی آیت ناسخ
الا الذين تابوا من بعد ذلك اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”فتلك الناسخ نسخ العموم
الذى يفهم من المنفى -

(۲) الزانى لا ينكح الا زانية الخ۔ یہ بھی منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت ہے
وانكحوا الايامى منكم والصالحين من عبادكم وامائكم جو کہ اس سورت کا حصہ ہے۔
(۳) والذين يرمون : یہ آیت بھی منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت ہے۔ والذين
ازواجهم، اس آیت کا بعض حکم منسوخ ہے۔

(۴) يا ايها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتا الخ اس آیت کا بعض حکم منسوخ ہے
آیت ليس عليكم جناح سے۔

(۵) قل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن ، اس آیت کا بعض حکم والقواعد
من النساء اللاتى سے منسوخ ہے۔

(۶) فان تولوا فانما عليه ما حمل وعليكم ما حملتم، یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۷) يا ايها الذين آمنوا اليستا ذنكم الذين ملكت ايمانكم، یہ آیت منسوخ ہے

اور اس کی ناسخ آیت، واذا بلغ الاطفال منكم الحلم فليستادنوا ہے

(۸) ولاعلى انفسكم ان تأكلوا من بيوتكم الخ جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے

اور اس کی ناسخ حدیث لایحل مال امرء مسلم ہے۔

(۹) فاذا لمن شئت منهم الخ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت لم اذنت لهم ہے۔

سورة الفرقان مكية:

اس میں بعض آیات کے مدنی ہونے کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ اس سورت میں تین آیات کے اوپر منسوخ ہونے کا حکم لگایا ہے۔

(۱) واذا خاطبهم الجاهلون، یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۲-۳) والذین لا يدعون مع الله إلحاً اور من يفعل ذلك يلق أثماً۔ یہ دونوں

آیات ان کے بعد میں آنے والے استثناء سے منسوخ ہیں۔ اور وہ الا من تاب وآمن۔ ہے

سورة الشعراء مكية:

یہ سورت مکی ہے۔ اس کی تعداد آیات، کلمات اور حروف لکھنے کے بعد مصنف کہتے ہیں کہ اس میں صرف ایک آیت ہے جو منسوخ ہے ومن ضل فقل إنما أنا من المندرين یہ آیت السیف سے منسوخ ہے اس کے معنی یوں بتاتے ہیں، ليس على إلا الإنذار وهو الإعلام مع التخويف۔

سورة القصص مكية:

یہ سورت مکی ہے، اس سورت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی آیت منسوخ نہیں۔

سورة العنكبوت مكية:

یہ مکی سورت ہے۔ اس سورت میں صرف دو آیات کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) ولا تجادلوا أهل الكتاب۔ یہ حکم مجادلہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔

(۲) إنما أنا نذير مبين یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة الروم مكية

یہ سورت مکی ہے اس میں کوئی آیت ناسخ اور منسوخ نہیں۔

سورة لقمان مكية:

یہ مکی سورت ہے، اس میں ایک آیت کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) من كفر فلا يحزنك كفره۔ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة السجدة مكية:

یہ سورت مکی ہے اس میں ابن عباسؓ کے حوالے سے ایک آیت کو مستثنیٰ کرتے ہیں جو مدنی

ہے افمن كان مؤمنا كمن كان فاسقا۔

اس میں صرف ایک آیت منسوخ ہے فاعرض عنهم۔ یہ آیت آیت سیف سے

منسوخ ہے۔

سورة الاحزاب مدنية

یہ مدنی سورت ہے۔ اس سورت کے بارے میں ایک عجیب عبارت لکھتے ہیں۔ اور وہ ہے

انها مدنية بالامعان والاجماع اس سورت میں کوئی بھی آیت مکی نہیں ہے اس میں صرف

دو آیات کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) ودع اذاهم، یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت القتال وقاتلو

المشرکین کافی ہے۔

(۲) لا يحل لك النساء یہ آیت یاایہا الذین آمنوا انا احللنا لك الخ سے منسوخ ہے۔

سورة السبأ مكية:

یہ مکی سورت ہے اس میں کچھ آیات کے مدنی ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں، اس میں صرف ایک آیت کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں ولا تسألون عما اجر منا ولا نسئل عما تعملون یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة الفاطر مكية:

یہ مکی سورت ہے، اس میں صرف ایک آیت کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں ان انت الانذیر یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة يسين مكية:

یہ مکی سورت ہے اس سورت کے شان نزول کو بھی بیان کیا ہے فرماتے ہیں ليس فيها ناسخ ولا منسوخ على أصح الأقوال۔

سورة النمل مكية:

یہ سورۃ مکی ہے، اس کی تعداد آیات، کلمات اور حروف لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس میں صرف ایک آیت منسوخ ہے ومن ضل فقل إنما أنا من المندرين۔ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے اس کے معنی یوں بتاتے ہیں۔ ليس عيسى الا الانذار وهو الإعلام مع التخويف۔

(۱) ولا تجادلوا أهل الكتاب ان لا يات منسوخ ہے اس کے بعد یہ حکم مجادلہ آیت قتال سے منسوخ ہو گیا۔

(۲) إنما أنا نذير مبين یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورہ الروم مکیہ: اس میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

سورة لقمان مکیہ:

اس سورت کی بعض آیات کے مدنی ہونے کا ذکر کرنے کے بعد تعداد لکھتے ہیں۔ اس میں ایک آیت منسوخ ہے اور وہ ہے من کفر لایخرنک کفرہ۔ یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة السجده مکیہ:

یہ سورت مکی ہے اس میں ابن عباس کے حوالے سے ایک آیت پیش کرتے ہیں۔ افمن کان مؤمناً کمن کان فاسقاً الخ یہ آیت مدنی ہے اور ان تین آیات کے شان نزول کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں اس میں ایک آیت منسوخ ہے فاعرض عنهم۔ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة الصافات مکیہ:

یہ مکی سورت ہے اس میں چار آیات کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔
(۲۱) وتول عنهم سے لیکر دو آیات منسوخ ہیں آیت السیف سے۔
(۲۳) یہ دونوں آیات بھی منسوخ ہیں آیت السیف سے۔

سورة ص مکیہ:

اتقان کے حوالہ سے اس کا مکی ہونا نقل کرتے ہیں اس میں بھی دو آیات منسوخ ہیں۔
(۱) ان یوحی الی إنما انا نذیر مبین۔ اس آیت کے الفاظ منسوخ نہیں بلکہ آیت السیف سے حکم منسوخ ہے۔

(۲) ولتعلمن نبأه بعد حین یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة الزمر مکیة:

سورة زمر کی ہے۔ اس میں تین آیات قل یا عبادى الذین اسرفوا سے لیکر مدنی ہیں۔
یہ آیت حضرت وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں چھ آیات کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) ما نعبدهم الا لیقر بونا الخ یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۲) انی أخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم یہ آیت سورہ فتح کی آیت سے منسوخ ہے جو کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبك الخ ہے۔

(۳) فاعبدوا ما شئتم یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۴) ایس اللہ بکاف عبده۔ اس آیت کے بارے میں ایک عجیب سا مفروضہ مان کر مصنف نے اس کو آیت السیف سے منسوخ قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں الایة محكمة غیر ان فیہ إضمار کا نہ یقول اترك الکفار فاننا أكافی واجارلهم بما عملوا۔ اور اس مفروضہ کی بنا پر یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۵) یا قوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل۔ یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۶) ومن اهتدی فانما یهتدی لنفسه ومن ضل فانما یضل علیها

وما انت علیهم ہوکیل۔ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة المؤمن مکیة:

اس سورت کے دونوں نام ذکر کر دیے ہیں، اور اس کے مکی ہونے کا ذکر کرتے ہیں اس

میں صرف ایک آیت کے آیت السیف سے منسوخ ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ اور وہ ہے فاصبر
ان وعد اللہ حق۔

سورة حم السجدة مکیة

یہ سورہ فصلت کا نام سورہ مصابیح رکھ کر اس کو کئی سورت بتاتے ہیں۔ اور اس میں ایک
آیت منسوخ ہے ولا تستوی الحسنیة واللسیة یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة الشوری مکیة:

اس سورت کے کئی ہونے کا ذکر کرتے ہیں اور بعض آیات کو متشبیٰ قرار دیتے ہیں اور
اس سورت میں آٹھ آیات کے منسوخ ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) والملائكة یسبحون بحمد ربهم ویستغفرون الخ یہ آیت آیت
ویستغفرون للذین آمنوا سے منسوخ ہے۔

(۲) حفیظ علیہم وما أنت علیہم بوکیل یہ آیت بھی آیت السیف سے منسوخ
ہے۔

(۳) قل ما أسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی القربی اس آیت کے تحت فی
القربی کی تفصیل جو مفسرین نے بیان کی ہے اس کا ذکر کرتے ہیں اور کافی طویل کلام کرتے ہیں۔
جب یہ آیت نازل ہوتی تو لوگوں نے پوچھا کہ من ہم هولاء تو آپؐ نے ارشاد فرمایا ہم علی
وفاطمة وابناهما۔ اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس میں بہت سارے اسرار پوشیدہ
ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کو ہم نے اپنے ایک رسالہ لوامع الاسرار فی مناقب
السادات۔ میں الگ سے جمع کر دیا ہے جس کو زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو تو وہاں مراجعہ کرے

اور اس کا مطالعہ کرے۔ کہتے ہیں اذا اردت الوقوف علیہا فعلیک بالمطالعة والتفکیر فی حوالیہا پھر محبت کے معنی کے بارے میں اختلاف نقل کرتے ہیں۔ روافض کے نزدیک یہ آیت اور جب اہل بیت فی القربی کے مفہوم میں شامل ہیں اور کچھ لوگ اس آیت کو ما سألکم علیہ من أجر فهو لکم ان أجری الاعلی اللہ سے منسوخ مانتے ہیں۔

اس بارے میں کہتے ہیں کہ فی القربی سے مراد جمہور کے نزدیک اہل بیت نہیں ہیں کیونکہ اہل بیت میں تو ابو جہل اور ابولہب بھی داخل ہو جاتے ہیں لیکن پھر جمہور کے قول کے مطابق اس آیت کا محکم ہونا بتاتے ہیں۔

(۵) ولمن انتصر الخ۔ یہ آیت منسوخ ہے آیت ولمن صبر وغفر سے۔

(۶) من کان یرید حرث الدنیا نوتہ منها۔ الخ۔ پھر یہ آیت من کان یرید العاجلة سے منسوخ ہو گئی۔

(۷) فاعرض عنهم وما ارسلناک علیہم حفیظا یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة الزخرف مکية:

اس سورت کے بارے میں مکی ہونے کو بتاتے ہوئے تعداد لکھتے ہیں اور اس میں دو آیات کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) فذرہم یخوضوا ویلعبوا: یہ آیت السیف سے منسوخ ہے

(۲) فاصفح عنهم وقل سلام۔ یہ بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة الدخان مکیة:

تعداد نقل کرنے کے بعد کے اوراق غائب ہیں اور مخطوطہ میں سورہ دخان کی تفصیل سے لیکر سورہ الاتقان تک غائب ہے۔ شاید ایک ورق مخطوطے میں سے غائب ہو گیا ہے۔

سورة محمد مدنیة:

مدنی سورت ہے۔ اس میں دو آیات منسوخ ہیں

(۱) فاذا لقيتم الذين كفروا الخ۔ یہ آیت اذیوحی ربك إلى الملائكة انبی معہم سے منسوخ ہے اور یہ بھی آیت قال سے منسوخ ہے کیونکہ فدیہ کا حکم غزوہ بدر کے بعد منسوخ ہو گیا تھا۔

(۲) دوسری آیت ہے ولا يسألکم أموالکم۔ یہ آیت منسوخ ہے آیت إن يسألکموها۔ سے فی بعض الرسائل لیس فیہا ناسخ ولا منسوخ۔

سورة الفتح مدنیة:

یہ سورت مدنی ہے نقل تعداد آیات کلمات وحروف کے بعد فرماتے ہیں لیس فدیہ منسوخ اس میں آیت ناسخ ہے۔ اور وہ ہے لیفغرلک اللہ ماتقدم من ذنبک الخ

سورة الحجرات مکیة:

یہ مکی سورت ہے۔ اس میں کوئی ناسخ اور منسوخ نہیں ہے۔

سورة ق مکیة

یہ مکی سورت ہے اس میں کچھ آیات کا استثناء کیا ہے اس میں دو آیات منسوخ ہیں۔

(۱) واصبر علی ما یقولون: یہ آیت آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۲) ماأنت عليهم بجبار یہ آیت بھی آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة الذاریات مکیة

یہ مکی سورت ہے اس میں دو آیات منسوخ ہیں۔

(۱) فتول عنهم وما انت بمعلوم الخ یہ آیت اس کے بعد آنے والی آیت سے

منسوخ ہے و ذکر فان الذکری تنفع المؤمنین الخ۔

(۲) وفي أموالهم حق للسائل والمحروم یہ آیت آیت الزکاة سے منسوخ

ہے خذ من أموالهم صدقة الخ۔

سورة الطور مکیة

اس میں صرف ایک آیت کے منسوخ ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ اور وہ ہے فاصبر

لحكم ربك فإنك بأعيننا وسبح بحمد ربك حين تقوم یہ آیت السیف سے منسوخ

ہے۔ کچھ لوگوں نے اور بھی آیات کو منسوخ بتایا ہے۔ مثلاً فتربصوا انی معکم اور فذرهم

يخوضوا ويلعبوا حتی يلاقوا الخ۔

سورة النجم مکیة

اس میں چند آیات مدنی بھی ہیں مثل الذین اجتنبوا سے لیکر اتقی تک اس میں

دو آیات منسوخ ہیں۔

(۱) فاعرض عن من تولی عن ذکرنا۔ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۲) ان لیس للإنسان الا ما سعی۔ یہ آیت والذین امنوا واتبعتهم ہم ذریعتهم

بایمان الحقنا بہم سے منسوخ ہے۔

سورة القمر مکیة:

یہ سورت مکی ہے اس میں بعض آیات مدنی بھی ہیں جسے سیہزم الجمع ویولون الدبر الخ اس میں صرف ایک آیت فتول عنہم یوم یدع الداع إلی شئی نکر کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں جو آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة الرحمن مکیة:

یہ مکی سورت ہے اور اس کے مکی ہونے میں حضرت اسمانت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو فیای الآء ربکما تکذبان کو نماز میں کعبہ کے آگے کے حصے میں پڑھتے ہوئے سنا اس سورت میں کوئی ناسخ اور منسوخ نہیں ہے والسورة محكمة ليس فيها ناسخ ولا منسوخ على أصح الأقول -

سورة الواقعة مکیة:

اس میں چند آیات مدنی ہیں جیسے ثلثه من الأولین وثلة من الآخرین - اس سورت کے ذیل میں کافی تفصیل ثلثه من الأولین کو لیکر کی ہے۔ اور یہ فرماتے ہیں کہ اس سورت میں ایک ہی آیت منسوخ ہے جو کہ ثلثه من الأولین وثلة من الآخرین سے منسوخ ہے۔

سورة الحديد مکیة:

یہ مکی سورت ہے اس میں کوئی ناسخ اور منسوخ نہیں ہے۔

سورة المجادلة مدنیة

یہ مدنی سورت ہے اس میں صرف ایک آیت منسوخ ہے اور وہ اذانا جیتسم الرسول فقدموا بین یدی الخ ابن عباسؓ کے مطابق یہ آیت زکاة کی آیت سے منسوخ ہے۔

سورة الحشر مدنیة:

اس مدنی سورت میں صرف ایک آیت کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ وہ ما

افاء الله على رسوله -

سورة الممتحنة مدنیة:

یہ مدنی سورت ہے تعداد بیان کرنے کے بعد مصنف نے اس میں تین آیات کے منسوخ

ہونا کا تذکرہ کیا ہے۔

(۱) لا ینھکم اللہ عن الذین الخ۔ اس آیت کے شان نزول کی طرف اشارہ

کرتے ہیں یہ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۲) یا ایہا الذین امنوا اذا جاءکم المومنات مهاجرات الخ اس آیت

کے ضمن میں حدیبیہ کا صلح نامہ ذکر کرتے ہیں کہ اس میں آیت شرط یہ تھی کہ جو بھی اس درمیان میں

مکہ سے مدینہ آئے گا اس کا لوٹنا واجب ہوگا۔ اس میں ان صحابیہ کا تذکرہ کرتے ہیں جو مقام

روحا میں حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں۔ اس کے بعد یہ آیت براءة من اللہ ورسولہ إلا

الذین عاہدتم من المشرکین الخ نازل ہوئی۔

(۳) فان فاتکم شئی من ازواجکم: یہ آیت بھی آیت براءة من اللہ ورسولہ

سے منسوخ ہے۔

سورة الصف مدنیة

یہ سورت مدنی ہے۔ اس میں کوئی بھی آیت منسوخ نہیں ہے۔

سورة الجمعة مدنیة:

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کر کے اس سورت کا مدنی ہونا ثابت ہیں اس میں بھی کوئی نسخ اور منسوخ نہیں ہے۔

سورة المنافقون مدنیة:

یہ مدنی سورت ہے اس میں ایک آیت منسوخ ہے سواء علیہم استغفرت لہم الخ اور یہ آیت السیف سے منسوخ ہے

سورة التغابن مدنیة:

اس کے بارے میں کمی ہونے کا ذکر کرتے ہیں سوائے ایک آیت کے اور وہ ہے یا ایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم اس میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے البتہ ایک آیت نسخ موجود ہے اور وہ ہے فاتقوا اللہ ما استطعتم ۔

سورة الطلاق مدنیة

یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں بھی کوئی منسوخ نہیں ہے البتہ ایک آیت نسخ ہے اور وہ ہے واشہدوا ذوی عدل منکم ۔

سورة التحريم مدنیة:

یہ مدنی صورت ہے اس میں کوئی بھی منسوخ نہیں

سورة الملک مکیة:

سورہ ملک کے کمی ہونے کا ذکر کرتے ہیں، اس میں کوئی نسخ اور منسوخ نہیں ہے

سورة النون مكية:

یہ مکی سورت ہے کچھ آیات کا استثناء نقل کرتے ہیں اس میں دو آیات منسوخ ہیں۔

(۱) قذرتی ومن یکذب بهذا الحديث الخ۔ آیت السیف سے منسوخ ہے۔

(۲) فاصبر لحکم ربك یہ بھی آیت السیف سے منسوخ ہے

سورة الحاقة مكية:

اس مکی سورت میں کوئی ناسخ و منسوخ نہیں ہے

سورة المعارج مكية

اس مکی سورت میں ایک آیت منسوخ ہے اور وہ ہے فذرهم يخوضوا ويلعبوا الخ آیت

السيف سے منسوخ ہے۔

سورة النوح مكية

اس مکی سورت میں کوئی آیت ناسخ یا منسوخ نہیں ہے۔

سورة الجن مكية

یہ مکی صورت ہے۔ اس میں کوئی ناسخ و منسوخ نہیں

سورة المزمل مكية:

کچھ آیات کا استثناء ہے اس میں چھ آیات منسوخ ہیں

(۱-۳) یا ایہا المزمل قم الیل سے لیکر تین آیات منسوخ ہیں آیت ان ربك يعلم

انك تقوم ادنی سے -

یہاں اس مخطوطے کے اوراق غائب ہیں اس سورت کے بعد سورہ الشمس کا تذکرہ

کرتے ہیں۔

سورة الشمس مکیة:

اس میں کوئی منسوخ اور ناسخ نہیں

سورة الليل مکیة:

اس کے مدنی یا مکی ہونے میں مذہب سے لگتے ہیں کسی ناسخ و منسوخ کا تذکرہ نہیں کرتے ہیں۔

سورة الضحی مکیہ:

اس میں بھی کسی آیت کا ناسخ یا منسوخ ہونا نہیں ذکر کرتے ہیں۔

سورة الم نشرح مکیة:

کوئی ناسخ یا منسوخ نہیں۔

سورة والتین مکیة:

اس میں ایک آیت کے منسوخ ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ الیس اللہ بأحکم

الحاکمین جو آیت السیف سے منسوخ ہے۔

سورة العلق مکیة:

لا ناسخ ولا منسوخ فیہا۔

سورة القدر مکیة:

اس کے مدنی یا مکی ہونے میں اختلاف ہے۔ اس میں بھی کوئی ناسخ یا منسوخ نہیں۔

سورة لم یکن مدنیة:

یہ مدنی صورت ہے کوئی ناسخ اور منسوخ نہیں۔

سورة الزلزله مكية:

یہ مکی سورت ہے۔ اس میں بھی کوئی ناسخ اور منسوخ نہیں۔

سورة العاديات مدنية:

کوئی ناسخ اور منسوخ نہیں۔

سورة القارعة مدنية:

کوئی ناسخ اور منسوخ نہیں۔

سورة التكاثر مكية:

اس میں بھی کوئی ناسخ یا منسوخ نہیں

سورة العصر مكية:

اس میں بھی کوئی آیت ناسخ و منسوخ نہیں

سورة الفيل مكية:

اس میں بھی کوئی ناسخ یا منسوخ نہیں ہے۔

سورة القريش مكية:

اس میں ناسخ و منسوخ نہیں ہے۔

سورة الماعون مكية

یہ بھی مکی ہے اور یہاں بھی کوئی ناسخ و منسوخ نہیں

سورة الكافرون مكية

اس میں ایک آیت منسوخ ہے لکم دینکم ولی دین۔ آیت السیف ناسخ ہے۔

سورة النصر مکیة:

اس میں بھی کوئی آیت ناسخ و منسوخ نہیں

سورة تبت مکیة:

سورة الاخلاص مکیة

سورة الفلق مکیة

وسورة الناس مکیة

ان میں بھی کوئی ناسخ و منسوخ نہیں ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جن آیات کا حکم قرآن کریم میں منسوخ ہو گیا اور ان کی تلاوت باقی ہے۔ سواء کانت مختلفة او متفقة مائتان و ثمان و ثلاثون آية۔ سورة بقرہ سے سورہ مریم تک ۱۳۴ اور سورہ مریم سے آخر مریم تک ۱۳۴ اور سورہ مریم سے آخر تک ۱۳۴ ان کے علاوہ ہم نے سب بیان کر دیا ہے۔ آخر میں یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔

وقد حصل الفراغ من تسويد هذا المقال بعون الله الملك الوهاب المتعالی يوم الاثنين حادی عشر من احدى عشر من سنی هجرة سيدنا البشر وشفيع يوم المحشر المخصوص بطيب الشنر ﷺ واله واصحابه الهادين المهديين را جيا به الكاملين واوليائه المتكلمين صلاة دائمة تتناهى الدوران ولا تنقطع بانقطاع الأزمان۔

اور آخر میں اپنا نام تحریر کرتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ عثمانی ہیں اس کے کتاب کی تکمیل پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس سے ہر کام کی تکمیل کی سلسلے میں مدد چاہتے ہیں اور درود و سلام لکھتے ہیں۔

حواشی

- ۱- دستورالمفسرین (مخطوطه) نمبر ۱۸/۴۱، ص ۱
- ۲- دستورالمفسرین (مخطوطه) نمبر ۱۸/۴۱، ص ۱
- ۳- دستورالمفسرین (مخطوطه) نمبر ۱۸/۴۱، ص ۲
- ۴- دستورالمفسرین (مخطوطه) نمبر ۱۸/۴۱، ص ۴
- ۵- دستورالمفسرین (مخطوطه) نمبر ۱۸/۴۱، ص ۴
- ۶- دستورالمفسرین (مخطوطه) نمبر ۱۸/۴۱، ص ۶
- ۷- دستورالمفسرین (مخطوطه) نمبر ۱۸/۴۱، ص ۱۲
- ۸- دستورالمفسرین (مخطوطه) نمبر ۱۸/۴۱، ص ۲۴
- ۹- دستورالمفسرین (مخطوطه) نمبر ۱۸/۴۱، ص ۳۱
- ۱۰- دستورالمفسرین (مخطوطه) نمبر ۱۸/۴۱، ص ۳۶
- ۱۱- دستورالمفسرین (مخطوطه) نمبر ۱۸/۴۱، ص ۳۸
- ۱۲- دستورالمفسرین (مخطوطه) نمبر ۱۸/۴۱، ص ۳۸

﴿پانچواں باب﴾

دستورالمفسرین ایک تنقیدی جائزہ

پانچواں باب دستور المفسرین ایک تنقیدی جائزہ:

دستور المفسرین نسخ کے موضوع پر کسی بھی ہندوستانی عالم کا پوری تاریخ میں ایک جامع رسالہ ہے، یہ رسالہ مخطوطہ کی شکل میں مولانا آزادی لائبریری میں ۱۸/۴۱ نمبر کے ضمن میں محفوظ ہے۔ یہ رسالہ ملا عبد النبی شطاری کا لکھا ہوا ہے جو کہ آگرہ کے رہنے والے ہیں، اور سترھویں صدی عیسویں کے ہندوستان کے جید عالموں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اس مخطوطے کے سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ عربی زبان میں اس سے قبل اس موضوع پر ہندوستانی کسی عالم نے اتنی سیر حاصل بحث نہیں کی ہے اور نہ ہی بعد میں کسی نے مستقلاً عربی زبان میں ہندوستانی عالموں سے کسی کی تصنیف کا پتہ چلتا ہے، اس حیثیت سے یہ مخطوطہ اپنے موضوع کے لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے بالاستیعاب مطالعہ سے کلام اللہ کے بارے میں بہت سے شبہات اور کج فہمیاں خود بخود رفع ہو جاتی ہیں۔ ایسے ہی اس معقد موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے اس موضوع کے مختلف زاویے اور گونا گوں گوشے ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ جن کی بنیاد پر مختلف مسائل کے سلسلے میں صحیح رای قائم کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس مخطوطہ کا جائزہ لینے سے قبل دو تین باتیں اس مخطوطے کے سلسلے میں عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

(۱) اس مخطوطے کا موضوع نسخ فی القرآن کی حقیقت کا بیان ہے۔

(۲) اس مخطوطے کو لکھتے ہوئے شیخ کے سامنے اتقان فی علوم القرآن ہے۔ اور اس کے اکثر

مضامین اس کے حوالے سے بیان کیے ہیں۔

(۳) یہ مخطوطہ جگہ جگہ سے کرم خوردہ ہے۔ عبارت بہت سی جگہوں سے بالکل غائب ہے۔ ان عبارتوں کے معلوم کرنے میں دشواری آئی، اور جہاں دو چار لفظ محذوف سے ہیں وہاں بر بنائے اندازہ الفاظ جوڑ کر مطلب اخذ کر لیا گیا ہے۔

(۴) جگہ جگہ خود مصنف کے ہاتھ سے عبارتیں کٹی ہوئی ہیں، اور حاشیے پر لکھی ہوئی ہیں۔

(۵) یہ مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری میں فرنگی محل کلکشن کا ہے۔ یعنی یہ مخطوطہ پہلے فرنگی محل میں تھا

پھر یہاں آیا۔

(۶) مخطوطہ خط رقعة میں تحریر ہے۔ عناوین لگانے کے لئے لال قلم کا استعمال کیا گیا ہے۔

(۷) اس مخطوطہ پر درج تاریخ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ مصنف کی آخری عمر کی تصنیف

ہے ان باتوں کو ملحوظ رکھنے کے بعد اس مخطوطے کا تنقیدی جائزہ لینا آسان ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ یہ رسالہ اس موضوع پر ایک جامع تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے اس کا مطالعہ کرنا ہر عالم اور باحث کے لئے ضروری ہے۔ اس رسالہ کے شروع میں مصنف نے ایک طویل مقدمہ لکھا، جس میں انہوں نے اس رسالہ کی وجہ تصنیف بیان کرنے کے ساتھ، اس موضوع کی تشریح کی اور اپنی تالیف کے موضوع کو محدود کیا، اور یہ فرمایا کہ اس رسالہ کی تالیف کا مقصد نسخ فی القرآن کی حقیقت کا بیان ہے اگرچہ کچھ چیزوں کا تذکرہ ضمناً آ گیا ہے، چنانچہ اپنی کتاب کو اس عبارت سے شروع کرتے ہیں۔

الحمد لله الذي نسخ سنن الضلالة والهدى، ونسخ ومحي سنن الغواية

والهوى، وانزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجا۔

اس کے بعد اس موضوع کی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے علاوہ معارف سے کما حقہ استفادہ اس وقت ممکن نہیں جب تک انسان کو نسخ و منسوخ کا علم نہ ہو۔ اور حضرت علی اور حضرت حذیفہ کا واقعہ نقل کر کے اس فن کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ نسخ کے جواز و وقوع فی القرآن دونوں کے قائل ہیں، کہ یہ جائز ہے اور قرآن کریم میں واقع بھی ہوا ہے۔ اس کے جواز اور وقوع پر مختلف شواہد و دلائل پیش کرتے ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے کچھ دوسرے مسائل کی طرف بھی اشارہ کی ہے مثلاً علم غیب کلی کا خدا کے لئے اثبات اور آیات متشابہات میں نہ گھسنے کا مشورہ وغیرہ۔

اس کے بعد مصنف نے حضور ﷺ کی صفات حمیدہ کا تذکرہ کیا، اور صحابہ کرام کے طریقہ کو مدار نجات قرار دیا، اور پھر علم تفسیر کی اہمیت کو بڑے ہی پر زور الفاظ میں بیان کیا اور پھر دوبارہ نسخ و منسوخ کی اہمیت کو اجاگر کیا اور آخر میں اپنے رسالے کی وجہ تالیف کو ان الفاظ میں ذکر کیا۔

”عزمت علی أن أجمع رسالة كافلة في هذا الباب شامله لجميع الفصول، ومحتوية لجميع مالهم، ويقصد في هذا المقصد الأعلى، جامعة لكل ما يجب ان يعلم ويطلب في هذا المطلب الأسنى، من كون اسورمكية ومدنية“

اس طرح مصنف نے اس عبارت میں مقصد تالیف واضح فرما دیا اس کے بعد ایک بات یہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس رسالہ کو لکھنے میں بڑی دیدہ ریزی سے کام لیا ہے اور ایسا نہیں کہ جو سمجھ میں آیا لکھ دیا، بلکہ میں نے کوشش یہ کی ہے کہ اسلاف امت نے جو بھی اس فن کی وضاحت میں کوشش کی تھیں ان کو بالاستیعاب پڑھوں چنانچہ میں نے ایسا بھی کیا، اور اس کے بعد مفسرین قرآن کی آسانی کی خاطر اس رسالہ کو جمع کیا اسی لئے اس کا نام دستور المفسرین رکھا کہ میرا یہ

رسالہ آئندہ مفسرین کے لئے ایک دستور کی حیثیت رکھے گا، اور اس میں بیان کردہ قواعد مفسرین کے لئے تفسیر کے عمل کو آسان بنانے میں مددگار و معاون ثابت ہوں گے۔ ایک بات یہاں بیان کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ مصنف کا تعلق دربار اکبری سے بہت گہرا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے اس کتاب کا انتساب ابوالفتح الظفر خان خانان کی طرف کیا ہے جو دربار اکبری کے امراء میں سے ایک تھے۔ جس طرح مصنف نے ان کی توصیف کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کو وہاں سے معقول اجرت ملتی ہوگی۔

اس مخطوطہ کی خصوصیات :

اس مخطوطے کے بارے میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اس کا تعلق فرنگی محل کلکشن سے ہے، اور اب یہ ۱۸/۴۱ نمبر کے ضمن میں مولانا آزاد لائبریری میں محفوظ ہے۔ اور یہ مخطوطہ خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ مخطوطہ گونا گوں خصوصیات کا حامل ہے۔ اس کی خصوصیات کا مندرجہ ذیل صفحات میں جائزہ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) یہ مخطوطہ عربی زبان میں ہے۔ اس کی زبان اس قدر شستہ ہے کہ کہیں بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کسی عجمی کی لکھی ہوئی تصنیف ہے۔ زبان میں رکاکت نام کی کوئی چیز نہیں۔ اگر یہ بات معلوم نہ ہو کہ اس کے لکھنے والے ہندوستان عالم ہیں تو قاری کو یہ پتہ لگانا مشکل ہوگا کہ کسی عجمی کی کتاب ہے۔ عبارت لغوی نحوی و صرفی غلطیوں سے یکسر خالی ہے۔ کہیں بھی عجمیت کی بو نہیں آتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی علوم عربیہ پر مہارت تامہ حاصل تھی، اور ان کو زبان و ادب سے بڑا گہرا شغف تھا۔ ان کی اور عبارتوں کا اگر اپنی عبارتوں سے موازنہ کریں

تو معلوم ہوگا کہ یہ کسی قدر سہل انگار اور سہل پسند واقع ہوتے ہیں، کیونکہ جس وقت انہوں نے ہندوستان میں رہ کر عربی زبان سیکھی ہوگی اس وقت عرب دنیا سے ذرائع اتصال کے عام ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ ہم آپ آجکل کی سہولیات کے باوجود ایسی عبارتیں لکھنے سے قاصر ہیں۔

شیخ کا انداز بیان اور اسلوب علمی ہے، البتہ مقدمہ میں ادبی اسلوب کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔

(۲) اس کتاب کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس موضوع پر عربی زبان میں کسی بھی عالم کی واحد تصنیف ہے جو کہ اس قدر جامع اور مکمل ہے۔ ان سے قبل اور نہ ہی ان کے بعد کسی بھی ہندوستانی عالم کی کسی بھی عربی تصنیف کا اس موضوع سے متعلق پتہ نہیں چلتا، اس لئے یہ مخطوطہ باخنین کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔

(۳) مصنف کتاب نسخ کے معنی میں کافی توسیع پسند واقع ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے تخصیص حکم کو بھی نسخ کا نام دیا ہے۔

(۴) اس رسالہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اس میں بالترتیب تمام قرآنی سورتوں میں پائی جانے والی آیات ناسخ و منسوخہ کا ترتیب وار ذکر کیا ہے۔ اور ان آیات منسوخہ کا ناسخ بھی بیان کیا ہے کہ کون سی آیت کسی آیت سے منسوخ ہے۔

(۵) اس رسالہ میں مصنف نے جتنی بھی فصول بیان کیں ہیں، ان میں مختلف مسائل کا نسخ سے متعلق ذکر کیا ہے، ان مسائل میں علماء کے اختلاف کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ایسے ہی ان کے نظریہ کی شرح کرنے کے بعد ان کا موقف بیان کیا اور ان کے تمام عقلی و نقلی دلائل بیان

کیسے اور پھر آخر میں محاکمہ فرمایا، اور اس مسلک کو رائج کیا جو کہ ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہے، اور مخالفین کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کے مختلف جوابات بھی ارشاد فرماتے ہیں۔

(۶) اس کتاب کی نئی فصل کو ”تنبیہ“ کے لفظ سے شروع کرتے ہیں۔ یہ اس زمانے کے مصنفین کا عام طریقہ تھا، بجائے عنوان باندھنے کے انہوں نے لال قلم سے لفظ ”تنبیہ“ لکھا اور پھر دوسرا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔

مصنف نے یوں تو اس رسالے میں بہت سارے مسائل کا ذکر کیا، لیکن جن مسائل کو الگ فصل کے تحت بیان کیا تقریباً پچیس مسائل ہیں، اور ہر ایک کے لئے الگ فصل قائم کی ان کی تفصیل مخطوطہ کی تفصیل کے ذکر میں بیان کی جا چکی ہے۔



کتابیات

- ۱۔ رجال السند والہند
- ۲۔ معجم البلدان
- ۳۔ تاریخ سندھ
- ۴۔ عرب و ہند تعلقات
- ۵۔ عربوں کی جہاز رانی
- ۶۔ عرب و ہند کے تعلقات
- ۷۔ عرب و ہند کے تعلقات
- ۸۔ عجائب الہند
- ۹۔ عرب و ہند کے تعلقات
- ۱۰۔ عرب و ہند کے تعلقات
- ۱۱۔ ہندوستان میں عربی زبان و ادب اور علوم اسلامیہ کی تحقیق و تدریس:
- ۱۲۔ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، (اردو ترجمہ)
- ۱۳۔ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ
- ۱۴۔ معارف ۱۰۲: ص ۲۱۳
- ۱۵۔ معارف ۱۹۶۷ء ۱۰۲: ص ۲۱۶

- ۱۶ معارف ۱۹۶۸ء - ۱۰۲: ص ۲۱۹
- ۱۷ ہندوستان پر مغلیہ حکومت
- ۱۸ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے تمدنی کارنامے
- ص ۱۳۲: بحوالہ خانی خاناں ۱: ۲۵۴
- ۱۹ ہندوستان پر مغلیہ حکومت: ۱۱۸
- ۲۰ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاک و ہند ۲: (عربی ادب)
- ۲۱ شاہانِ مغلیہ کے کتب خانے اور ان کا نظام
- ۲۲ سلاطین ہند
- ۲۳ رود کوثر
- ۲۴ نزہۃ الخواطر
- ۲۵ تذکرہ علماء ہند (اردو ترجمہ)
- ۲۶ رود کوثر
- ۲۷ نزہۃ الخواطر
- ۲۸ دائرۃ المعارف الاسلامیہ
- ۲۹ مفتی ظفیر الدین - تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند
- ۳۰ ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں
- ۳۱ مفتی ظفیر الدین فہرست کتب خانہ دارالعلوم دیوبند۔
- ۳۲ ڈاکٹر زبید احمد عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ

- ۳۳ سید عبدالحی - الثقافة الاسلامیة فی الهند
- ۳۴ دائرۃ المعارف الاسلامیة
- ۳۵ دائرۃ المعارف الاسلامیة
- ۳۶ نزہۃ الخواطر
- ۳۷ نزہۃ الخواطر
- ۳۸ سید عبدالحی - الثقافة الاسلامیة فی الهند
- ۳۹ ابوالحسن ندوی - حاشیہ مختارات من ادب العرب
- ۴۰ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ
- ۴۱ رضا لاہیری جزل ۱۹۸۹ء
- ۴۲ سید ابوالحسن ندوی.....مختارات من ادب العرب
- ۴۳ حضرت سید مخدوم شیخ اعظم ثانی اپنے عہد کے ایک متبحر عالم ظاہری و باطنی کے جامع اور فقہ حنفی کے امام تھے۔ عرب و عجم میں اپنی علمی لیاقت فضل و کمال اور تصنیفات کی وجہ سے مشہور تھے۔ ۲۱ شوال (۸۷۰ھ/۱۴۶۶ء) کو لکھنؤ میں وفات پائی اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔
- ۴۴ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
- ۴۵ شیخ خیر الزماں۔ باغ بہار۔ مخطوطہ۔ کتب خانہ انوریہ۔ کاکوری
- ۴۶ مولانا شاہ تر علی قلندر کاکوری۔ کش المتواری فی حال نظام الدین قاری
- ۴۷ کشف المتواری فی حال نظام الدین قاری۔

- ۴۸ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی..... مآثر الکرام۔
- ۴۹ عبدالحمید لاہوری، کلکتہ ۱۸۶۸ء۔ بادشاہ نامہ
- ۵۰ محمد صالح کنبولاہور ”عمل صالح“
- ۵۱ طبقات شاہ جہانی، ان آٹھ سوا کہتر۔ مشاہیر کا ایک اہم تذکرہ ہے جو تیمور اور اس کے جانشینوں کے عہد میں گذرے ہیں۔ اس کے مؤلف محمد صادق ہمدانی ہیں جنہوں نے ۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء میں اس کو مرتب کر کے شاہ جہاں (۱۰۷۶ھ/۱۶۶۷ء) کو معنون کیا تھا۔
- ۵۲ طبقات شاہ جہانی..... ۲۲۶ فارسیہ اخبار یونیورسٹی کلکشن۔ علی گڑھ
- ۵۳ نزہۃ الخواطر۔
- ۵۴ ملاحظہ ہو۔ Mughla in India By P.N. Marshall
- ۵۵ محمد صالح کنبولاہوری..... عمل صالح
- ۵۶ ذکر و فکر دہلی ج ۸: شمارہ۔
- ۵۷ طبقات شاہ جہانی..... :
- ۵۸ ہدایہ آخرین۔ ۳۱۸/۲۷ فرنگی محل کلکشن مسلم یونیورسٹی۔ ورق:
- ۵۹ باغ بہار۔ مصدر سابق
- ۶۰ یہ بیٹی شیخ سیف الدین نیرہ حضرت مخدوم ملا عبدالکریم علوی کی بیوی تھیں۔
- ۶۱ منشی امیر احمد علوی کا کوروی۔ نجات النسیم فی تحقیق اولاد عبدالکریم۔ مزید تفصیل
- ۶۲ مناظر احسن گیلانی۔ ہندوستان میں نظام تعلیم و تربیت۔

۶۳ ہندوستان میں منار کی سب سے پہلے شرح مولانا سید یوسف بن جمال حسینی کی ”توحید الافکار“ ہے

۶۴ ڈاکٹر مسعود انور علوی..... عربی ادب میں اودھ کا حصہ

۶۵ رحمان علی تذکرۃ علماء ہند..... اردو ترجمہ:-

۶۶ نزہۃ الخواطر..... ۵: ۳۲۳

۶۷ ڈاکٹر مسعود انور علوی۔ کواکب: ۶-۵۵

۶۸ ڈاکٹر مسعود انور علوی۔ کواکب: ۵۹

۶۹ خلیق احمد نظامی..... تاریخی مقالات: ۵۰-۱۴۹

۷۰ ڈاکٹر مسعود انور علوی۔ کواکب: ۶۲

۷۱ خلیق احمد نظامی..... تاریخی مقالات: ۲۹-۳۰

۷۲ شیخ محمد اکرام روڈ کوثر: ۴۴۱

۷۳ ڈاکٹر زبید احمد۔ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ: ۱۰۸

۷۴ شاہ صاحب نے ۱۷۰ مغالطوں کو اس کے اندر بیان کیا ہے اور درمیان میں مختلف

فصلیں قائم کی ہیں اور ہر جگہ شیخ اکبر کے اقوال کو بطور اسناد پیش کیا ہے۔

۷۵ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ: ۹-۱۰۸

۷۶ خلیق احمد نظامی۔ تاریخی مقالات:- ۱۴۴

۷۷ عربی ادبیات: ۱۱۷

۷۸ ڈاکٹر مسعود انور علوی۔ کواکب: ۲۲-۱۲۱

- ۷۹ خلیق احمد نظامی تاریخ مقالات: ۱۴۸
- ۸۰ فکر و نظر ۱۹۹۳ء : ۲۷
- مضمون محمد عبدالسلام التسویۃ بین الافادۃ والقبول شاہ محب اللہ آلہ آبادی (توصیفی
عنوانات اور تشریحی قوسین کے ساتھ)
- ۸۱ ڈاکٹر مسعود انور علوی.....کواکب : ۱۲۴
- ۸۲ ایضاً : ۱۲۶
- ۸۳ سید صباح الدین عبدالرحمان ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے تمدنی
جلوے :- ۶۳۱
- ۸۴ اشفاق علی ملا جیون کے معاصر علماء :- ۴
- ۸۵ حاجی زبیر احمد - شاہانِ مغلیہ کے کتب خانے اور ان کا نظام :- ۱۱-۱۲
- ۸۶ ایضاً
- ۸۷ فتاویٰ عالم گیری مطبع مجیدی کانپور - ۱ : ۳
- ۸۸ سید عبدالحی - ترجمہ اردو - ابوالفرقان ندوی - اسلامی علوم و فنون ہندوستان : ۴-۱۶۳
- ۸۹ مولانا مناظر احسن - ہندوستان میں نظام تعلیم و تربیت :- ۷۱
- ۹۰ شبیر احمد قادر آبادی عربی زبان و ادب عہدِ فعلیہ میں : ۲۴۵
- ۹۱ شبیر احمد قادر آبادی - عربی زبان و ادب عہدِ مغلیہ میں : ۶ : ۲۵۴
- ۹۲ نزہۃ الخواطر ۱۹ : ۶
- ۹۳ خادم حسین علوی صبح بہار - ۴۱-۳۶

- ۹۴ وہیں پر ۱۶۹۳ء میں روضۂ اقدس کے سامنے بیٹھ کر آپ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف نور الانوار لکھی جو دراصل المختار کی شرح ہے۔
- ۹۵ نزہۃ الخواطر ۶: ۲۱-۱۹
- ۹۶ اشفاق علی۔ ملا جیون کے معاصر علماء۔ ۵: ۲۴۔ بحوالہ تذکرہ ملا جیون مخطوطہ عبدالقادر
- ۹۷ معارف۔ نومبر۔ ۱۹۸۹ء ج ۱۱۴ ص ۱۴۴ دارالمصنفین اعظم گڑھ
- ۹۸ نزہۃ الخواطر ۶: ۱۹
- ۹۹ معارف۔ دسمبر ۱۹۸۹ء : ۴۵۷
- ۱۰۰ احمد بن ابوسعید۔ مقدمہ تفسیر احمدی۔ ۵:
- ۱۰۱ سورۃ بقرہ۔ آیت: ۱۸۶
- ۱۰۲ احمد بن ابی سعید..... تفسیر احمدی۔ ۵۵:
- ۱۰۳ سورہ بقرہ..... آیت: ۱۸۹
- ۱۰۴ تفسیر احمدی.....: ۶۴
- ۱۰۵ احمد بن ابوسعید..... خاتمہ تفسیر احمدی
- ۱۰۶ حاجی خلیفہ۔ کشف الظنون۔ ۳: ۸۲۲
- ۱۰۷ احمد بن ابوسعید۔ نور الانوار فی شرح المنار: ۴۸
- ۱۰۸ نواب صدیق حسن۔ ابجد العلوم۔ ۶: ۹۰۵
- ۱۰۹ شبیر احمد۔ عربی زبان و ادب عہد مغلیہ میں: ۲۶۲
- ۱۱۰ ڈاکٹر مسعود انور علوی..... عربی ادب میں اودھ کا حصہ: ۹۴

- ۱۱۱ ڈاکٹر زبید احمد.....عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ: ۱۴۹
- ۱۱۲ ڈاکٹر زبید احمد.....عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ: ۱۴۹
- ۱۱۳ سید عبدالحی.....الثقافة الاسلامیة فی الهند: ۶-۹-۲۵۸
- ۱۱۴ التکمیل بتوفیق الرحیم حسبن اللہ ونعم الوکیل۔
- ۱۱۵ قاضی محبت اللہ بہاری۔ سلم العلوم
- ۱۱۶ مکتوبات دفتر اول حصہ دوم مکتوب نمبر ۱۰۰ نیز مکتوبات دفتر دوم حصہ ششم مکتوب۔ ۱۵
- ۱۱۷ حضرت شاہ کمال کیتھلی سلسلہ قادریہ کے پیرزادہ اور بڑے باکمال بزرگ تھے۔
- حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ سلسلہ قادریہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے بعد شاہ کمال کیتھلی کا مثل نظر نہیں آتا۔ بحوالہ تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی/ ۲۲۴
- ۱۱۸ زبدۃ المقامات/ ۱۲۸ و نزہۃ الخواطر ۵/۴۳ و تذکرہ امام ربانی/ ۲۲۴
- ۱۱۹ دائرہ معارف اسلامیہ بذیل مادہ/ ۱۲۶
- ۱۲۰ زبدۃ المقامات/ ۱۲۳ و نزہۃ الخواطر ۵/۴۲
- ۱۲۱ حیات مجدد/ ۳
- ۱۲۲ مکتوبات ۱/ ۲۶۶
- ۱۲۳ زبدۃ المقامات/ ۱۴۵
- ۱۲۴ مکتوبات جلد اول ۱۔ مکتوب نمبر ۴۷
- ۱۲۵ مکتوبات ج ۱ مکتوب نمبر ۴۶
- ۱۲۶۔ تذکرہ علماء ہند/ ۸۹

- ۱۲۷ دائرہ معارف اسلامیہ بذیل مادہ شیخ احمد سرہندی / ۱۲۸
- ۱۲۸ اخبار الاخبار بذیل عنوان امام ربانی مجدد الف ثانی تاملہ کتاب
- ۱۲۹ دائرہ معارف اسلامیہ بذیل احمد شیخ سرہندی / ۱۲۹
- ۱۳۰ مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۱۹
- ۱۳۱ تذکرہ علماء ہند / ۲۷۷ / ۲ / رود کوثر / ۳۴۷
- ۱۳۲ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ / ۲۷۹ / نفس مصدر / ۲۸۴
- ۱۳۳ مرآة الحقائق / ۴۸
- ۱۳۴ بوہروں کے دور فرقتے ہیں۔ شیعہ (جماعت خرد) اہل سنت والجماعت کلاں) ”شیخ محمد طاہر ورتین وسید محمد جعفر در حیدر آباد دو عالم بزرگ بودند۔ باشارت نبویہ علیہ الصلاۃ والسلام۔ ہر دو فریق را از ہم جدا کردند و جماعت خود از صوبہ گجرات برآمدہ در صوبہ مالوہ مقری شد“ (اتحاد النبلا) از نواب صدیق حسن
- ۱۳۵ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (از مولانا محمد امیر شاہ قادری پشاور) ص ۲۶
- ۱۳۶ خویشگی افغانوں اور نواح قصور کے دوسرے بزرگوں کا تذکرہ ہے۔ لیکن ایک طویل باب (جو زیادہ تر مخزن افغانی سے ماخوذ ہے) افغان مشائخ کے متعلق ہے۔ اس کی ایک نقل پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے۔
- ۱۳۷ خوشحال خاں خشک (از دوست محمد خاں کامل) صفحہ ۲۲۰-۲۲۱
- ۱۳۸ ظفر الاسلام۔ دستور المفسرین ایک تعارف۔ علوم القرآن شمای، جنوری